

عزلات سیریز

ڈاک کرائم

منظر کلیم ایم۔ اے



چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ عمران اور فورسٹارز کے سلسلے کا ایک نیا ناول "واگ کرائم" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس بار عمران اور فورسٹارز نے ملک میں سرطان کی طرح پھیلے ہوئے ایک گھٹیا، انتہائی قابل نفرت اور مکروہ ترین جرم کے خلاف انتہائی دلیرانہ جدوجہد کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہ ناول ہر لحاظ سے پسند آئے گا لیکن اپنی آرا سے ضرور مطلع کیجئے گا اور اب حسب سابق پہلے اپنے چند خطبہ حق ان کے جواب بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

خیر۔ یہ میں سے عہدہ و عبد القادر شیخ صاحبان لکھتے ہیں۔ آپ نے ان دنوں تمس بے حد پسند ہیں۔ ویسے تو ہم آپ کے خاموش قاری ہیں مگر اس بار یہ خط اس لئے لکھ رہے ہیں کہ ہم آپ کو ایک مشورہ دینا چاہتے ہیں۔ گو آپ کو مشورہ دینا چٹان کو آئینہ دکھانے والی بات سے یعنی آپ کسی کے مشورے پر سرے سے عمل ہی نہیں کرتے۔ لیکن پھر بھی مشورہ دیا تو جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کا فرستان سیکرٹ سروس کے شاگل اور اسرائیل کے کرنل ڈیوڈ دونوں کے کرداروں کو کسی آئندہ ناول میں ختم کر دیں کیونکہ عمران ان دونوں کی نفسیات سے اچھی طرح واقف ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ ان

سے بجائیے۔ میں وہی عمران اچھا لگتا ہے جو ہنستا مسکراتا اور اٹھکیلیاں کرتا نظر آتا ہے۔

محترم ذوالقرنین مجید صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شہرہ۔ جہاں تک آپ کی شکایت کا تعلق ہے تو واقعی عمران نے اپنی زبانی مزاح تک اپنے آپ کو محدود کر لیا ہے۔ شاید وہ اب یہ سمجھنے لگ گیا ہے کہ اس کا بچپن کا دور ختم ہو گیا ہے۔ اس لئے اب اسے بچوں جیسی حرکتیں نہیں کرنی چاہئیں لیکن اسے شاید معلوم نہیں ہے کہ بوڑھے حضرات کو اچھلنے کو دیتے بچے اس لئے اچھے لگتے ہیں کہ انہیں اچھا لگتا دیکھ کر وہ خود اپنے بچپن کے دور میں پہنچ جاتے ہیں۔ بہر حال آپ کے جذبات عمران تک پہنچ جائیں گے اور مجھے اُمید ہے کہ وہ دینی طوغت کے باوجود جسمانی طور پر اپنے آپ کو دوبارہ بچہ سمجھنا شروع کر دے گا۔ اُمید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

منڈی وار برٹن سے محمد عمران شیخ صاحب لکھتے ہیں۔ آپ کے شاہکار ناول میں برہنہ طے پسند آتے ہیں۔ کرنل فریدی کو آپ نے جب سے اسلامی سیکورٹی کونسل کا سربراہ بنایا ہے وہ فیلڈ میں کام کرنا ہی چھوڑ گئے ہیں اور نہ صرف اس طرح ان کی کارکردگی ختم ہو گئی ہے بلکہ اس کے بعد عمران کے خالہ زاد قاسم سے ہماری ملاقات ہی نہیں ہو سکی۔

محمّد محمد عمران شیخ صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد

دوڑوں کو ان کی نفیات کے مطابق ڈیل کر لیتا ہے جبکہ ہم چاہتے ہیں کہ ان کی جگہ جوئے کو در آئیں گے ان کے ساتھ کام کرتے ہوئے عمران کو پریشانی ہوگی اور اس طرح کہانی مزید دلچسپ ہو جائے گی۔

محترم عبدالوہابی و عبدالقادر شیخ صاحبان۔ خط لکھنے، ناول پسند کرنے اور اس قدر گراں قدر مشورہ دینے کا بے حد شکریہ۔ چٹان کو آئینہ دکھانے والا محاورہ واقعی نیا بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ آپ کا مشورہ واقعی چٹان کو آئینہ نہیں بلکہ آتشیش اور وہ بھی عین دوپہر کے وقت دکھانے والی بات ہے تاکہ چٹان کو آتشیش شیشے کے ذریعے منعکس ہونے والی سورج کی شعاعوں کی حدت سے چٹنایا جاسکے ورنہ عمران تو ایک کردار شکل کو موقع ملنے کے باوجود ختم نہیں کرنا چاہتا کہ اس طرح اسے مشن مکمل کرنے میں سہولت رہتی ہے۔ آپ نے تو بیک وقت دو اہم کرداروں کے خاتمے کا مشورہ دے دیا ہے۔ بہر حال آپ کا مشورہ عمران تک پہنچا دیا جائے گا۔

لاہور سمن آباد سے ذوالقرنین مجید صاحب لکھتے ہیں۔ آپ کے ناول انتہائی معیاری، بے حد معلوماتی اور اس قدر جامع ہوتے ہیں کہ ہر ناول ہمارے ذہنی افق کو مزید وسیع کر دیتا ہے البتہ آپ سے ایک شکایت ہے کہ عمران صرف زبانی مذاق کرتا ہے۔ اچیل کوور۔ اُلٹی سیدھی حرکتیں اب نہیں کرتا۔ اس سے تو یہ تاثر جنم لیتا ہے کہ عمران بوڑھا ہوتا جا رہا ہے۔ میری درخواست ہے کہ عمران کو بوڑھا ہونے

شکریہ۔ جہاں تک کرنل فریدی کی کارکردگی کا تعلق ہے تو وہ تو اپنی فیلت میں کام کرتا رہتا ہے لیکن اب چونکہ عمران کے ساتھ اس کا مشن مشترک نہیں ہوتا۔ اس لئے آپ تک اس کی کارکردگی کی تفصیلات نہیں پہنچ رہیں اور واقعی عمران کا خالہ زاد قاسم بھی اسی وجہ سے پس منظر میں چلا گیا ہے لیکن آپ فکر مند نہ ہوں۔ انشاء اللہ جلد ہی کرنل فریدی اور خالہ زاد قاسم دونوں سے آپ کی ملاقات ہوگی۔ صرف ملاقات ہی نہیں بلکہ یہ انتہائی بھرپور ملاقات بھی ہوگی۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

آپ کا مخلص

مظہر کلیم ایم اے

عمران اپنے فلیٹ میں ایک کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

”یہ کس جہیز سے؟“ میں دستک دینے والا کون آگیا..... عمران نے کتاب ایک طرف رکھ کر صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا چونکہ سلیمان مارکیٹ گیا ہوا تھا اس نے اسے خود جانا پڑا تھا اس نے دروازہ کھولا تو دوسرے لمحے وہ بے اختیار چونک پڑا دروازے پر ایک سات آٹھ سال کا بچہ کھڑا تھا اس کے جہیز پر گھبراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔

”آپ۔ آپ کا نام علی عمران ہے ناں انکل.....“ بچے نے پریشان سے ججے میں کہا۔

”ہاں ہے تو یہی مگر.....“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”میری مٹی شدید بیمار ہیں پلیز کسی ڈاکٹر کو بلا دیجئے“..... بچے

میں لگا دیا۔

”کیا آپ ڈاکٹر ہیں انکل میری می بچ جائیں گی ناں۔“ مر تو نہیں جائیں گی۔“..... بچے نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”اوہ نہیں بیٹے گھبرانے والی کوئی بات نہیں آپ کی می بالکل ٹھیک ہو جائیں گی فون کہاں ہے میں ڈاکٹر کو کال کر لوں۔“ عمران نے کہا۔

”فون تو دور دراز سے غراب ہے انکل اس لئے تو می ڈاکٹر کو فون نہیں کر سکی تھیں۔“..... بچے نے جواب دیا۔

”اچھا میں اپنے فلیٹ سے فون کر لیتا ہوں۔“..... عمران نے کہا اور جتنی سے واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ جب وہ واپس اپنے فلیٹ پر پہنچا تو سلیمان آچکا تھا۔

”آپ کہاں جئے تھے صاحب۔“..... سلیمان نے حیران ہو کر کہا۔
”میں سے آنکھیں فلیٹ سے ایک بچہ آیا تھا اس کی ماں بیمار ہے من کا فون غراب ہے وہ مجھے بلا کر لے گیا تھا اب میں ڈاکٹر کو فون کرنے آیا ہوں۔“..... عمران نے فون کا رسیور اٹھانے تک تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ سسر مراد کی بات کر رہے ہیں آپ۔“..... سلیمان نے چونک کر کہا۔

”کیا تم اسے جانتے ہو۔“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”جی ہاں مجھے دیکھنے میں کرتا ہوں ان کے فیملی ڈاکٹر کو فون۔“

نے اسی طرح پریشان سے لہجے میں کہا۔

”جہادی می کہاں ہیں۔“..... عمران نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”میں سے آنکھوں فلیٹ ہے می کیلی ہیں پلیز انکل ان کی طبیعت بہت غراب ہے۔“..... بچے نے اتھاتی بے چین سے لہجے میں کہا۔

”اوہ اچھا ایک منٹ میں امیر جنسی بیگ لے آؤں شاید ابتدائی طبی امداد دینی پڑے۔“..... عمران نے کہا اور تیزی سے مڑا اور ایک کمرے میں موجود امیر جنسی میڈیکل بیگ اٹھایا اور واپس باہر آگیا بچہ اس دوران آخری سیرجی پر کھڑا تھا عمران نے جلدی سے دروازہ بند کیا اور پھر بیگ لے کر وہ سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آگیا تھوڑی دیر بعد وہ واقعی ایک فلیٹ میں بچے کے ساتھ داخل ہو رہا تھا فلیٹ صاف ستھرا تھا اور اسے اچھے اور خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا۔

”آئیے آئیے انکل جلدی لئیے۔“..... بچے نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا اس کے پیچھے ایک کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا کمرے میں ایک بیڈ پر ایک نوجوان خاتون بے ہوش پڑی ہوئی تھی اس کا بچہ دائر کی طرح سرخ نظر آ رہا تھا عمران نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کی نبض پکڑی۔

”اوہ انہیں تو بہت تیز بخار ہے اور یہ بخار کی شدت سے بے ہوش ہیں۔“..... عمران نے کہا اور جلدی سے بیگ کھل کر اس نے ایک انجکشن اور سرخ نکالی اور پھر انجکشن تیار کر کے اس نے خاتون کے بازو

سلیمان نے کہا اور رسیور عمران سے لے کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”سلیمان بول رہا ہوں ڈاکٹر صاحب مسرمداد بیمار ہیں بلدیہ آپ فوراً آجلیئے۔“ سلیمان نے دوسری طرف سے آواز سنتے ہی کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”کون ہیں یہ مسرمداد تم نے پہلے تو کبھی ذکر نہیں کیا اور وہ بچہ میرا نام بھی جانتا تھا۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جہاں کسی سکول میں پڑھاتی ہیں انتہائی شریف اور نیک خاتون ہیں کچھ عرصہ پہلے جب آپ ملک سے باہر تھے تو میں رات کا کھانا کھا کر ویسے ہی نیند کے لئے نکلتا تو میں نے انہیں ان کے فلیٹ کی سیڑھیوں پر قریباً نیم غشی کی حالت میں دیکھا میں نے ویسے ہی اذراہ ہمدردی پوچھ لیا کہ انہیں کسی مدد کی تو ضرورت نہیں اس پر انہوں نے کہا کہ اوپر فلیٹ پر ان کا لڑکا عمار ہے اسے بلا لاؤ میں اوپر جا کر عمار کو بلا لایا تو انہوں نے عمار سے کہا کہ وہ ساتھ والے فلیٹ میں رہنے والی کسی خاتون کو بلا لائے لڑکا جا کر کسی خاتون کو بلا لایا تو اس خاتون کی مدد سے وہ اوپر فلیٹ پر چلی گئیں میں آگے چلا گیا کچھ دنوں بعد میں مارکیٹ سے واپس آ رہا تھا تو میں نے اس سچے عمار کو انتہائی پریشانی کے عالم میں سیڑھیوں کے پاس سڑک پر کھڑے دیکھا اس کی حالت دیکھ کر میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیوں پریشان ہے تو اس نے بتایا کہ اس کی مہی کی حالت خراب ہے انکا فون بھی خراب ہے اور انکے ہمسائے بھی

کہیں گئے ہوئے ہیں وہ ڈاکٹر کو فون کرنا چاہتا ہے میں اسے جہاں اپنے فلیٹ پر لے آیا اس سے نمبر پوچھ کر میں نے ڈاکٹر کا نمبر ملایا اور فون اسے دے دیا اس نے ڈاکٹر سے بات کی پھر میں اس کے ساتھ فلیٹ پر گیا ڈاکٹر بھی آگیا اس کے بعد ان کے ہمسائے بھی آگئے میں نے انہیں بتایا کہ میں اس فلیٹ پر رہتا ہوں میں نے آپ کا نام بھی بتلایا وہ خاتون آپ کے نام کے بارے میں جانتی تھی۔“ سلیمان نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلادیا اور پھر واپس تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”میں بھی آپ کے ساتھ آ رہا ہوں صاحب۔“ سلیمان نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلادیا تھوڑی دیر بعد وہ واپس فلیٹ کے پاس پہنچے تو ایک کار وہاں آ کر رکی۔

”یہ ڈاکٹر اعظم صاحب ہیں۔“ سلیمان نے کار سے اترنے والے ایک ادیب مزاج آدمی سے عمران کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”اور ڈاکٹر صاحب یہ علی عمران صاحب ہیں۔“ سلیمان نے عمران کا تعارف کراتے ہوئے ڈاکٹر سے کہا۔

”وہ اچھا آپ سے ملاقات ایسے ماحول میں ہو رہی ہے بہر حال خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔“ ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران نے بھی دبی فخر بول دیا کیونکہ اس وقت کسی مذاق کرنے کا ماحول نہ تھا۔ اور جب وہ ڈاکٹر سمیت اوپر پہنچ گئے خاتون اسی طرح بے ہوش چلتی ہوئی تھیں اور بچہ بڑی بے چینی کے عالم میں وہاں ٹہل رہا تھا ڈاکٹر

کو دیکھ کر اس کے چہرے پر ہیئت اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

”انکل ڈاکٹر دیکھیں میری مہی کو کیا ہو گیا ہے.....“ بچے نے جس کا نام سلیمان نے عامر بتایا تھا ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”فکر مت کرو بیٹے یہ ابھی ٹھیک ہو جائیں گی.....“ ڈاکٹر نے کرسی گھسیٹ کر بیڈ کے پاس بیٹھے ہوئے کہا عمران نے ڈاکٹر کو بتایا کہ اس نے ایک انجکشن خاتون کو لگایا ہے۔

”اوہ آپ بھی ڈاکٹر ہیں.....“ ڈاکٹر اعظم نے حیران ہو کر کہا۔
”جی نہیں بس ابتدائی طبی امداد کھلے میں کچھ نہ کچھ جانتا ہوں.....“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلادیا اور پھر خاتون کی نبض اور آنکھیں کھول کر دیکھنے کے بعد انہوں نے اپنا بیگ کھولا اور انجکشن تیار کرنے لگے۔

”ان خاتون کو گنڈھیا ہے شاید.....“ عمران نے اس انجکشن والی شیشی پر موجود لیبل کو دیکھتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر اعظم نے اثبات میں سر ہلادیا اور پھر انجکشن لگا کر انہوں نے بیگ سے ہی گولیوں کا ایک بیگ نکالا اور سلیمان کی طرف بڑھا دیا۔

”سلیمان صاحب یہ ابھی ہوش میں آجائیں گی پھر انہیں بتا دیجئے کہ انہوں نے یہ گولیاں دن میں تین بار کھانی ہے اور کل تجھے کینک میں مل لیں گی.....“ ڈاکٹر اعظم نے کہا اور بیگ بند کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔
”اب تجھے اجازت عمران صاحب.....“ ڈاکٹر اعظم نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آپ کی فیس.....“ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔
”اوہ نہیں عمران صاحب مسر مراد میری بچی کی استاد ہیں میں ان سے فیس نہیں لیا کرتا شکریہ.....“ ڈاکٹر نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا جبکہ عمران اور سلیمان وہیں بیٹھ گئے تو بڑی درپردہ اس خاتون نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں بخار کی شدت کی وجہ سے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں چند لمحوں تک تو ان کی آنکھوں میں شعور کی چمک پیدا نہ ہوئی لیکن شعور آتے ہی جیسے ہی ان کی نظریں سامنے بیٹھے ہوئے عمران پر پڑیں ان کی آنکھوں میں حیرت کی جھلکیاں ابھریں اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے لاشعوری طور پر سمٹ کر اٹھنے کی کوشش کی۔

”لیئے رہیے مسر مراد میں آپ کا ہمسایہ ہوں اور ہمسائے تو ماں جائے میرا مطلب بھائیوں کی طرح ہوتے ہیں.....“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سلیمان۔ تم..... مگر.....“ خاتون نے ایک طرف پڑی ہوئی چادر گھسیٹ کر اپنے جسم پر ڈالتے ہوئے سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ میرے صاحب ہیں علی عمران صاحب.....“ سلیمان نے جواب دیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ اچھا۔ مگر۔ آپ کو تکلیف ہوئی شاید عامر نے آپ کو بلایا ہو گا میں شرمندہ ہوں.....“ خاتون نے اس بار قدرے اطمینان

بھرے سچے میں کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں مسز مراد، ہمسائے تو ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی ہوتے ہیں۔“..... عمران نے کہا پھر سلیمان نے پانی کا گلاس لاکر مسز مراد کو ڈاکٹری دی ہوئی ایک گولی کھلائی چند لمحوں بعد وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اب ان کے بچے پر موجود سرفنی خاصی کم ہو گئی تھی۔

بیٹے عامر عمران صاحب کے لئے فریق سے مشروب لے آویہ پہلی بار ہمارے فلیٹ پر آئے ہیں۔“..... مسز مراد نے عامر سے مخاطب ہو کر کہا۔
”یس مئی۔“..... عامر نے مسکراتے ہوئے کہا اور تیزی سے دوسرے کمرے کی طرف دوڑ گیا۔

”آپ خواہ خواہ ٹکف کر رہی ہیں آپ بتائیے اب آپ کی طبیعت کیسی ہے۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب میں اپنے آپ کو کافی بہتر محسوس کر رہی ہوں ساتھ والے ہمسائے بے حد اچھے ہیں وہ مجھے سنبھال لیتے ہیں لیکن وہ کسی شادی کے سلسلے میں باہر گئے ہوئے ہیں اس لئے جیسے ہی میری طبیعت خراب ہوئی میں نے عامر سے کہا کہ وہ سلیمان اٹکل کو بلا لائے پھر مجھے ہوش ہی نہیں رہا۔“..... مسز مراد نے جواب دیا اسی لمحے عامر ہاتھ میں جوس کے دو ڈبے لئے ہوئے واپس آیا۔

”یہ لیجئے اٹکل اور اٹکل آپ بھی۔“..... عامر نے مسکراتے ہوئے ایک ڈبہ عمران کے ہاتھ میں اور دوسرا سلیمان کی طرف بڑھاتے ہوئے

کہا۔

”معاف کیجئے مجھے ذاتی سوال کرنے تو نہیں چاہیں لیکن آپ کی پوزیشن دیکھنے کے بعد میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ عامر کے ساتھ اکیلی کیوں رہ رہی ہیں جب کہ آپ پر یہ بیماری بھی حملہ آور ہو چکی ہے۔“..... عمران نے جوس سپ کرتے ہوئے کہا تو مسز مراد نے ایک طویل سانس لیا اس کے چہرے پر یکھٹا انتہائی کرب کے تاثرات ابھر آئے۔

”عمران صاحب عامر کے والد مراد میرے شوہر آج سے چھ سال قبل اچانک غائب ہو گئے وہ یہاں سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ میں آفیسر تھے اس وقت عامر کی عمر ایک سال تھی اور ہماری شادی کو دو سال ہوئے تھے مراد حسب معمول اس منخوس صبح کو تیار ہو کر دفتر گئے۔ پھر جب وہ رات تک واپس نہ آئے تو میں بے حد پریشانی ہوئی۔ میں نے ان کے ملنے جلنے والوں ان کے دوستوں کو فون کئے۔ مگر سب لاعلم تھے پھر رات گزر گئی۔ دوسری صبح میں خود ان کے دفتر گئی تو پتہ چلا کہ وہ تو کل دفتر ہی نہیں آئے۔ پھر عمران صاحب میں نے نبانے کہاں کہاں تحریریں ماریں۔ پولیس کو رپورٹ کرائی۔ اخبارات میں اشتہارات دیئے۔ نبانے کہاں کہاں انہیں تلاش کیا لیکن ان کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ نبانے انہیں آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی۔ یہ فلیٹ کا ذاتی تھا جو جمع پونجی تھی وہ سب میں نے کھائی تو مجبوراً مجھے سکول میں سروس کرنی پڑی۔ مراد صاحب کے والدین وفات پا چکے تھے۔ میرا

”اب کیا صورت نکلے گی بہر حال آپ فوٹو لے لیں۔ عامر بیٹے جا کر الہم لے آؤ اور عمران صاحب کو دے دو“..... مسز مراد نے کہا اور عامر سر ملاتا ہوا واپس چلا گیا جب لکھن بعد وہ ایک بڑی سی الہم لے کر واپس آیا۔

”اس میں ہماری شادی سے لے کر ان کے غائب ہونے تک سب فوٹو موجود ہیں۔ ان میں سے جو آپ چاہیں لے لیں“..... مسز مراد نے کہا تو عمران نے الہم کھولی اور اسے دیکھنے لگا۔ مراد واقعی ایک سمارٹ اور دلچسپ نوجوان تھا۔ اس کے چہرے پر شرافت کے تاثرات بھی نمایاں تھے۔ عمران الہم دیکھتا رہا۔ آخر میں ایک فوٹو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ اس میں مراد کے ساتھ ایک اور آدمی کھڑا ہوا تھا۔

”یہ کون صاحب ہیں“..... عمران نے الہم مسز مراد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”یہ ان کے دفتر کے ساتھی ہیں۔ اقبال فہیم صاحب۔ ان کے بڑے گھرے دوست تھے۔ انہوں نے بھی انہیں تلاش کرنے کی بے حد کوشش کی لیکن بے سود“..... مسز مراد نے کہا۔

”کیا یہ اب بھی دفتر میں کام کرتے ہیں“..... عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں اب تو یہ کافی بڑے افسر ہیں“..... مسز مراد نے جواب دیا اور عمران نے اشبات میں سر ملاتے ہوئے الہم سے ایک چھوٹا نمونہ صاف فوٹو نکالا اور مسز مراد کو دکھا کر اس نے اسے جیب میں رکھ لیا۔ پھر اس نے مسز مراد سے اس کے شوہر کے غائب ہونے کی حتمی تاریخ

بھی صرف ایک بھائی تھا جو شادی شدہ ہے۔ اس نے مجھے اپنے گھر لے جانا چاہا۔ لیکن میں مراد کا گھر نہ چھوڑنا چاہتی تھی اور مجھے ان کا انتظار بھی تھا۔ لیکن آج چھ سال ہو گئے ہیں۔ آج تک بس انتظار ہی کر رہی ہوں۔ یہ بیماری بھی اس پریشانی اور اعصابی دباؤ کی وجہ سے ہوئی ہے“..... مسز مراد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”صاحب میں جاؤں“..... سلیمان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا

”ہاں میرا بیگ لے جاؤ میں آ رہا ہوں“..... عمران نے کہا اور سلیمان عمران کا بیگ اٹھا کر اور مسز مراد کو سلام کر کے واپس چلا گیا۔

”مراد صاحب دفتر کس چیز پر جاتے تھے“..... عمران نے پوچھا۔

”بس پر۔ میں نے بس اڈوں پر جا کر معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ سچہ نہ چلا“..... مسز مراد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پولیس نے کوئی انکوائری کی“..... عمران نے پوچھا۔

”جی پولیس والوں نے پہلے تو مجھے تسلی دی پھر آہستہ آہستہ انہوں نے بے رخی اختیار کر لی اور اس کے بعد انہوں نے صاف جواب دے دیا“..... مسز مراد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کے پاس ان کا فوٹو تو ہوگا“..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں“..... مسز مراد نے جواب دیا۔

”آپ ان کا فوٹو مجھے دے دیں۔ میں اپنے طور پر کوشش کرتا ہوں

شاید کوئی بہتری کی صورت نکل آئے“..... عمران نے کہا۔

پوچھی اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں آپ کو فی الحال کوئی امید تو نہیں دلا سکتا لیکن بہر حال میں کوشش ضرور کروں گا اور ہاں آپ کو کسی بھی وقت کسی قسم کی بھی ضرورت ہو۔ آپ بلا تکلف مجھے یا سلیمان کو کہہ سکتی ہیں۔ میں سلیمان سے کہہ دیتا ہوں کہ وہ آپ کا فون بھی درست کرانے کی کوشش کرے۔ اب مجھے اجازت دیجئے..... عمران نے کہا تو مسر مراد نے اس کا شکریہ ادا کیا اور عمران سر ملاتا ہوا فلیٹ سے باہر آگیا۔

”سلیمان مسر مراد کا فون خراب ہے۔ اسے ٹھیک کرانے کے لئے کمپلیٹ درج کراد..... عمران نے فلیٹ میں پہنچ کر سلیمان کو آواز دیتے ہوئے کہا جو باورچی خانے میں تھا۔

”جی صاحب..... سلیمان نے وہیں سے جواب دیا تو عمران سر ملاتا ہوا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے لباس تبدیل کیا اور پھر سلیمان کو دروازہ بند کر دیتے کا کہہ کر وہ فلیٹ سے باہر آیا اور چند لمحوں بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے میونسپل لائبریری کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ وہ ان تارنٹوں کے اخبارات چنیک کرنا چاہتا تھا جب مراد اس طرح اچانک غائب ہوا تھا۔ یہ بات اس کے حلق سے نہ اتر رہی تھی کہ ایک پڑھا لکھا شریف اور سمجھدار آدمی گھر سے دفتر جانے کے لئے نکلے اور پھر اس طرح غائب ہو جائے۔ اسے اس چکر کے پیچھے کوئی خاص راز نظر آ رہا تھا اور وہ بہر حال اسے حل کرنا چاہتا تھا۔ میونسپل لائبریری کی پارکنگ میں اس نے کار روکی اور پھر کار سے اتر کر

وہ لائبریری کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ اس سیکشن میں پہنچ گیا جہاں اخبارات کا ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ اس شعبے کا انچارج ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ لیکن اس کے ہرے پر برباری اور بوسہ کے تاثرات لسنے واضح تھے کہ عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”جی فرمائیے جناب آپ بھی فرمائیے..... اس آدمی نے اسی طرح ہزار اور ناخوشگوار سے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا تو عمران نے کرسی گھسیٹی اور اطمینان سے اس کی میز کے ساتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔

”کیا آپ میری فرمائش واقعی پوری کریں گے..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی۔ کیسی فرمائش۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں یہاں لوگوں کی فرمائشیں تو پوری کرنے کے لئے نہیں بیٹھا ہوا..... اس آدمی نے اور زیادہ ہزار لہجے میں کہا۔

”تو پھر آپ یہاں کس لئے بیٹھے ہوئے ہیں..... عمران نے جواب دیا۔

”آپ پلز فائنو باتیں نہ کریں۔ بتائیے کیا کام ہے آپ کو کیا چاہئے..... اس آدمی نے ہونٹ جباتے ہوئے کہا۔

”آپ کا نام کیا ہے..... عمران نے پوچھا۔

”میرا نام۔ کیوں۔ کیلہاں آپ میرا نام پوچھنے آئے ہیں۔ دیکھئے صاحب میرے پاس آپ کے فضول سوالوں کے جواب دینے کا قطعی وقت نہیں ہے..... اس آدمی نے اور زیادہ اکھڑے ہوئے لہجے میں

”نسوانی نام۔ یعنی میں آپ کو عورت نظر آ رہا ہوں۔ آپ سمجھتے کیا ہیں مجھے۔ میرا نام رانا نور ہے اور میں آپ جیسے بکواس کرنے والوں کا منہ بھی توڑ سکتا ہوں۔“ رانا صاحب اس پار واقعی تو تڑاک پر اتر آئے تھے۔

”جلو اسی بہانے نام کا تو پتہ لگا۔ ہاں رانا نور صاحب۔ آپ نے لائبریری سائنس میں ڈگری کس یونیورسٹی سے لی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ آفر ہیں کیا بلا۔ کیوں آپ یہ الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں۔ کیا قصور ہے میرا۔ کیا کہا ہے میں نے۔ پتہ نہیں کس عذاب میں پھنسن گیا ہوں۔ جو منہ اٹھائے آتا ہے۔ ایسی ہی الٹی سیدھی باتیں شروع کر دیتا ہے۔“ رانا نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے اٹھائی تھلائے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران کرسی سے اٹھا اور تیزی سے مڑ کر وہ ہیڈ لائبریرین کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ ہیڈ لائبریرین کا باقاعدہ دفتر بنا ہوا تھا۔ دروازے پر ایک چڑاسی بھی موجود تھا۔

صاحب میننگ میں معروف ہیں۔“ چڑاسی نے عمران کو دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کر سٹپل سے اٹھتے ہوئے قدرے کرخٹ لہجے میں کہا۔

”کس کے ساتھ۔“ عمران نے مسکرا کر پوچھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا عمران نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا یہ ایک خاص بڑا کمرہ تھا۔ ایک بڑی سی دفتری میز کے پیچھے ایک منحنی سا

کہا۔

”چلیے آپ وہ سوال بتادیں۔ جن کے جواب دینے کا آپ کے پاس وقت ہو۔“ عمران نے کہا۔

”کیا۔ کیا مطلب۔ آپ ہیں کون۔ کیا مقصد ہے آپ کا۔“ اس آدمی نے اور زیادہ اٹھوتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر اب بیزاری کے ساتھ ساتھ غصے کے تاثرات بھی ابھرتے آئے تھے۔

”میرا نام علی عمران ہے اور میرا تعلق اقوام متحدہ کی ورلڈ لائبریری سے ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ہو گا تو پھر میں کیا کروں۔“ اس آدمی کی کیفیت ہی نہ بدل رہی تھی۔

”آپ رہا سبنا چ سکتے ہیں۔ ٹوئسٹ کر سکتے ہیں بریک ڈانس کر سکتے ہیں۔ آپ تو سب کچھ کر سکتے ہیں۔“ عمران نے اسے اور چڑاتے ہوئے کہا۔

”کیا۔ کیا نام لئے ہیں آپ نے۔ کیا ناچ۔ کیا مطلب۔ دیکھیں جناب آپ جو بھی ہیں۔ گور نہیں صدر ہیں۔ خدائی فوجدار ہیں۔ ہوں گے لیکن پلیر آپ مجھے تنگ نہ کریں۔“ اس آدمی نے اور زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں نے آپ کا نام پوچھا تھا۔ کہیں آپ کا نام نسوانی قسم کا تو نہیں کہ آپ بتاتے ہوئے شرما رہے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہے۔ اب کیا کیا جائے صاحب یہاں تو اندھیر نگری ہے۔ یہ رانا صاحب موصول چوٹگی ٹکھے میں سپروائزر ہیں۔ ان کا لائبریری سے یا کتابوں سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ ان کے خلاف لارڈ میئر صاحب کو شکایت پہنچائی گئی پتا نچہ لارڈ میئر صاحب نے انہیں سزا کے طور پر وہاں سے ہٹا کر یہاں لائبریری میں تعینات کر دیا۔ اب وہ صاحب ہیں کہ کسی سے سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتے اور ہر آدمی میرے پاس آ جاتا ہے۔ لیکن میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں نے لارڈ میئر صاحب کو لکھ کر بھیجا ہے کہ انہیں یہاں سے شفٹ کریں لیکن کوئی جواب ہی نہیں آیا۔ سلام صاحب نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اسے اب کچھ آئی تھی کہ رانا صاحب کے چہرے پر بیزاریت کیوں تھی اور وہ کیوں کاٹ کھانے کو دوڑ رہے تھے۔ "تو یہ لائبریری نہیں ہے۔ سزا یافتہ افراد کا ادارہ ہے۔ آپ کون سے شعبے سے یہاں شفٹ ہوئے ہیں؟"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے جناب میں تو یہاں ہیڈ لائبریرین ہوں۔" سلام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اصل سزا رانا نور کو نہیں آپ کو مل رہی ہے؟"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سلام صاحب نے انہماک میں سر ہلادیا۔

"ان رانا صاحب کو بلوایئے میں کو شش کرتا ہوں کہ آپ کو ملنے

گئے سروال آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ مزکی سائیڈوں پر دو آدمی موجود تھے۔ وہ تینوں چائے پینے اور گپیں ہانکنے میں مصروف تھے۔

"جی۔ جی۔ آپ۔ اوہ۔ مگر..... اسی منہی سے آدمی نے چونک کر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"معذرت خواہ ہوں آپ کی انتہائی سنجیدہ میننگ میں دخل اندازی کر رہا ہوں۔ میرا نام علی عمران ہے..... عمران نے مسکراتے ہوئے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوہ کتابوں کی خریداری کے سلسلے میں کاروباری بات ہو رہی تھی۔ بہر حال تشریف رکھیں..... اس آدمی نے کہا اور عمران ایک سائیڈ پر رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہمیں اجازت دیجئے سلام صاحب..... پہلے سے بیٹھے ہوئے دونوں آدمیوں نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ سلام صاحب نے ان سے دعا سلام کی اور پھر وہ دونوں عجیب سی نظروں سے عمران کو دیکھتے ہوئے واپس چلے گئے۔

"جی فرمائیں عمران صاحب میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"..... ہیڈ لائبریرین نے عمران کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔ "پہلے تو یہ بتائیے کہ جو صاحب اخبارات سیکشن کے انچارج ہیں اور جن کا نام شاید رانا نور ہے۔ وہ کب سے یہاں کام کر رہے ہیں؟"..... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ آپ کو شاید ان کے رویے سے کوئی شکایت پیدا ہوئی

"لارڈ میئر خلیفہ حکیم صاحب ہیں ناں"..... عمران نے سلام سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں وہی ہیں"..... سلام نے جواب دیا۔

"ان کا فون نمبر کیا ہے"..... عمران نے پوچھا۔

"کیوں۔ کیا آپ انہیں فون کرنا چاہتے ہیں"..... سلام نے چونک کر پوچھا۔

"میں آپ کی اور رانا صاحب دونوں کی سزا ختم کرانا چاہتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ لائبریری میں آنے والے صاحبان کی بھی جن کا رابطہ رانا صاحب سے پڑ جاتا ہے اور نجانے یہاں کتنے رانا صاحبان موجود ہوں گے"..... عمران نے کہا۔

"صاحب یہ تو ہوتا رہتا ہے۔ آپ فرمائیں آپ کیا چاہتے ہیں۔ میں آپ کی خدمت کر دیتا ہوں"..... سلام صاحب نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں آپ کی شکایت نہیں ہوگی آپ نمبر بتائیں ورنہ مجھے انکو انری سے پوچھنا پڑے گا"..... عمران نے جواب دیا تو اس بار ہیڈ لائبریرین نے فون نمبر بتا دیا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

"ہی اے ٹو لارڈ میئر"..... رابطہ قائم ہوا۔ دوسری طرف سے ایک کرخت سی آواز سنائی دی۔

"لارڈ میئر سے بات کرائیں میں علی عمران بول رہا ہوں۔" عمران نے کہا۔

والی یہ سزا ختم کر ادوں"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی۔ مگر۔ آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا"..... سلام صاحب نے عمران کی بات سن کر چوٹتے ہوئے کہا۔

"تعارف تو وہی ہے جو میں نے پہلے کر دیا ہے۔ یعنی میرا نام علی عمران ہے اور بس"..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو سلام صاحب نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی پر ہاتھ مارا۔ دوسرے لمحے چڑاسی اندر داخل ہوا۔

"رانا نور صاحب کو بلاؤ"..... سلام صاحب نے کہا اور چڑاسی سر بلاتا ہوا واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی بیزار شخصیت اندر داخل ہوئی اس نے عمران کو وہاں بیٹھنے دیکھ کر برا سامنہ بنایا لیکن بغیر کچھ کہے وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے۔ آپ نے مجھے بلایا ہے۔ ان صاحب نے شکایت کی ہوگی۔ کرتے رہیں شکایت۔ میرا کیا بگاڑ لیں گے یہ یا آپ"..... رانا نور نے اسی طرح اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رانا صاحب سلام صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ لارڈ میئر صاحب نے آپ کو بطور سزا یہاں بھیجا ہے۔ کیا شکایت تھی آپ کے خلاف ان کو"..... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"شکایت کیا ہوئی تھی۔ میں نے کون سا پہاڑ توڑ دیا تھا ان پر۔ اپنے کسی سفارشی کو جگہ دینی تھی۔ دے دی اور مجھے یہاں بھیٹکوا دیا"..... رانا نور نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

آپ نے رانا نور..... دوسری طرف سے معذرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"ہاں رانا نور اور یہ بھی سن لیں لارڈ میئر صاحب کہ آئندہ اگر ایسی کوئی مثال سامنے آئی تو پھر مجھے انتہائی اعلیٰ سطح پر اس سلسلے میں بات کرنی ہوگی..... عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ میں خاص طور پر خیال رکھوں گا۔ آپ ان رانا نور صاحب سے میری بات کرائیں..... لارڈ میئر نے انتہائی معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہیڈ لائبریرین صاحب سے بات کر لیں جن کے ان رانا نور صاحب کے خلاف شکایات سننے سننے کا نپک گئے ہیں انہوں نے آپ کو لکھ کر بھی بھیجا تھا۔ لیکن آپ نے کوئی نوٹس ہی نہیں لیا۔" عمران نے اسی طرح سخت لہجے میں کہا اور رسیور سلام صاحب کی طرف بڑھادیا۔

"جی۔ جی۔ صاحب۔ میں ہیڈ لائبریرین بول رہا ہوں جتاپ۔"

سلام صاحب نے انتہائی مؤدبانہ لیکن کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رانا نور کو فوراً ہدایت کریں کہ وہ ابھی اور اسی وقت میرے دفتر آجائے..... دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ سلام صاحب نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کرپٹل پر کھ دیا۔

"رانا صاحب آپ کو لارڈ میئر صاحب اپنے آفس میں ملنا چاہتے

ہیں..... سلام نے کہا۔

"ٹھیک ہے مل لیتا ہوں..... رانا نے اسی طرح منہ بناتے ہوئے کہا اور اٹھ کر تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"صاحب آپ نے واقعی اس لائبریری اور اس میں آنے والوں پر احسان کیا ہے۔ ورنہ ہمارے لئے تو یہ رانا صاحب ایک لائنل مسند بن گئے تھے۔ آپ فرمائیے آپ کیا پینا پسند کریں گے..... سلام نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سوری پہلے ہی کافی وقت ضائع ہو گیا ہے۔ مجھے آج سے چھ سال پہلے کے اخبارات دیکھنے تھے..... عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ آئیں میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں..... سلام نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ عمران کے ساتھ ہی اس سیکشن میں پہنچا۔

عمران نے وہاں موجود اسسٹنٹ کو وہ حتمی تاریخ بتائی جس روز مراد غائب ہوا تھا اور اس تاریخ سے چند روز پہلے کے اخبارات طلب کیے تھوڑی دیر بعد اخبارات اسے مہیا کر دیئے گئے اور عمران اس کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ ہیڈ لائبریرین واپس چلے گئے تھے۔ لیکن چند لمحوں بعد اسسٹنٹ نے مشروب کی ایک بوتل عمران کے سامنے لا کر رکھ دی اور پھر اس سے پہلے کہ عمران چونک کر کچھ کہتا وہ واپس چلا گیا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے بوتل اٹھائی اور اسے سپ کرنے لگا۔

دو اخبارات کا بڑی باریک بینی سے مطالعہ کر رہا تھا۔ پھر چوتھے روز کے ایک مقامی اخبار میں اس کی نظریں جیسے ہی ایک خبر پر پڑیں وہ بے

اختیار چونک پڑا۔ یہ خبر بردہ فروشوں کے ایک گروہ کی گرفتاری کے سلسلے میں تھی۔ عمران چونکا اس لئے تھا کہ اس میں ذکر تھا کہ اس گروہ کی گرفتاری کے لئے محکمہ سوشل ویلفیئر کے ایک افسر نے پولیس کو مغربی کی تھی لیکن اس آدمی کا نام درج نہ کیا گیا تھا۔ عمران نے اس تھانے کا نام دیکھا جس نے اس گروہ کی گرفتاری کی تھی اور پھر باقی اخبارات دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد اسے ایسی کوئی خبر نظر نہ آئی جس پر وہ چونکتا۔ اس نے ایک بار پھر وہ اخبار اٹھایا۔ اس کی تاریخ دیکھی وہ مراد کی کشدگی سے ایک ہفتہ قبل کا اخبار تھا اس نے ایک بار پھر وہ خبر پڑھی اور اخبارات رکھ کر وہ کرسی سے اٹھا اور پچ اسسٹنٹ کا شکریہ ادا کر کے وہ تیز قدم اٹھاتا لائبریری سے باہر آ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے دانش منزل کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

کار دار الحکومت کے ایک پرانے محلے کی تنگ اور ٹوٹی پھوٹی سڑک پر، جھلتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ سیزنگ پر چوہان تھا جب کہ سائڈ سیٹ پر صدیقی بیٹھا ہوا تھا۔ عقبی سیٹ پر نعمانی اور خاور موجود تھے۔

”جہیں یقین ہے چوہان کہ کر مو کا تعلق بردہ فروشوں سے ہے..... صدیقی نے سیزنگ پر بیٹھے ہوئے چوہان سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ چاروں اس وقت مقامی میک اپ میں تھے۔ ان کے جیسوں پر عام سے لباس تھے۔ انہوں نے میک اپ بھی عام بد معاشوں جیسے ہی کئے ہوئے تھے۔

”ہاں مجھے ایک خاص آدمی نے بتایا ہے..... چوہان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ سچے اغوا کر کے اور انہیں فروخت کر کے کیا کرتے ہیں۔“

کھینچ کر طرف سے بنایا گیا تھا۔ اس پر اس کا اشتہار پینٹ کیا گیا تھا۔ یہ کہ یہ کاؤنٹر اس قدر گندہ ہو رہا تھا کہ اسے دیکھنے کو بھی جی نہ چاہ رہا تھا۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک موٹی توند والا آدمی ایک سٹول پر چڑھا بیٹھا سو تھا۔ موٹا سا پیٹ اس نے کاؤنٹر پر رکھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر جین کر دوسری مسکراہٹ جیسے مثبت نظر آتی تھی۔

”کرمو دادا کون ہے؟“ صدیقی نے اس موٹے پیٹ والے کو پوچھا۔
 ”جیسے بتاؤ کہ تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو اور کیوں آئے ہو۔“
 ”میں صوفے پیٹ والے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔“

”میں چھوٹا چمپو ہے اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ ہم کمراٹ سے آئے ہیں۔“
 ”جس کا نام کرمو ہے؟“ صدیقی نے اسے اہتائی ضروری کام ہے۔“ صدیقی نے جواب دیا۔

”جو کیا کام ہے میرا نام کرمو ہے؟“ اس موٹے پیٹ والے نے نہیں غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”بڑے سودے کی بات کرنی ہے۔ کیا نہیں کاؤنٹر پر ہی ہوگی۔“
 ”مجھے نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”بڑا سودا۔ کس قسم کا سودا کھل کر بات کرو؟“ کرمو نے حیرت سے بولے۔

”پچاس پچے چاہئیں۔“ صدیقی نے آواز دبا کر بات کرتے ہوئے کہا۔
 ”پچے۔ کیا مطلب؟“ کرمو نے بری طرح چوٹکتے ہوئے کہا۔

عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے خاور۔
 ”اس آدمی نے بتایا تھا کہ پاکیتیائے۔ مالی بہاؤ علاقے میں جعلی مال تیار کرنے والی بڑی بڑی فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں جو ہر چیز کی نقل تیار کر کے اسے اہتائی منظم طریقے سے پاکیشیا میں پھیلا دیتے ہیں۔ ان فیکٹریوں میں وہ ان بچوں سے یہ گار لیتے ہیں۔“..... چوہان نے جواب دیا۔
 ”دیری بیڈیہ تو اہتائی ظلم ہے۔ ایک تو مال نقلی تیار کرنا جرم ہے پھر ان بچوں کا اغوا۔ یہ تو اہتائی بھیا نک جرم ہیں۔“..... خاور نے کہا اور باقی ساتھیوں نے اشبات میں سر ہلا دیے۔ تھوڑی دیر بعد کار ایک چوک پر پہنچ کر رک گئی۔

”وہ سانسے ہوٹل ہے کرمو کا؟“..... چوہان نے چوک کے جنوبی طرف ایک گھنٹیا درجے کے ہوٹل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
 ”آؤ۔“..... صدیقی نے کہا اور کار سے نیچے اتر آیا۔ باقی ساتھی بھی نیچے اترے اور پھر وہ چاروں تیز قدم اٹھاتے اس گندے اور اہتائی گھنٹیا ہوٹل کی طرف پہنچنے لگے۔ جب وہ ہوٹل میں داخل ہوئے تو وہاں غنڈے ٹائپ کے افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ گھنٹیا سگریٹوں اور منشیات کے دھوئیں سے ہوٹل کی فضا زہر آلود ہی دوسری تھی۔ ہوٹل کی حالت بھی بے حد گندی تھی۔ لیکن وہاں موجود لوگ اس طرح اطمینان سے بیٹھے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے ہنس بول رہے تھے جیسے وہ اس گندے ہوٹل کی بجائے کسی اعلیٰ ہوٹل میں بیٹھے ہوئے ہوں۔ ایک طرف کاؤنٹر سا تھا۔ جو کسی مشروب بنانے والی

”مطلب تو تم اچھی طرح جانتے ہو کرو دادا بڑا خان تو تمہاری تعریفیں کر رہا تھا کہ کھرا کام کرنے والا ہے“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ اچھا تو بڑے خان نے تمہیں بھیجا ہے۔ اوہ تو یوں کہو ناں۔ لیکن کوئی نشانی بھی لے آئے ہو“..... کرو نے جلدی سے کاؤنٹر پر رکھا ہوا پیٹ ہٹا کر سنول سے اترتے ہوئے کہا۔ اب اس کے کاندھے صرف کاؤنٹر کے باہر تھے۔ باقی جسم کاؤنٹر کے اندر چھپ گیا تھا۔ ”نشانی بھی مل جائے گی“..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرو دادا نے اثبات میں سر ہلادیا اور پھر کسی شرفو کو اس نے آواز دی۔ دوسرے لمحے ایک لمبا تڑکا غنڈہ کہیں سے نمودار ہو کر کاؤنٹر کے پاس پہنچ گیا۔

”تم کاؤنٹر سنبھالو شرفو میں ذرا ان لوگوں سے دو چار باتیں کر لوں“..... کرو دادا نے کاؤنٹر کے پیچھے سے نکلتے ہوئے اس آدمی سے کہا۔

”ٹھیک ہے دادا“..... شرفو نے جواب دیا اور کاؤنٹر کے پیچھے چلا گیا۔

”آؤ جی“..... کرو دادا نے صدیقی اور اس کے ساتھیوں سے کہا اور پھر سائیڈ میں موجود ایک چٹلی سی راہداری میں گھس گیا۔ موٹی توند اس کے چلتے ہوئے مسلسل ہل رہی تھی۔ لیکن کرو دادا کی چال میں خاصی تیزی اور مستعدی تھی۔ راہداری کے آخر میں ایک دروازہ تھا

جسے کرو دادا نے کھولا اور پھر وہ انہیں اپنے پیچھے اندر آنے کا اشارہ کرتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ صدیقی اور اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے اندر داخل ہوئے۔ یہ کمرہ بھی انتہائی گندہ سا تھا۔ اس میں ایک میز اور اس کے گرد چھ سات پرانی سی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

”بٹھو اور چپٹے مجھے بڑے خان کی نشانی دکھاؤ تاکہ کھل کر بات ہو سکے“..... کرو دادا نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”نشانی یہی ہے کہ کرو دادا کہ بڑے خان نے کہا تھا کہ اس کا نام نے دنیا بس کافی ہے“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”ہو نہہ اچھا تو بولو۔ کیا بات ہے“..... کرو دادا کے پھرے کا ٹک بدل گیا تھا۔

”پس پلے جائیں۔ بتایا تو ہے“..... صدیقی نے جواب دیا۔ ”لیکن میں نے یہاں کتوں کا فارم تو نہیں کھول رکھا کہ تم پلے نہ لگے ہو۔ یہ تو ہو مل ہے“..... کرو دادا نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم ہم پر اعتبار نہیں کر رہے تو ٹھیک ہے مت کرو۔ ہم کسی اور سے بات کر لیتے ہیں“..... صدیقی نے منہ بنا کر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ساتھی بھی کمرے ہو گئے۔ صدیقی دروازے کی طرف مڑا۔ لیکن ابھی اس نے قدم بڑھائے ہی تھے کہ کرو دادا بول پڑا۔

”آجاؤ۔ اب مجھے یقین آگیا ہے۔ آجاؤ“..... کرو دادا نے کہا اور

”ہاں ایسا تو ہو سکتا ہے۔ کم از کم پارٹی کچھ تو مطمئن ہو جائے گی۔“ صدیقی نے کہا۔

”دس سے کام چل جائے گا فوری طور پر۔“ کرموداوانے کہا۔
”دس تو تھوڑے ہیں پچیس تو دو۔“ صدیقی نے کہا۔

”اس سے زیادہ ہم رکھتے ہی نہیں۔ آرڈر بھی زیادہ سے زیادہ دس پندرہ کا ہی ہوتا ہے۔ تم پہلے آؤی ہو جو پچاس اکٹھے مانگ رہے ہو۔ کیا نئی فیکٹری کھولی ہے تھہاری پارٹی نے؟“ کرموداوانے کہا۔

”ہمیں کسی فیکٹری سے کوئی مطلب نہیں۔ ہماری پارٹی نے آرڈر دیا ہے اور ہم نے اسے سپلائی کرنے ہیں۔ چلو دس ہی ہبی باقی کب تک ہو جائیں گے۔“ صدیقی نے پوچھا۔

”بتایا تو ہے۔ ایک ماہ لگے گا۔“ کرموداوانے کہا۔

”نہیں ایک ماہ تو بہت لمبا عرصہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کی بات کرو۔“ صدیقی نے کہا۔

”نہیں اس قدر تیز رفتاری سے بچے اغوا ہونے شروع ہو جائیں تو لوگ جمع ہوتے ہیں اور پھر پولیس کی کارروائی تیز ہو جاتی ہے۔ بہت ہی کم ہو تو بیس روز تو بہر حال لگ ہی جائیں گے۔“ کرموداوانے کہا۔
”چلو دس روز کرو۔ باقی چالیس بچے ہی تو دیتے ہیں تم نے۔ کون سا سینکڑوں ہزاروں کی بات ہو رہی ہے۔“ صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”چلو تھہارے لئے پندرہ دن۔ بس اس سے کم نہیں ہو سکتا۔ اس

صدیقی واپس پلٹ پڑا۔

”یہ لفظ سننے کے بعد تمہیں یقین آ جانا چاہئے تھا۔ تم خود جانتے ہو کہ یہ لفظ اغوا شدہ بچوں کے لئے وہی استعمال کرتے ہیں جو اس برنس میں ہوتے ہیں۔“ صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا اور دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے باقی ساتھی بھی خاموشی سے بیٹھ گئے۔

”ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ سرکاری لوگ ہمارے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ بہر حال بتاؤ کتنی عمر کے چاہئیں اور کب۔“ کرموداوانے اس بار مکروہ سے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔
”درمیانی عمر کے اور آج ہی۔“ صدیقی نے کہا۔

”آج۔ تو کیا واقعی تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ میں نے ان کا فارم کھول رکھا ہے۔“ کرموداوا ایک بار پھر بگڑ گیا تھا۔

”ہمیں تو یہی بتایا گیا تھا کہ تھہارے پاس ہر وقت سٹاک موجود رہتا ہے۔“ صدیقی نے جواب دیا۔

”سٹاک۔ میرا دماغ تو خراب نہیں ہے کہ ان کا سٹاک رکھوں میں تو آرڈر پر کام کرتا ہوں۔ آرڈر دے جاؤ رقم پوری ایڈوانس اور مال ایک ہفتے بعد ملے گا۔“ کرموداوانے کہا۔

”پھر تم سے بات نہیں ہو سکتی۔“ صدیقی نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”جتنے ہوں ڈمپو۔ اتنے تو لے لیں۔ باقی بعد میں سپلائی کر دیں

گے۔“ اس بار چوہان بول پڑا۔

کے بعد جہاری مرضی..... کرموداد نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اب رست بتاؤ۔ لیکن خیال رکھنا کہ ہم بڑا سودا کر رہے ہیں اور یہ پہلا سودا ہے جہارے ساتھ۔ اس کے بعد نجانے اور کتنے بڑے سودے ہوں گے..... صدیقی نے کہا۔

”دس ہزار فی پلا اور کسی بات کی فکر مت کرنا۔ پلا صحت مند ہوگا..... کرموداد نے کہا۔

”آخری بار کہہ رہا ہوں کرموداد! لینے دینے کی بات کرو۔ جو آخری بات ہو وہ بتا دو اگر ہمیں منظور ہوگا تو رقم پچاس پلوں کی ایڈوانس دے دیں گے۔ نہ منظور ہوگا تو خاموشی سے اٹھ کر چلے جائیں گے۔ تم اپنی جگہ خوش ہم اپنی جگہ خوش..... صدیقی نے کہا۔

”تم واقعی بڑے سخت لوگ ہو۔ ٹھیک ہے۔ آخری بات کر رہا ہوں اس سے ایک پیسہ بھی کم نہ لوں گا۔ سات ہزار روپے فی پلا..... کرموداد نے کہا۔

”سات نہیں پانچ بولو۔ اگر منظور ہو تو دوں ڈھائی لاکھ روپے..... صدیقی نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

”نہیں ایک پیسہ بھی اس سے کم نہیں ہو سکتا۔ ہم دس سے کم کسی صورت بھی نہیں دیتے۔ ہمیں آگے بھی دینا ہوتا ہے۔ پھر ان کی خوراک وغیرہ کا خرچہ بھی ہوتا ہے۔ پولیس والوں کا منہ بھی بند کرنا پڑتا ہے۔ کتنا کام ہے یہ۔ در دسری زیادہ ہے آمدنی کم ہے۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔ کام تو کرنا ہی ہے..... کرموداد نے کہا۔

”او کے ٹھیک ہے سات ہمیں منظور ہیں۔ لیکن دس پلے ابھی میرے حوالے کرنے ہوں گے..... صدیقی نے کہا۔

”ہاں لے لو۔ ہم نے ان کا اپار تو نہیں ڈالنا۔ لیکن رقم چلے دو..... کرموداد نے کہا اور صدیقی نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور بڑے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر میز پر رکھنی شروع کر دیں۔ یہ چار گڈیاں تھیں چار لاکھ روپے دیکھ کر کرموداد کی آنکھوں میں چمک ابھرائی۔ اس نے ہاتھ بڑھانا چاہا۔ لیکن صدیقی نے گڈیوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

”نہیں پہلے وہ دس پلے دکھاؤ۔ ہو سکتا ہے کمزور اور بیمار ہوں۔ رقم بس لئے باہر نکالی ہے تاکہ تم دیکھ لو..... صدیقی نے کہا اور تھیں دوبارہ اٹھا کر جیب میں رکھنا شروع کر دیں۔

”ٹھیک ہے آؤ کوئی سواری ہے جہارے پاس..... کرموداد نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ہاں کار ہے..... صدیقی نے کہا۔

”آؤ..... کرموداد نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”شرف میں آ رہا ہوں خیال رکھنا..... کرموداد نے کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے نوجوان سے کہا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ان کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ صدیقی نے اسے فونٹ سائیڈ سیٹ پر بیٹھا دیا تھا جبکہ وہ خود عقبی سیٹ پر چلا گیا تھا۔

”کہاں جانا ہے..... جوبان نے جو شیرنگ پر تھا کار موڑ۔

”سوئے کہا۔

”نہیں ہے..... کرمو دادا نے کہا۔

”ٹھیک ہے اگر تم مطمئن ہو تو پھر ٹھیک ہے۔ آؤ..... جامو نے کہا اور پھر ڈرے کے بیرونی دروازے کی طرف چل پڑا۔ کرمو دادا اس کے پیچھے چل پڑا۔ صدیقی اور اس کے ساتھی بھی ساتھ چل پڑے۔ ڈرے کے عقبی طرف ایک بڑا ہانسی مکان تھا جس کا دروازہ بند تھا۔ مومن نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔ تو دروازہ کھلا اور ایک اور غنڈہ نما آدمی باہر آگیا۔

”اوہ کرمو دادا تم اور یہاں.....“ آنے والے نے چونک کر کہا اور جو حیات سے صدیقی اور اس کے ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔

”ہاں دس بلیوں کا سودا کیا ہے۔ باقی چالیس پندرہ دن میں دینے ہیں۔ یہ مال دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ساتھ آنا پڑا.....“ کرمو دادا نے کہا۔

”مال تو ایک نمبر ہے..... اس آدمی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ ایک وسیع صحن تھا جس کے بعد برآمدہ تھا اور اس کے پیچھے کمروں کے دروازے تھے۔ مکان خالص دہاتی تھا۔ برآمدے میں دو آدمی موجود تھے جن کے کاندھوں سے مشین گنتیں لٹکی ہوئی تھیں۔

”بڑے کمرے کا دروازہ کھولو.....“ آنے والے نے برآمدے میں موجود ایک آدمی سے کہا اور وہ سر ہلاتا ہوا مڑا اور ایک بند دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازے میں لگا ہوا تالا کھولا اور کنڈی کھول کر اس نے دروازے کو دھکیلا اور کھول دیا۔

”لعل کالونی چلو.....“ کرمو دادا نے کہا تو چوہان نے سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ایک مضافاتی کالونی میں پہنچ گئے جو ابھی پوری طرح آباد نہ ہوئی تھی۔ کہیں کہیں مکانات بنے ہوئے تھے۔ پھر اس کالونی کا خاتمہ ہو گیا اور کارکھیتوں کے درمیان کچی سڑک پر آگے بڑھتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کپے سے دہاتی ڈرے میں پہنچ گئے۔ جہاں چار غنڈے ناسپ آدمی چار پائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن ان کے جسموں پر دہاتی لباس ہی تھے۔ لیکن شکل و صورت سے وہ چھپنے ہوئے غنڈے ہی دکھائی دے رہے تھے۔ لیکن جیسے ہی انہوں نے کرمو دادا کو کار سے اترتے ہوئے دیکھا ان کے چہروں پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔

”وہ دس بچے کہاں ہیں جامو گاگوں کو لے آیا ہوں.....“ کرمو دادا نے کہا۔

”موجود ہیں دادا۔ کیا سب دینے ہیں یا ان میں سے چھلٹنے ہیں.....“ ایک آدمی نے کہا۔

”ان کی مانگ تو پچاس کی ہے۔ رقم ایڈوانس دے رہے ہیں.....“ کرمو دادا نے جواب دیا۔

”پچاس۔ اوہ لیکن دادا ان سے لوگ ہیں.....“ اس آدمی نے بڑی مشکوک نظروں سے صدیقی اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں لیکن بڑے خان کی نشانی لے کر آئے ہیں۔ میں نے چیکنگ

”۔ یہ بتا دوں کہ ہم انہیں جہارے حوالے کرنے کے بعد کسی بات سے ذمہ دار نہ ہوں گے اور نہ بعد میں ہم اسے تسلیم کریں گے کہ تم نے یہ تجھے یہاں سے حاصل کئے ہیں“..... کرمو دادا نے کہا۔

خاطر ہے ایسا ہی ہونا ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جہارے آدمیوں کو بیکہ کر میں یا بوس ہو گیا ہوں اگر ایک ہفتے میں انہوں نے دس چھپے چڑے میں تو پندرہ دنوں میں یہ چالیس کیسے پکڑ لیں گے میرا قیاس ہے کہ ان سے دس کا ہی سودا کر لیا جائے باقی کے لئے کسی اور ہفتے سے بات کی جائے“..... صدیقی نے کہا۔

باقی باریوں کے پاس تو اتنے لمبے چھ ماہ میں بھی اکٹھے نہ ہو سکیں گے۔ یہ تو صرف جامو کا کام ہے زیادہ تر سپلائی یہی کرتا ہے“..... کرمو دادا نے کہا۔

مجھے تحکیک ہے ایسا ہی ہو گا آؤ اور ڈیرے میں بیٹھ کر باتیں ہوں صدیقی نے کہا اور پھر اس مکان سے نکل کر وہ واپس ڈیرے پہنچے جامو بھی ان کے ساتھ ہی آگیا تھا۔

کرمو دادا اور جامو کے علاوہ باقی لوگ تو فالتوی ہیں۔ اچانک حریف نے اپنے ساتھیوں سے کہا تو سب نے سر ہلا دیئے۔

”محب“..... کرمو دادا نے چونکتے ہوئے کہا لیکن دوسرے

تین چار روز کی پکڑ ہے“..... اس دروازہ کھولنے والے نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

”تحکیک ہے۔ آؤ باہر“..... صدیقی نے مطمئن سے انداز میں کہ

”آؤ دیکھ لو اپنا مال“..... کرمو دادا نے کہا اور اندر داخل ہو گیا۔ صدیقی اور اس کے ساتھی اس بڑے کمرے میں داخل ہوئے تو کمرے میں خشک گھاس بچھا ہوا تھا اور وہاں واقعی سات سال سے لے کر بارہ تیرہ سال کے شہری بچے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پیروں میں زنجیریں باندھی گئی تھیں۔ ان کے چہروں پر شدید خوف تھا۔ کمرے میں شدید بوسہ بھی۔ بچوں کے جسموں پر پھینے ہوئے کپڑے تھے اور معصوم سے چہرے بری طرح کھلائے ہوئے تھے۔

”کمرے ہو جاؤ کتے کے پلو کھڑے ہو جاؤ“..... دروازہ کھولنے والے نے انتہائی گرجدار آواز میں کہا تو وہ دس کے دس بچے اٹھ کر کمرے ہو گئے۔ لیکن ان میں سے اکثر سسکتے لگے۔

”خبردار اگر منہ سے آواز نکلی تو گردن کاٹ دوں گا“..... اس آدمی نے اور زیادہ گرجدار لہجے میں کہا۔

”دیکھو ڈمپو“..... کیسے صحت مند لگتے ہیں۔ ہیں ناں“..... کرمو دادا نے بڑے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کتے دنوں سے پکڑے ہوئے ہیں“..... صدیقی نے پوچھا۔

”تین چار روز کی پکڑ ہے“..... اس دروازہ کھولنے والے نے بڑے

فخریہ لہجے میں کہا۔

”تحکیک ہے۔ آؤ باہر“..... صدیقی نے مطمئن سے انداز میں کہ اور بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ باہر صحن میں آگئے۔ ”اب رقم دے دو اور ہاں ان بچوں کو کس طرح لے جانا پسند کر

”خبردار ذرا بھی حرکت کی تو گولی جسم میں اتر جائے گی۔“ صد اور خاور نے بیک وقت کہا۔ ان دونوں کے سائینسز لگے مشینیں پناہ کر موداد اور جامو کی گردن کی پشت پر جے ہوئے تھے اسی لمحے اچانک جامو نے تیزی سے مڑ کر مشینیں پشٹل پر ہاتھ ڈالنا چاہا لیکن دوسرے وہ بری طرح جیچتا ہوا اچھل کر ایک دھماکے سے نیچے گر خاور نے اس کے حرکت کرتے ہی بازو گھما کر اس کی کنپٹی پر مڑی ہوئی لنگی کا پک دیا تھا جب کہ اس کے گرد تے ہی کر مونے بھی بھاگنے کی کوشش لیکن اس کا بھی حشر یہی ہوا اور پھر صدیقی اور خاور دونوں نے چند لمحوں میں ان کی کنپٹیوں پر ضرب لگا کر انہیں بے ہوش کر دیا۔

”تم یہیں ٹھہرو میں اور خاور دوسروں کا خاتمہ کر انہیں۔“ صد نے جوہان اور نعمانی سے کہا اور پھر وہ خاور سمیت تیزی سے پھلتے ہوئے ڈیرے سے نکلے اور عقبی طرف مکان کی طرف بڑھ گئے دروازہ بند تھا ”میں اسے باہر نکالوں گا تم اندر جا کر فائر کھول دینا۔“ صد نے خاور سے کہا اور خاور نے اثبات میں سر ہلادیا صدیقی نے دروازہ پر اسی طرح مخصوص انداز میں دستک دی جیسے پہلے جامو نے دی اور پھر وہ دونوں سائیڈوں پر ہٹ کر کھڑے ہو گئے دوسرے دروازہ کھلا تو صدیقی نے بجلی کی سی تیزی سے اس آدمی کی گردن پر ہڈی ڈالا اور اس کے ساتھ ہی وہ آدمی جیچتا ہوا اچھل کر سائے ایک طرف گر خاور بجلی کی سی تیزی سے اندر داخل ہوا وہ آدمی نیچے گر کر ابھی ا کی کوشش کے لئے جسم کو سمیٹ ہی رہا تھا کہ صدیقی نے اس پر

نہ دیا اور پلک جھپکنے میں اس کی کھوپڑی میں سوراخ ہو گئے اندر بھی ٹھک ٹھک کی آوازوں کے ساتھ ہی اندر موجود افراد کے گرنے کے دھماکے سنائی دیئے اور پھر خاور باہر آگیا۔

”دو آدمی تھے دونوں کو ختم کر دیا ہے۔“..... خاور نے کہا۔
”اس کو بھی کھینچ کر اندر لے جا کر ڈال دو۔“..... صدیقی نے کہا اور
”نے ٹھک کر اس آدمی کی لاش کی ٹانگ پکڑی اور پھر اسے گھسیٹنا
”خاور لے گیا صدیقی بھی اس کے پیچھے اندر آگیا۔
”ان بچوں کو بھی نکال دیا جائے۔“..... خاور نے کہا۔

”ہاں لیکن میرا خیال ہے پہلے اس کر مو اور جامو دونوں سے اس
”ترین دھندے کی باقی پارٹیوں کے بارے میں پوچھ گچھ کر لی
”..... صدیقی نے کہا۔

”بین ان بچوں کا کیا کریں گے انہیں کیسے ان کے گھروں تک
”لے جائے گا خدا کی پناہ اس قدر ظالم اور سفاک لوگ بھی اس دینا
”بیٹے ہیں نجانبے میں نے کس طرح برداشت کیا ہے ورنہ میرا تو دل
”یہ تھا کہ ان سب کی بوئیاں اڑا دوں۔“..... خاور نے کہا۔

”یہ بڑا گینگ ہے خاور ایک دو کے مرنے سے کچھ نہیں ہو گا باقی
”سنچے تو ان کی فکر مت کرو یہاں ایک فلاحی ادارہ ہے بچے ان کے
”لے کر دیئے جائیں گے وہ انہیں بحفاظت ان کے والدین کے پاس
”لے گئے آج پہلے ان دونوں سے پوچھ گچھ کر لیں ویسے میرا تو جی چاہتا
”ان دونوں کو اٹھا کر ہیڈ کوارٹر لے جایا جائے اور ان کی بوئیاں

نو نیکل ٹو نیکل لٹل سٹار بچوں کی ہی نظم ہے اور..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بچے کیا مطلب شادی سے پہلے اوہ بڑا جید دور آگیا ہے اور۔“
 عمران نے چوہکتے ہوئے لہجے میں کہا تو صدیقی بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑا اور پھر اس نے چوہان کی اطلاع لے لے کر کر مو داوا کے ہوٹل اور پھر وہاں سے نعل کالونی کے عقب میں اس ڈیرے تک پہنچنے اور وہاں دس بچوں کی قید سے لے کر ان آدمیوں کے خاتمے تک پوری تفصیل بتادی۔

”اوہ اوہ۔ وری بیڑ اس قدر مکروہ دستندہ۔ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں اور.....“ عمران کے لہجے میں شدید تاسف موجو د تھا۔

”میرا خیال ہے عمران صاحب کہ یہ کام بہت سی پارمیاں کر رہی ہیں اس لئے اس کر مو داوا اور جامو کو ہم ہیڈ کوارٹر کر لے جائیں تاکہ ان سے ذرا تفصیلی پوچھ گچھ ہو سکے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ دس بچوں کو بھی ساتھ لے آنا ہے اور ہمارے پاس ایک ہی کار ہے اور۔“ صدیقی نے کہا۔

”مجھے تفصیل سے جگہ بتاؤ میں خود آ رہا ہوں میں ان سے خود پوچھ چڑھ کروں گا اور.....“ عمران نے کہا اور صدیقی نے تفصیل سے اسے پتہ بتا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”عمران صاحب آرہے ہیں میرا خیال ہے اب بچوں کو بھی جہیں لے آئیں.....“ صدیقی نے ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے جیب میں ڈالنے

اڑادی جائیں.....“ صدیقی نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

”میرا بھی دل یہی کہہ رہا ہے لیکن ان مکروہ لوگوں کو میں اب میں اپنے ساتھ برداشت نہ کر سکوں گا.....“ خاور نے کہا۔

”اوہ۔ ایک منٹ میرے پاس ٹرانسمیٹر ہے عمران صاحب کیوں نہ بات کر لی جائے ہو سکتا ہے وہ انہیں زندہ رکھنا چاہیے صدیقی نے واپس ڈیرے پر پہنچتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے کر لو بات.....“ خاور نے کہا اور صدیقی نے ج سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر عمران کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے اس بٹن دبا دیا۔

”ہیلو چیف آف فورسٹارز کاننگ اور.....“ صدیقی نے بار بار دہنا شروع کر دی۔

”یس ٹو نیکل سٹار انڈنگ یو اور.....“ اچانک عمران کی ہوائی آواز سنائی دی۔

”یہ نام آپ نے واقعی خوبصورت اور حسب حال جتا ہے صاحب اور.....“ صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اب کیا کروں نہ سپر سٹار بن سکتا ہوں نہ ففٹھ سٹار نہ بلیک ن وائٹ سٹار یہ تو بس اچانک ہی ذہن میں نام آگیا ہے اور۔“
 کی زبان رواں ہو گئی۔

”آپ کے ذہن میں ٹو نیکل سٹار درست آیا ہے اس لئے کہ جم کے لئے میں نے کال کی ہے اس کا تعلق بھی بچوں سے ہی ہے اور؛

گا..... صدیقی نے ایک ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر خاور اور صدیقی دونوں نے مل کر ان سب بچوں کے پیروں سے زنجیریں کھول دیں۔

”آؤ ہمارے ساتھ اور خود دیکھ لو کہ ہم نے ان ظالموں کا کیا حشر کیا ہے“..... صدیقی نے کہا اور بچوں کو لے کر وہ جیسے ہی کمرے سے باہر آئے برآمدے میں دولاشیں پڑی دیکھ کر بچے خوف سے سٹ سے گئے۔

”ڈرو نہیں۔ یہ وہ ظالم لوگ ہیں جو تم پر ظلم کرتے تھے آؤ۔“

صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک چھوٹے بچے کو اٹھا کر اسے پیار کیا تو سارے بچوں کے خوف زدہ چہروں پر قدرے اطمینان کے تاثرات ابھر آئے بچوں کو وہ لے کر ڈرے پر آئے۔

”یہ بہت ظالم ہے انکل۔ یہ ہمیں اس طرح مارتا تھا جیسے ہم پتھر کے ہوں یہ دیکھئے یہ میرا جسم“..... ایک بچے نے زمین پر بے ہوش پڑے ہوئے جامو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے قمیض اٹھا کر دکھائی تو اس کے پھول جیسے جسم پر سرخ لکیریں پڑی ہوئی تھیں۔

”ان کا حشر انتہائی عبرت ناک ہو گا تم فکر نہ کرو..... صدیقی نے کہا اور پھر اس نے بچوں سے ان کے گھروں کے متعلق پوچھنا شروع کر دیا تھوڑی دیر بعد اسے اطمینان ہو گیا کہ سارے بچے دارالحکومت کی مختلف کالونیوں سے ہی پکڑے گئے تھے۔

”ہمارا ساتھی کارلے کر آ رہا ہے پھر ہم اکٹھے یہاں سے جائیں گے اور

ہوئے کہا۔

”ہاں میں بھی جہارے ساتھ چلتا ہوں“..... خاور نے کہا اور صدیقی سر ہلاتا ہوا باہر کی طرف مڑ گیا خاور اس کے پیچھے تھا مکان میں داخل ہو کر وہ برآمدے کو کراس کر کے اس دروازے تک پہنچے جواب دوبارہ بند کر دیا گیا تھا لیکن اب تالے کی بجائے کنڈی لگی ہوئی تھی صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر کنڈی کھولی اور پھر دروازہ کھول کر وہ دونوں اندر داخل ہو گئے بچے جو سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے انہیں دیکھ کر چونک پڑے اور بکھٹ سہم سے گئے تھے۔

”خدا نے جہارے کی سی لی ہے ننھے فرشتو ہم تمہیں یہاں سے آزاد کر کے تمہیں جہارے ماں باپ کے پاس پہنچانے آئے ہیں۔“ صدیقی نے آگے بڑھ کر بچوں کے سر پر شفقت بھرے انداز میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو بچے بے اختیار رونے لگے۔

”ہمیں کہیں مت لے جاؤ ہمیں ہمارے گھر پہنچاؤ“..... بچوں نے سسکتے ہوئے کہا۔

”گھبراؤ نہیں ایسا ہی ہو گا“..... صدیقی نے کہا اور پھر اس نے زنجیر کو دیوار میں لگے ہوئے ہک سے کھینچنا شروع کر دیا لیکن جب وہ نہ کھلی تو اس نے جیب سے مشین پشٹ نکالا اور پھر سناک سناک کی آوازیں کے ساتھ ہی زنجیر ٹوٹ گئی بچے مشین پشٹ دیکھ کر اور زیادہ زور سے رونے لگے تھے۔

”بہت خوفزدہ ہیں پچارے تپہ نہیں ان کے ماں باپ کا کیا حال ہو

جہیں تمہارے گھر پہنچا دیا جائے گا..... صدیقی نے کہا اور بچوں نے اثبات میں سر ہلا دیے اب ان کے چہروں پر گہرے اطمینان اور مسرت کے تاثرات ابھرائے تھے شاید اب انہیں یقین آگیا تھا کہ وہ محفوظ ہاتھوں میں پہنچ گئے ہیں۔

عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا بلیک زیرو احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

عمران صاحب میرا خیال ہے کہ مجبوروں نے پاکیشیا آنے یا اس کے خلاف کام کرنے سے توبہ کر لی ہے کہ اب دور دور تک کسی گیس کا کوئی تپہ ہی نہیں ہے..... سلام دعا کے بعد بلیک زیرو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے کہ اب ایکسٹو کی دہشت صرف اس کے محدود تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ مجرموں پر بھی پڑ گئی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ بلیک زیرو مسکراتا ہوا اٹھا اور کچن کی طرف بڑھ گیا۔

ہیلو ہیلو عمران کالنگ ادور..... فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کے

بعد عمران نے کال دینی شروع کر دی۔

”میں ٹانگیر انڈنگ یو اوور“..... جتند لمحوں بعد ہی ٹانگیر کی آواز سنائی دی۔

”ایک تاریخ نوٹ کرو اوور“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آج سے چھ سال قبل کی ایک تاریخ دوہرا دی۔

”میں باس اوور“..... دوسری طرف سے ٹانگیر نے جواب دیا۔

”اس تاریخ یا اس سے ایک روز پہلے تاریخ گرفت پولیس اسٹیشن پر پولیس نے برہہ فروشوں کے ایک گروہ کو گرفتار کیا تھا۔ اخبار میں اس کی خبر بھی آئی تھی۔ اس خبر میں درج ہے کہ اس کی خبری محکمہ سوشل ویلفیئر کے کسی افسر نے کی تھی تم نے تمہانے کے ریکارڈ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ طزم کون تھے۔ ان کے تفصیلی کوائف معلوم کرنے میں اور خاص بات یہ کہ وہ مخبر کون تھا۔ یہ ساری تفصیلات معلوم کرنی ہیں اوور“..... عمران نے کہا۔

”مخبر کے متعلق تو شاید معلوم نہ ہو سکے البتہ باقی تفصیلات معلوم ہو جائیں گی اوور“..... ٹانگیر نے جواب دیا۔

”کیوں اوور“..... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”پولیس مخبروں کے نام ریکارڈ پر نہیں رکھتی۔ البتہ اس دور میں تمہانے کا جو انچارج ہوگا اسے ذاتی طور پر اس کا علم ہوگا۔ لیکن اب چھ سال بعد نبجانے وہ کہاں ہو۔ بہر حال میں معلومات حاصل کرتا ہوں اوور“..... دوسری طرف سے ٹانگیر نے جواب دیا۔

۔ کتنی رینگے گی جہیں اوور“..... عمران نے پوچھا۔

”باس زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ کیونکہ مجرموں اور تمہانے والوں کا خاصا گٹھ جوڑ ہوتا ہے۔ بس مجھے اس علاقے کے کسی بڑے بد معاش کے پاس جانا پڑے گا۔ معلومات مل جائیں گی اوور“..... ٹانگیر نے کہا۔

”اوکے۔ معلومات حاصل کر کے تجھے میری فریکوئنسی پر کال کرو اوور اینڈ آل“..... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اسی لمحے بلیک زیرو نے چائے کی ایک پیالی لا کر عمران کے سامنے رکھی اور دوسری ہاتھ میں پکڑے وہ اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر پر اپنی مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور پھر چائے کی پیالی اٹھا لی۔

”کیا کوئی کیس شروع ہو گیا ہے“..... بلیک زیرو نے پوچھا۔

”نہیں حق ہمسائیگی ادا کر رہا ہوں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو چونک پڑا۔

”حق ہمسائیگی کیا مطلب“..... بلیک زیرو نے حیران ہو کر پوچھا تو عمران نے اسے ہچکے آدے سے لے کر لائبریری جا کر اس خبر کے پڑھنے اور پھر ٹانگیر کو کال کرنے کی ساری باتیں مختصر طور پر بتا دیں۔

”اوہ تو آپ کا خیال ہے کہ یہ مخبری مراد صاحب نے کی ہوگی اور اس کی پاداش میں اسے غائب کر دیا گیا ہوگا“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”ابھی کوئی اندازہ تو نہیں لگایا جا سکتا۔ اندھیرے میں ٹانک نوسیاں مارنے والی بات ہے“..... عمران نے جواب دیا۔

نے نزدیکی گاؤں میں ایک مکان پر چھاپہ مار کر وہاں سے چار برودہ فروش اور پندرہ معصوم اغوا شدہ بچے برآمد کئے تھے۔ یہ برودہ فروش مقامی بد معاش تھے جو بعد میں ضمانتوں پر رہا ہو گئے۔ سچو نکہ بچوں کے والدین نے پیروی نہ کی اور گواہ بھی نہ مل سکے تھے۔ اس لئے طرم بعد میں بری ہو گئے۔ ریکارڈ کے مطابق اس گروہ کا سرغنہ ایک شخص میرن نامی تھا مخبر کے بازے میں کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ البتہ یہ معلوم ہوا ہے کہ اس وقت اس تھانے کا انچارج عالم خان تھا جو اب ریشائری ہو چکا ہے اور اب وہ سٹیلٹ ناؤن کی کونٹری نمبر چھ سو چھ اے ہلاک میں رہائش پذیر ہے اور خاصا امیر آدمی ہے۔ اس کا اب دارالکومت میں کوئی نجی کاروبار بتایا جاتا ہے اور "ٹائیگر" نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوکے ٹھیک ہے۔ اور اینڈ آل..... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"مخبر کے بارے میں یقیناً عالم خان جانتا ہوگا..... بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں اس عالم خان سے پوچھ گچھ کرنی پڑے گی۔ وہ بنیادی آدمی ہے..... عمران نے کہا اور کرسی سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر ایک بار پھر کلک آنا شروع ہو گئی۔

"اوہ میری ذاتی فریکوئنسی پر دوسری کال کس نے کی ہے۔" عمران نے چونکتے ہوئے کہا کیونکہ ٹرانسمیٹر ابھی تک اس کی ذاتی فریکوئنسی

"وہیے یہ بات ہے تو انتہائی عجیب کہ اچھا بھلا پڑھا لکھا آدمی اس طرح غائب ہو جائے۔ نہ اس کی لاش ملے نہ وہ خود..... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اصل حیرت اس بات کی ہے کہ اس کے غائب ہونے کے پچھے کوئی وجہ سامنے نہیں آرہی۔ نہ ہی وہ شخص مالی طور پر غیر آسودہ تھا نہ بیوی بچوں سے تنگ تھا۔ نہ اس پر کوئی بڑا قرضہ تھا نہ کوئی دشمنی۔" عمران نے کہا۔

"اوہ تو آپ اس بنیاد پر سوچ رہے ہیں کہ وہ خود اپنی مرضی سے غائب ہو گیا ہے..... بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

"یورپ اکیڑ بیس میں تو ایسے قصے عام ہیں۔ وہاں تو لوگ اسی طرح کرتے ہیں لیکن یہاں پاکستان میں ایسا کوئی کہیں اب تک سامنے نہیں آیا۔ لیکن اس کے باوجود اگر اسے کسی نے اغوا کیا تو کیوں اور پھر کہیں نہ کہیں سے تو بہر حال سراغ مل ہی جاتا..... عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلادیا۔ پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر کال آگئی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ٹائیگر کالنگ اوور..... بٹن آن ہوتے ہی ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں اوور..... عمران نے کہا۔

"باس میں نے معلومات حاصل کر لی ہیں۔ تھانے کے ریکارڈ کے مطابق مخبر جس کا تعلق محکمہ سوشل ویلفیئر سے تھا کی اطلاع پر پولیس

وہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر وہاں پہنچے اور ان مکروہ ترین انسانوں
مے حسوس کی ایک ایک بوٹی اپنے دانتوں سے علیحدہ کر دے۔ لعل
ایونی کو کر اس کر کے وہ اس کے رستے پر کار بھگاتا آخر کار اس دہماتی
زیرے پر پہنچ ہی گیا۔ وہاں واقعی دس پھول سے معصوم بچے بھی موجود
تھے۔ صدیقی اور اس کے ساتھی بھی اور کر مو دادا اور جامو کے ساتھ
تھے ان کے ساتھیوں کی لاشیں بھی۔

تم ان بچوں کو لے کر جاؤ اور فوری طور پر ان کے والدین تک
نہیں پہنچاؤ۔ میں ان دونوں کو لے کر رانا ہاؤس جا رہا ہوں۔ تم ان
بچوں کو چھوڑ کر وہیں آ جانا۔..... عمران نے کہا۔

میرا خیال ہے کہ انہیں کسی فلاحی ادارے کے حوالے کر دیا
جائے وہ لوگ انہیں گھروں تک پہنچا دیں گے۔..... صدیقی نے کہا۔
لیکن کیا کسی پر ان حالات میں اعتبار کیا جاسکتا ہے۔..... عمران
نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

ایک ادارے کا سربراہ میرا ذاتی دوست ہے وہ واقعی ہمدرد دل
فونی ہے۔ غلط نہیں ہے۔..... صدیقی نے جواب دیا۔

ٹھیک ہے وہیں انہیں لے جاؤ لیکن تم لوگوں نے اس وقت
تک وہیں رکنا ہے جب تک سب بچے اپنے والدین تک پہنچ نہیں
جاتے میں ان حالات میں ایک فیصد رسک بھی نہیں لینا چاہتا۔
میں نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

لیکن ان کے والدین کو کیا کہا جائے گا۔..... صدیقی نے کہا۔

ایڈجسٹ شدہ تھی۔

”ہیلو ہیلو چیف آف فور سٹارڈ کانگ اور۔..... عمران کے بٹن
آن کرتے ہی صدیقی کی آواز سنائی دی تو عمران کے ساتھ ساتھ بلیک
زیرو بھی چونک پڑا۔

”میں ٹو سنکل سٹارڈ کنڈنگ یو اور۔..... عمران نے چپکتے ہوئے
لہجے میں کہا اور پھر ان کے درمیان گفتگو شروع ہو گئی لیکن جیسے جیسے
گفتگو آگے بڑھی عمران اور بلیک زیرو دونوں کے چہروں پر گہری
سنجیدگی کے تاثرات ابھرائے۔

”اوہ اوہ عمران صاحب اس قدر مکروہ اور گھناؤنا جرم۔..... ٹرانسمیٹر
آف ہوتے ہی بلیک زیرو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”انسان اب انسان ہی نہیں رہا بلیک زیرو۔ کاش مجھے کوئی ایسا
اختیار مل جاتا کہ میں ایسے لوگوں کو ایک کروڑ بار مارتا اور ایک کروڑ
بار زندہ کرتا۔ یہ دنیا کے مکروہ ترین لوگ ہیں اور یہ بچوں کا اغوا جرم
ہی نہیں ذلیل ترین جرم ہے۔ ڈاگ کرائم ہے۔..... عمران نے

انتہائی نفرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے بیرونی دروازے کی
طرف مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار دانش منزل سے نکل کر تیزی
سے لعل کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس کے ذہن میں
صدیقی کی بتائی ہوئی تفصیلات سن کر واقعی زلزلہ سا آیا ہوا تھا۔ بار بار
اس کے ذہن میں ان والدین کا تصور آ جاتا جن کے بچوں کو اس طرح
اغوا کر لیا گیا تھا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ پڑا ہوا تھا اس کا

نے پوچھا۔

”جانتا تو نہیں ہوں۔ البتہ اس نے خود بتایا تھا کہ وہ ریشاڑڈ پولیس آفیسر ہے اور اب کوئی کاروبار کرتا ہے۔“..... چوہان نے جواب دیا۔

”کیا اس کو مرداد کے بارے میں اس نے خاص طور پر بتایا تھا یا دیکھی بات کر دی تھی..... عمران نے پوچھا۔

”نہیں خاص طور پر تو اس نے بات نہ کی تھی۔ بس ویسے ہی نام لے لیا تھا۔ پھر میں نے جب اس کے بارے میں تفصیل پوچھی تو اس نے موضوع ہی بدل دیا۔ پہلے تو میں سمجھا کہ اس نے ویسے ہی اپنی بات رکھنے کے لئے ایک فرضی نام لے دیا ہے۔ اس لئے میں نے ایک بوڑھے ویڑے اس بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایسا آدمی واقعی ہے اور جرائم کی دنیا میں خاصا بدنام آدمی ہے۔ ہر قسم کے دھندوں میں ملوث رہتا ہے۔ اس کے ہونٹ کے بارے میں تفصیل بھی مجھے اسی ویڑے ہی بتائی تھی اور پھر اس ویڑے سے جب میں نے انہوں کے اغوا کے بارے میں بات کی تو اس نے بتایا کہ ایسے لوگ موجود ہیں جن کا دھندہ یہی ہے۔ یہ بھی اسی نے بتایا تھا کہ ایسے جرائم پیشہ لوگ اغوا شدہ بچوں کو اپنے کوڑ میں بٹا کھتے ہیں۔ مطلب ہے گتے کا بچہ۔ یہ ان کا خاص کوڑ ہے اور یہ بات بھی اسی نے بتائی تھی کہ اس دھندے میں بڑا نام بڑے خان کا بھی سننے میں آتا رہا ہے۔“..... چوہان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”یہی کہنا کہ انہیں کسی گروہ نے یہ گارکیمپ کے لئے اغوا کیا ان سے چھڑوایا گیا ہے اور کیا کہنا ہے..... عمران نے جواب دیا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلادیا۔ پھر خاور اور چوہان نے بے ہوش اور بندھے ہوئے کروموا دادا اور جامو کو عمران کی کار کی عقبی سیٹوں کے درمیان ایک دوسرے کے اوپر ڈالا اور بچوں کو انہوں نے اپنی کار میں سوار کیا۔ جب کہ چوہان کو عمران نے اپنے ساتھ لے لیا تھا تاکہ ان کار میں سہا سکیں اور جتد لمحوں بعد دونوں کاریں تیزی سے آگے بچھ دوڑتی ہوئی شہر کی طرف روانہ ہو گئیں۔ شہر میں داخل ہو کر عمراد نے کار کا رخ رانا پناؤس کی طرف موڑ دیا۔

”جہیں یہ کیسے معلوم ہوا تھا چوہان کہ ان بچوں کو فیکٹریوں میں کام کرانے کے لئے اغوا کیا جاتا ہے..... اچانک عمران نے چوہان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بس اتفاق ہے کہ ایک ہوٹل میں بیٹھے ہوئے جعلی مال کے بارے میں بات حجت شروع ہو گئی۔ وہاں ایک ریشاڑڈ پولیس آفیسر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ بات بتائی اور کروموا دادا کے بارے میں بھی انہوں نے ہی بتایا تھا کہ وہ اس دھندے میں بڑی شہرت رکھتا ہے میں نے جب اس کا ذکر صدیقی سے کیا تو وہ فوراً اس سلسلے میں کارروائی پر قائل ہو گیا اور اس طرح یہ بچے برآمد ہو گئے۔“..... چوہان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کون تھا وہ ریشاڑڈ پولیس آفیسر۔ کیا تم اسے جانتے ہو۔“ عمران

”چوہان تم جو ان کے ساتھ مل کر ان دونوں کو کار سے اتارو اور جو انہیں بلیک روم میں کرسیوں پر فگسڈ کر دو“..... عمران نے جو ان سے کہا۔

”کن کو ماسٹر..... جو ان نے حیران ہو کر کہا۔

”ادھر کار کی عقبی سیٹوں کے درمیان دو آدمی پڑے ہیں یہ دنیا کے مکروہ ترین لوگ ہیں“..... عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کر مو دادا اور جامو دونوں لوہے کی کرسیوں پر راڈز سے جکڑے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے۔ جب کہ عمران چوہان کے ساتھ ان کے سامنے کرسیوں پر بیٹھا ہوا انہیں اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے وہ کسی انسان کو نہیں کسی انتہائی مکروہ کیڑے کو دیکھ رہا ہو۔ اس کے بھرے پر شدید ترین نفرت کے تاثرات پوری طرح نمایاں تھے۔

”اس کر مو دادا کو ہوش میں لے آؤ جو ان“..... عمران نے سائیڈ پر جڑے جو ان سے کہا تو جو ان نے آگے بڑھ کر اس موٹے کاناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ ہتھ لکھوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہوئے تو جو ان ہچکے ہٹ گیا۔

”یہ کون لوگ ہیں ماسٹر آپ کے بھرے پر ان کے لئے انتہائی غرت ہے۔ حالانکہ ایسی نفرت میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی“۔ جو ان نے کہا۔

”یہ مضموم بچوں کو اغوا کر کے انہیں آگے فروخت کر دیتے ہیں۔ انہیں ان کے والدین اور بہن بھائیوں سے جدا کرتے ہیں۔ ان پر غیر

”لیکن اس ویڈیو کو اس قدر تفصیلات کیسے معلوم ہو گئی تھیں۔ کیا وہ بھی اس مکروہ دھندے میں ملوث رہا تھا“..... عمران نے پوچھا۔

”میں نے اس سے پوچھا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا ایک رشتہ دار کچھ عرصہ اسی دھندے میں ملوث رہا۔ لیکن ایک بار اس کے بچے کو کسی نے اغوا کر لیا تو اس نے بڑی مشکل سے اپنا بچہ واپس حاصل کیا تب اسے پہلی بار احساس ہوا کہ یہ کس قدر مکروہ دھندہ ہے۔ اس لئے وہ اس دھندے کو چھوڑ کر غیر ملک مزدوری کرنے چلا گیا۔ اس ویڈیو کے تقبلی یہ باتیں اس رشتہ دار نے اسے بتائی تھیں“..... چوہان نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ملادیا۔ تھوڑی دیر بعد کار رانا ہاؤس پہنچ گئی۔ عمران نے مخصوص انداز میں ہارن دیا تو بڑا بھانک میکانیکی انداز میں کھلتا چلا گیا اور عمران کا راندر لے گیا۔ پورچ میں جا کر اس نے کار روکی اور پھر نیچے اترا یا۔

”ماسٹر بڑے دنوں بعد جگر لگایا ہے“..... برآمدے میں کھڑے جو ان نے نیچے اتر کر عمران کی طرف بڑھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”جگر چلایا ہے۔ کیا مطلب“..... عمران نے چونک کر کہا تو جو ان بے اختیار ہنس پڑا۔

”جگر چلایا نہیں لگایا ہے“..... جو ان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”جب جگر تم جیسا طاقتور ہو تو پھر چلانے کی تو واقعی نوبت نہیں آتی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور جو ان ایک بار پھر ہنس پڑا۔

ہے مخصوص انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو کس کس سے سودا کرتے ہیں بواب تک.....“ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”اب مجھے کیا یاد رہتا ہے۔ ہزاروں سودے کئے۔ سودے تو ہوتے رہتے ہیں.....“ کرموداد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ بڑا خان کون ہے۔ جس کی نشانی تم مانگ رہے تھے۔“ عمران نے پوچھا۔

”وہ بہت بڑا آدمی ہے۔ بڑا خان ہی کہلاتا ہے۔ بچوں کو خریدتا رہتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ بچے خریدتا ہے۔ ویسے اس کا نام چلتا ہے۔ وہ ابھی سامنے نہیں آیا۔ اس کے آدمی آتے رہتے ہیں.....“ کرموداد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کے کسی آدمی کا نام اور پتہ بتاؤ.....“ عمران نے پوچھا۔

”میں تو کسی کو نہیں جانتا۔ سنئے لوگ آتے ہیں۔ وہ سب خرید لے کر آتے ہیں۔ نشانی ہر بار نئی ہوتی ہے۔ لیکن ہر بار سفید۔ کے کو ترکی تصویر ہوتی ہے۔ کبھی کسی انگوٹھی پر سفید کوتر بنا ہوتا ہے کبھی کسی تصویر پر کبھی کسی رومال پر بس یہی نشانی ہوتی ہے جسے خان کی۔ سودا ہوتا ہے اور بچے لے کر چلے جاتے ہیں۔“ کرموداد نے جواب دیا۔

”وہ بچے خرید کر کیا کرتا ہے.....“ عمران نے پوچھا۔

”اس کے آدمی بتاتے ہیں کہ وہ انہیں آگے غیر ملکوں میں بیچ دیتا

انسانی قلم توڑتے ہیں.....“ عمران نے اسی طرح نفرت بھرے لہجے میں کہا تو جوانا کے ہونٹ بھی بھیج گئے۔ اسی لمحے کرموداد نے کرہستے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے چند لمحوں تک تو اس کی آنکھیں دھندلی دھندلی سی نظر آتی رہیں پھر ان میں شعور کی چمک ابھرائی۔

”یہ۔ یہ۔ میں کہاں ہوں۔ یہ۔ یہ۔ تم کون ہو.....“ کرموداد نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی وہ حیرت بھرے انداز میں ادھر ادھر دیکھ کر ماحول کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔

”جہاں انا م کرموداد ہے اور تم بچے اغوا کرنے والے گروہ کے سرغنہ ہو.....“ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”بب بب بچے۔ اغوا کرنے والے گروہ کا سرغنہ۔ اودہ نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میرا بچوں کے اغوا سے کوئی تعلق نہیں ہے میں تو صرف سودا کرتا ہوں۔ میں نے کبھی کوئی بچہ اغوا نہیں کیا۔ تم یقین کرو میں نے کبھی کوئی بچہ اغوا نہیں کیا.....“ کرموداد نے تیز لہجے میں کہا۔

”کس کس کے ہاتھ آج تک بچوں کا سودا کرتے رہے ہو۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن۔ لیکن تم کون ہو۔ اودہ۔ اودہ۔ یہ تو وہ آدمی ہے جو بچے خریدنے آیا تھا۔ مم۔ مگر۔ مگر۔ تم کون ہو۔ پولیس کے آدمی ہو اگر ایسا ہے تو سنو مجھ سے سودا کر لو۔ مجھے پکڑ کر تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ جب کہ میں تمہیں بہت سی دولت دے سکتا ہوں.....“ کرموداد نے

”میں۔ میں نے تو کبھی یہ گندہ کام نہیں کیا۔ جناب میں تو ویسے ہی دباں ڈیرے پر دوستوں سے ملنے چلا گیا تھا.....“ جامو نے جواب دیا۔

”اور بھی ہیں۔ ایسے ٹھیکیدار بھی ہیں جو سیکریمپ چلاتے ہیں وہ قدرے بڑے لڑکے جانتے ہیں۔ بھکاریوں کے گروہ بھی ہیں جو بچے خرید کر لے جاتے ہیں اور پھر ان کے ہاتھ باز تو ڈر کر اور خشک

”سہی بچکا ہٹ کے سب کچھ بتا دیا تھا۔

”نھیک ہے میں بتاتا ہوں پوچھو کیا پوچھتے ہو“..... جامو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”لیکن سچ بولنا پڑے گا تمہیں“..... عمران نے کہا۔

”سچ ہی بولوں گا۔ مجھے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ملے گا“..... جامو

نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”کب سے یہ بچوں کے اغوا کا کام کر رہے ہو“..... عمران نے

پوچھا۔

”دس سال سے“..... جامو نے جواب دیا۔

”کتنے بچے اب تک اغوا کئے ہیں تم نے“..... عمران نے پوچھا۔

”اب مجھے ان کی تعداد تو یاد نہیں سینکڑوں کئے ہوں گے۔“ جامو نے اس طرح جواب دیا جیسے وہ معصوم بچوں کی بجائے واقعی کتے کے بچوں کی بات کر رہا ہو۔

”جہارے گرد پ میں کل کتنے آدمی ہیں“..... عمران نے پوچھا۔

”بس وہی ہیں جو اڑے پرتھے“..... جامو نے کہا۔

”جوانا“..... عمران نے جوانا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو جوانا جو

ایک ہاتھ میں خنجر اور دوسرے ہاتھ میں ایک بوتل پکڑے کھڑا تھا۔ بجلی

نی سی تیزی سے آگے بڑھا اور دوسرے لمحے کمرہ جامو کے حلق سے نکلنے

والی کرنٹک چیخ سے گورج اٹھا۔ جوانا نے انتہائی بے دردی سے اس کی

ان میں خنجر اتار دیا تھا۔ پھر اس نے ایک جھٹکے سے خنجر کھینچا اور

”جوانا خنجر نکالو اور الماری سے سرخ مریچوں کا بھرا ہوا ڈبہ بھی اٹھا
لاؤ اور اس جامو کے ہنسنے پر فی الحال ایک زخم ڈال کر اس میں مریچیں
میر دو۔ اس کے بعد یہ جتنی بار بھی جھوٹ بولے اتنے زخم ڈال کر
مریچوں سے بھر دینا“..... عمران نے سرد لہجے میں جوانا سے مخاطب ہو
کر کہا۔

”یس ماسٹر“..... جوانا نے جواب دیا اور تیزی سے مڑ کر سائینڈ کی
دیوار میں بنی ہوئی الماری کی طرف بڑھ گیا۔

”کیوں اپنی جان پر ظلم لیتے ہو جامو۔ جو کچھ پوچھتے ہیں بتا دو۔ یوں
تمہیں کون سا بھانسی پرچہ صاف دیا جائے گا“..... کرمودا دا نے جامو سے
مخاطب ہو کر کہا۔

”لیکن کرمودا دا“..... جامو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”بتانا تو اسے بہر حال سب کچھ پڑے گا۔ اب یہ اس کی مرضی ہے
کہ یہ کس طرح بتاتا ہے“..... عمران نے سرد مہرمانہ لہجے میں کہا۔

”الحق ہو گئے ہو جامو۔ عدالت کی کارروائی پڑی ہے۔ تمہیں پتہ تو
ہے کہ کیا ہوتا ہے کیوں خواہ مخواہ فساد کر رہے ہو“..... کرمودا دا نے
کہا اور عمران بے اختیار مسکرایا کیونکہ اب وہ سمجھا تھا کہ کرمودا دا کیا
سوچ رہا ہے کہ یہاں جو کچھ بھی وہ بتائے گا عدالت میں جا کر اس سے
مکر جائے گا اور پھر ان کے سرپرست ان کے مقدمے لڑیں گے اور
گو اہوں کو دھمکیاں دے کر وہ اپنے حق میں گواہیاں کرا لیں گے اس
طرح وہ صاف بری ہو جائیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ کرمودا دا نے بغیر

دونوں زخموں پر سر پرے کیا تو جامو کا کھلا ہوا منہ بند ہوا اور اس نے ایک بار پھر تجھیں ماری شروع کر دیں لیکن آہستہ آہستہ اس کی جینوں میں کمی آتی چلی گئی۔ اس کا چہرہ جو تکلیف کی شدت سے بری طرح بگڑ گیا تھا دوبارہ نارمل ہونے لگ گیا۔ اس سے ظاہر تھا کہ اس کے زخموں میں ہونے والی ناقابل برداشت تکلیف اس سر پرے کی وجہ سے کم ہوتی چلی جا رہی تھی۔

”اب بولو کتنے آدمی ہیں تمہارے گردہ میں“..... عمران نے کہا۔
 ”بب بب ببس۔ ببس ہیں۔ خدا کی قسم ببس ہیں“..... جامو نے بذیانی سے انداز میں کہا۔

”کہاں رہتے ہیں کیا نام ہیں ان کے۔ تفصیل بتاؤ اور یہ سن لو کہ اگر ایک نام وپتہ بھی غلط نکلے تو تمہارا شتر عمر ستاک ہو گا“..... عمران نے کہا اور جامو نے جلدی جلدی نام وپتے بتاتے شروع کر دیے۔

”چوہان کاغذ اور قلم لے لو اور یہ جو نام وپتے بتاتا جائے وہ لکھتے جاؤ“..... عمران نے ساتھ بیٹھے ہوئے چوہان سے کہا اور چوہان سر ملاتا ہوا اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ جامو اب لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔
 ”میں نے پہلے ہی تمہیں کہا تھا کہ سب کچھ بتا دو خواہ خواہ جاہلوں کی طرح ضد کر رہے تھے“..... کمرہ داوا نے جامو سے کہا اور جامو نے ثبات میں سر ملادیا۔ تھوڑی دیر بعد چوہان واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ڈائری اور بال پوائنٹ تھا۔

”لکھواؤ جامو“..... عمران نے جامو سے کہا تو جامو نے نام وپتے

دوسرے لمحے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کا منہ کھول کر اس نے بوتل کو اس خون ابلتے زخم پر رکھ کر جھٹکا دینا شروع کر دیا۔ جامو پہلی جھج کے بعد ہی بے ہوش ہو چکا تھا۔

”اس طرح نہیں۔ اس طرح تو خون نکلنے کی وجہ سے مرچیں زخم میں نہ بھری جاسکیں گی۔ میڈی کاکٹ لگاؤ“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو جوانانے ایک جھٹکے سے بوتل سیدھی کر لی۔ دوسرے لمحے اس نے خنجر کی مدد سے جامو کے بازو پر کٹ لگایا اور ایک بار پھر بوتل میں بھری ہوئی مرچیں اس پر انڈیل دیں۔ دوسرے لمحے جامو کا جسم بری طرح کانپنے لگا اور وہ ہوش میں آکر بری طرح جھٹکنے لگا۔

”ارے ابھی سے۔ ابھی تو ایک ہی زخم لگا ہے“..... عمران نے سفاک لہجے میں کہا۔

”بیس بیس آدمی کام کرتے ہیں۔ یہ۔ یہ۔ ہٹاؤ۔ یہ مت کرو۔ میں مری جاؤں گا“..... جامو نے بذیانی انداز میں جھٹکنے ہوئے کہا۔

”جوانا اس کے زخموں پر سر پرے کر دو۔ مجھے یقین ہے کہ اب یہ جھوٹ نہیں بولے گا“..... عمران نے کہا تو جوانا تیزی سے واپس مڑا۔ اس نے الماری میں خنجر اور سرچوں کی بھری ہوئی بوتل رکھی اور وہاں سے ایک اور بوتل اٹھائی جس پر سر پرے پمپ لگا ہوا تھا۔ جامو کی حالت لمحہ بہ لمحہ خراب ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا جسم اب بری طرح پھرنے لگا تھا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن تکلیف کی شدت سے اس کے کئے حلق سے اب جین تک نہ نکل رہی تھی۔ جوانانے بوتل سے اس کے

گیا تھا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئی تھیں۔

"حت تہ تم نے اسے قانون کے حوالے کرنے کی بجائے مار دیا"..... کرمو دادا نے انتہائی خوفزدہ سے لہجے میں رک رک کر کہا۔
"کاش میں اسے بار بار زندہ کرتا۔ بار بار مارتا۔ یہ انسان نہیں دنیا کی مکروہ ترین مخلوق ہے"..... عمران نے غراتے ہوئے کہا تو کرمو دادا کا چہرہ اور زیادہ زرد پڑ گیا۔

"اور تم۔ تم بھی دنیا کے ذلیل ترین انسان ہو۔ تمہیں معصوم بچوں پر ظلم کرتے ان کا سو دا کرتے ہوئے کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ یہ معصوم بچے ہیں پھولوں جیسے۔ ان کو ان کے والدین اور بھائی بہنوں سے تم صرف چند روپوں کی خاطر جدا کر کے انہیں جیتے جی جہنم میں دھکیل رہے ہو۔ تمہیں کبھی ان بچوں کے والدین کی چیخیں سن سکیاں اور کراہیں سنائی نہ دی تھیں۔ تمہیں کبھی ان پھول جیسے بچوں پر رحم نہ آیا تھا ہو لو تم ذلیل انسان ہو لو"..... عمران نے یکتھت کرمو دادا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مم۔ مم میں تو صرف کاروبار کرتا ہوں۔ کمیشن لیتا ہوں۔ بب بچے تو نہیں پکڑتا۔ مجھے معاف کر دو"..... کرمو دادا نے انتہائی خوف بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہیں معاف کر دوں تمہیں۔ تم جو انسانیت کے جسم پر ایک ناسور ہو تمہیں معاف کر دوں"..... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ریا الوہ نے ایک بار پھر شعلے لگنے شروع کر

لکھوانے شروع کر دیئے۔

"جہارے غلاوہ یہاں دارالحکومت میں اور کتنے گروہ یہ دھندہ کرتے ہیں"..... عمران نے پوچھا۔
"چار"..... جامو نے جواب دیا۔
"ان گروہوں کے سرغزوں کے نام دپتے بتا دو"..... عمران نے کہا تو جامو نے ایک بار پھر نام دپتے بتانے شروع کر دیئے۔

"کوئی روہ تو نہیں گیا۔ سوچ لو اور اگر کسی کا نام دپتے غلط بتایا ہو تو وہ بھی بتا دو۔ اب موقع ہے۔ ورنہ اگر بعد میں کوئی غلطی نکلی تو..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں نے سب بتا دیا ہے"..... جامو نے جواب دیا۔
"میرن جہارا باپ تھا"..... عمران نے پوچھا۔
"ہاں مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا"..... جامو نے حیران ہو کر پوچھا۔
"میرن بھی یہی دھندہ کرتا تھا"..... عمران نے پوچھا تو جامو نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"میرن آج سے چھ سال پہلے پکڑا گیا تھا۔ اس کی خبر ہی کسی نے کی تھی۔ کیا تم اس خبر کے بارے میں جانتے ہو"..... عمران نے پوچھا۔
"وہ تو کئی بار پکڑا گیا تھا۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے"..... جامو نے جواب دیا۔ تو عمران نے جیب سے ریو الوہ نکالا اور اس کے ساتھ ہی پے در پے دھماکوں کے ساتھ ہی جامو کے حلق سے صرف ایک جھنجھکی اور وہ تڑپ کر ہلاک ہو گیا۔ کرمو دادا کے چہرے کا رنگ یکتھت زرد پڑ

دیئے اور کرمو دادا کی چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا۔ اس کا جسم بے اختیار
 جھٹکے کھانے لگا اور پھر ساکت ہو گیا۔
 ”جوانا ان دونوں کو برقی بھی میں ڈال دو“..... عمران نے جوانا
 سے کہا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

سٹیل اسٹ نائزن خاصی جدید اور وسیع آبادی تھی سہاں بڑی بڑی
 کوٹھیسوں کے ساتھ ساتھ متوسط درجے کی کوٹھیاں بھی موجود تھیں۔
 اے بلاک کی کوٹھی نمبر چھ سو چھ بھی ایک متوسط درجے کی کوٹھی تھی
 ستون پر ایک نیم پلیٹ موجود تھی جس پر صرف نام عالم خان لکھا ہوا
 تھا۔ کوٹھی کا گیٹ بند تھا۔ عمران نے کار کو ٹھکی کے گیٹ کے سامنے جا
 کر روک دی۔ اس کے ساتھ ٹائیگر تھا۔ کار رکھتے ہی ٹائیگر نیچے اترا اور
 گیٹ پر لگے ہوئے کال بیل کے بٹن کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے بٹن
 پریس کیا اور پھر جیسے ہٹ کر کھڑا ہو گیا ڈرائیونگ سیٹ پر عمران
 خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ چند لمحوں بعد چھوٹا گیٹ کھلا اور ایک نوجوان جو
 اپنے چہرے مہرے اور لباس سے ملازم لگ رہا تھا باہر آ گیا۔
 ”عالم خان صاحب ہیں“..... ٹائیگر نے اس نوجوان سے مخاطب
 ہو کر کہا۔

خاصا مضبوط آدمی تھا۔ چہرہ بھاری اور درشت سا تھا۔ آنکھوں میں تیز چمک تھی۔ سر کے بال چھوٹے چھوٹے اور اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔

”میرا نام عالم خان ہے۔“..... اس نے اندر داخل ہوتے ہی عمران اور نانیکر کی طرف دیکھتے ہوئے قدرے سخت سے لہجے میں کہا۔

”میرا نام علی عمران اور یہ رضوان ہے۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے میرے ملازم نے بتایا ہے کہ آپ کا تعلق سنٹرل انٹیلی جنس سے ہے۔“..... عالم خان نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں فطری سختی بدستور موجود تھی۔

”جی ہاں آپ کے ملازم نے آپ کو درست بتایا ہے۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”مگر سنٹرل انٹیلی جنس کا مجھ سے کیا تعلق..... عالم خان نے مصافحہ کرنے کے بعد صوفے کی کرسی پر ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ہم ایک پرانے کیس پر کام کر رہے ہیں۔ آپ کا تعلق پولیس سے رہا ہے اور آپ آج سے چھ سال قبل نارٹھ کرافٹ پولیس اسٹیشن پر بطور ایس ایچ او تعینات تھے۔ آپ نے بزدل فردوشوں کا ایک گروہ پکڑا تھا جس کے سرغنہ کا نام میرن تھا۔“..... عمران نے سادہ سے لہجے میں کہا۔

”ہوگا مجھے بطور خاص یاد نہیں ہے کیونکہ پولیس کی ملازمت میں ایسے بے شمار گروہ پکڑے جاتے ہیں لیکن آپ کیوں پوچھ رہے

”جی ہاں صاحب ابھی آئے ہیں دفتر سے آپ۔“..... نوجوان نے غور سے نانیکر اور عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”انہیں کہیں کہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس علی عمران سے ملنے آئے ہیں۔“..... عمران نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اوہ اچھا جتنا میں پھانگ کھوتا ہوں آپ کا ر اندر لے آئیں۔“..... نوجوان نے چونک کر کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

سنٹرل انٹیلی جنس کا نام سننے ہی اس کے جسم میں جیسے برقی ہرسی دوڑ گئی تھی۔ نانیکر واپس آکر کار میں بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد پھانگ کھل گیا تو عمران نے کار آگے بڑھادی۔ پورچ میں چپلے سے دو کاریں موجود تھیں۔ دونوں ہی نئی اور جدید ماڈل کی کاریں تھیں۔ عمران نے ان کے عقب میں کار روکی اور پھر وہ نانیکر سمیت نیچے اتر آیا۔ نوجوان پھانگ بند کر کے تیز قدم اٹھاتا واپس ان کی طرف آیا۔

”تم عالم خان کے ملازم ہو۔“..... عمران نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جی ہاں میرا نام رشید ہے۔ آئیے ادھر ڈرائنگ روم میں تشریف لیتے۔“..... نوجوان نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ ڈرائنگ روم خاصے قیمتی فرنیچر سے مزین تھا۔ رشید انہیں وہاں بٹھا کر واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو ایک ادھیڑ عمر آدمی جس کے جسم پر تھری پیس سوٹ تھا اندر داخل ہوا۔ اس کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں مختلف قیمتی نگینوں کی کئی انگوٹھیاں موجود تھیں۔ جسمانی ساخت کے لحاظ سے وہ

جواب دیا۔

”آپ کے کہنے بیٹے ہیں“..... عمران نے پوچھا۔

”تین بیٹے ہیں۔ ایک بیٹی۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی شادی شدہ ہیں۔

سب سے چھوٹا یونیورسٹی میں پڑھتا ہے اور ہاسٹل میں رہتا ہے۔ مگر آپ کیوں یہ ذاتی باتیں پوچھ رہے ہیں“..... عالم خان نے ناخوشگوار سے لہجے میں کہا۔

”کرمودا کو آپ کب سے جانتے ہیں“..... عمران نے اچانک کہا تو عالم خان بے اختیار اچھل پڑا۔

”کر۔ کرمو۔ کرمودا۔ کیا کیا مطلب۔ میں تو کسی کرمودا کو نہیں جانتا“..... عالم خان نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

”او کے آپ کا بے حد شکریہ۔ اب ہمیں اجازت دیجئے“..... عمران نے اچانک کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور عمران کے اٹھتے ہی ٹانگیں بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”بیٹھے میں کچھ پینے کے لئے منگواتا ہوں“..... عالم خان نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے قدرے گڑبڑاتے ہوئے سے لہجے میں کہا۔

”شکریہ“..... عمران نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بھٹنے لگا۔ لیکن دوسرے لمحے کمرہ عالم خان کے چہرے پر پڑنے والے زور و تھپڑ اور اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ عمران نے عالم خان کے قریب سے گزرتے ہوئے بازو گھما دیا تھا۔ عالم خان جھجکا ہوا

ہیں“..... عالم خان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ لیکن عمران نے دیکھا تھا کہ اس کی آنکھوں میں میرن کا نام سن کر ایک خاص قسم کی چمک سی ابھرتی تھی۔

”ہمیں دراصل اس گروہ کو گرفتار کرانے والے مخبر کے بارے میں معلومات چاہئیں“..... عمران نے کہا۔

”مخبر۔ لیکن کیوں۔ اتنے طویل عرصے بعد آپ کو اس مخبر کی تلاش کیوں ہے“..... عالم خان نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

”یہ سنٹرل انٹیلی جنس کا مسئلہ ہے۔ آپ کیا اور کیوں کے چکر میں نہ پڑیں تو بہتر رہے گا“..... عمران نے جواب دیا۔

”نھیک ہے۔ لیکن اتنے طویل عرصے بعد مجھے اب اس بارے میں کچھ بھی یاد نہیں ہے۔ پولیس کے تو بے شمار مخبر ہوتے ہیں۔ اب آدمی کس کس کو یاد رکھے“..... عالم خان نے اور زیادہ سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اخبار میں جو خبر شائع ہوئی تھی۔ اس کے مطابق اس مخبر کا تعلق محکمہ سوشل ویلفیئر سے تھا وہاں افسر تھا“..... عمران نے کہا۔

”ہو گا مجھے اب یاد نہیں ہے“..... عالم خان نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا لیکن اس کے چہرے پر ابھرنے والے اثرات بتا رہے تھے کہ وہ جان بوجھ کر بتانا نہیں چاہ رہا۔

”آپ آج کل کون سا کاروبار کر رہے ہیں“..... عمران نے پوچھا۔

”میں امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرتا ہوں“..... عالم خان نے

نہیں کھول دیں۔ پوری طرح ہوش میں آتے ہی اس نے جھٹکنے سے
نخنے کی کوشش کی لیکن رسی سے بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف
سسکا کر رہ گیا۔

”یہ۔۔۔۔۔ مجھے کیوں باندھ رکھا ہے۔ کون ہو تم۔۔۔۔۔ عالم خان
نے چیخے ہوئے سامنے بیٹھے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
”چیختے چلانے کی ضرورت نہیں ہے عالم خان جہارے ملازم اور
جہاری بیوی سب بے ہوش پڑے ہیں۔ اس لئے کوئی جہاری مدد کے
نئے نہیں آسکتا۔۔۔۔۔ عمران کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

”مم۔۔۔۔۔ مگر گیوں۔ تم نے یہ سب کچھ کیوں کیا ہے۔ کیا تم ڈاکو
ہو۔ کون ہو تم۔۔۔۔۔ عالم خان نے استہائی خت لہجے میں کہا۔
”جہارا تعلق پولیس سے رہا ہے اس لئے تمہیں سب چور ڈاکو ہی
تھرائیں گے۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر۔ تو پھر تم کون ہو۔۔۔۔۔ عالم خان نے سخت الجھے ہوئے
جے میں کہا۔

”دیکھو عالم خان مجھے معلوم ہے کہ تمہیں وہ ساری معلومات
مسل ہیں۔ جو میں نے پہلے تم سے پوچھی ہیں۔ لیکن تم نامعلوم
ذیجات کی بنا پر جواب نہیں دے رہے۔ جب کہ جواب مجھے چاہئے اور
یہ بتا دوں کہ تمہیں شاید یہ غلط فہمی ہوگی کہ جہارے ساتھ ہم سخت
مسک نہیں کریں گے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رکھ لو کہ جہارے
عمر کا ایک ایک ریشہ ادھیڑا جا سکتا ہے۔ جہارے جسم کی ایک ایک

اچھل کر فرش پر پڑتے ہوئے قالین پر جا گر ا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ
اٹھتا عمران کی لات حرکت میں آئی اور کٹہنی پر پڑنے والی بھرپور ضرب
نے عالم خان کے جسم کو یقینت بے حس و حرکت کر دیا۔

”باہر جا کر اس رشید اور اس کے علاوہ جتنے بھی آدمی ہوں سب کو
بے ہوش کر دو اور رسی بھی ڈھونڈ لاؤ۔ اب اس عالم خان سے تفصیلی
مذاکرات کرنے پڑیں گے۔۔۔۔۔ عمران نے ٹانگیر سے کہا اور ٹانگیر سر
ہلاتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔ عمران نے جھک کر فرش پر
پڑے ہوئے بے ہوش عالم خان کو بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکنے سے اٹھایا
اور صوفے پر ڈال دیا تھوڑی دیر بعد ٹانگیر واپس ڈرائنگ روم میں
داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں رسی کا بنڈل موجود تھا۔

”اس رشید کے علاوہ دو ملازم اور ایک شاید اس کی بیوی تھی انہیں
میں نے بے ہوش کر دیا ہے۔۔۔۔۔ ٹانگیر نے کہا اور عمران نے اثبات
میں سر ہلا دیا۔ ٹانگیر نے آگے بڑھ کر عمران کی مدد سے عالم خان کو
ایک کرسی پر بٹھا کر رسی سے اچھی طرح باندھ دیا۔ عمران نے عالم
خان کی ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد عالم
خان کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو عمران پیچھے
ہٹ گیا۔

”تم باہر کا خیال رکھو ٹانگیر۔۔۔۔۔ عمران نے ٹانگیر سے کہا اور
ٹانگیر سر ہلاتا ہوا ایک بار پھر باہر چلا گیا۔ عمران سامنے کرسی پر
اطمینان سے بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد عالم خان نے کربستے ہوئے

”کیا تمہارا تعلق واقعی سنٹرل انٹیلیجنس سے ہے.....“ عالم خان

"تم نے پہلے یہ بات کیوں چھپائی تھی"..... عمران نے پوچھا۔
 "مجھے مادہ نہیں آ رہا تھا"..... عالم خان نے جواب دیا۔

نے مجھے بڑی بھاری رقم رشوت کے طور پر دی اور مجھ سے منبر کے بارے میں پوچھا۔ میں نے بتا دیا پھر مجھے معلوم ہوا کہ بڑے خان کے آدمیوں نے مراد کو اغوا کر کے پہاڑی علاقے میں پہنچا دیا ہے۔ اس کے بعد اس کا کیا ہوا۔ مجھے نہیں معلوم۔ یہی وجہ ہے کہ جب تم نے منبر کے بارے میں پوچھا تو میں بات چھپا گیا۔..... عالم خان نے جواب دیا "اب بھی تم بات چھپا رہے ہو۔ اگر مسئلہ صرف رشوت کا ہوتا تو تم اب ریٹائرڈ ہو چکے ہو اور رشوت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس لئے تمہیں اس بارے میں بتانے پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ اس لئے اب آخری بار کہہ رہا ہوں کہ سب کچھ سچ بتا دو۔ اس کے بعد شاید تمہیں کوئی موقع ملے۔..... عمران کا لہجہ بے حد سخت ہو گیا۔

"وہ۔ وہ۔ اصل بات یہ ہے کہ میں خود اس دھندے میں ملوث ہو گیا تھا۔ میں نے بردہ فروشوں کے کئی گروہوں سے رابطہ قائم کر لیا اور کروڑوں روپے دوسرے افراد کے ذریعے میں بچے خریدتا اور بڑے خان کے آدمیوں کے پاس فروخت کر دیتا تھا۔ اس طرح مجھے بھاری معاوضہ ملنے لگ گیا تھا۔ اس وقت چونکہ مجھے پولیس کا تحفظ حاصل تھا اس لئے کسی کو مجھ پر شک نہ ہو سکا۔ ریٹائر ہونے کے بعد میں نے یہ کام چھوڑ دیا اور اکٹھی کی ہوئی دولت سے کاروبار شروع کر دیا۔" عالم خان نے جواب دیا۔

"بڑا خان سے تمہارا رابطہ کس سطح پر ہوا اور اس کے بارے میں کیا تفصیل ہے۔..... عمران نے پوچھا۔

نے ہوٹ جباتے ہوئے کہا۔
"ہاں لیکن میرے کام کرنے کا طریقہ الگ ہے۔ ہمارا گروپ سپیشل گروپ کہلاتا ہے اور ہم کام کے دوران صرف نتائج حاصل کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں چاہے کتنے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا پڑے ہم دریغ نہیں کیا کرتے۔ ہم قانون کے حوالے صرف ان افراد کو کرتے ہیں جو ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہیں جو تعاون نہیں کرتے انہیں قبروں میں اترنا پڑتا ہے۔..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"کیا تم واقعی مجھے سرکاری گواہ بنا دو گے۔ کیا تم وعدہ کرتے ہو۔..... عالم خان نے کہا۔

"اگر تم نے سب کچھ سچ بتا دیا اور وہ سب کچھ بعد میں سچ بھی ثابت ہو گیا۔..... عمران نے جواب دیا۔

"میں سب کچھ سچ بتا دیتا ہوں لیکن پلیز مجھے مت مارو۔..... عالم خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بتاؤ کہ تم نے مراد کا نام کیوں چھپایا تھا۔" عمران نے کہا۔

"اصل بات یہ ہے کہ مراد کے کہنے پر میں نے بردہ فروشوں کا گروہ جس کا سرغنہ مرین تھا۔ گرفتار کیا تھا اور ان کے قبضے سے بچے بھی برآمد کئے تھے۔ لیکن پھر پہاڑی علاقے کی ایک بہت بڑی شخصیت جے سب بڑا خان کہتے ہیں کے آدمیوں نے مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں

بنانے کی خفیہ فیکٹریاں قائم ہیں۔ اعزادہ بیچوں اور بڑوں سے وہاں کام لیا جاتا ہے۔ اس طرح فیکٹریاں بھی چلتی رہتی ہیں اور کسی کو ان کے بارے میں علم بھی نہیں ہوتا۔ جو بچے کام کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ انہیں غیر ملک میں فروخت کر دیا جاتا ہے یا ہلاک کر دیا جاتا ہے..... عالم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سر دار باب اب کہاں ہے۔ اس کے بارے میں پوری تفصیل بتاؤ..... عمران نے پوچھا۔

”وہ تو دو سال پہلے ایک ایکسٹنٹ بکے دوران ہلاک ہو گیا تھا..... عالم خان نے جواب دیا تو عمران ایک جھٹکنے سے کرسی سے اٹھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کی نال عالم خان کی پیشانی پر رکھ کر دبا دی۔

”تم نے پھر جھوٹ بونا شروع کر دیا ہے۔ اس لئے اب تم کسی رعایت کے مستحق نہیں ہو..... عمران نے اس قدر سرد لہجے میں کہا کہ عالم خان کا جسم ٹکٹ جھٹکنے کھانے لگا۔

”وہ۔ وہ آرام باغ میں رہتا ہے۔ وہ آرام باغ میں رہتا ہے۔ اس کا بہت بڑا ہوٹل ہے۔ ہوٹل دکشا..... عالم خان نے ہڈیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

”تم نے پھر کیوں یہ بات چھپائی تھی..... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”وہ۔ وہ دراصل میں اب بھی یہی دہندہ کرتا ہوں۔ میں نے سوچ

”میں واقعی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اس کے ایک خاص آدمی تھا جس کا نام سردار ار باب تھا۔ وہ میرا دوست بن گیا تھا اور اس کے اکسائے پر میں اس دہندے میں شامل ہوا تھا۔ میں نے سردار ار باب سے کئی بار پوچھا بھی لیکن وہ نال گیا۔ بڑے خان کا صرف نام چلتا ہے اور نشان پڑھتی ہے۔ سفید کبوتر اس کی نشانی ہے جب بھی سردار ار باب کو بچے خریدے ہوتے وہ یہ نشانی تجھے دے دیتا۔ میں اپنے آدمیوں کو یہ نشانی دے کر بڑے خان کے آدمی بنا کر کرواوا اور ایسے دوسرے افراد کے پاس بھیجا دیتا اور بچے خرید کر سردار ار باب کے حوالے کر دیتا وہ تجھے معاوضہ ادا کرتا اور پھر بچوں کو ٹرکوں میں ڈال کر لے جاتا۔ اس طرح نام بڑے خان کا چلتا۔ میں درمیان میں نہ آتا تھا۔ لیکن معاوضہ مجھے بہت بھاری ملتا۔ سردار ار باب کو یہ فائدہ ہو جاتا کہ اگر کوئی گروپ پکڑا جاتا تو میں پولیس میں ہونے کی وجہ سے اسے بچا لیتا تھا۔ اسے محفوظ مل جاتا تھا اور تجھے معاوضہ..... عالم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ بڑا خان ان بچوں کا کیا کرتا ہے..... عمران نے پوچھا۔

”ان سے فیکٹریوں میں کام لیا جاتا ہے۔ غیر ملکوں میں انہیں بطور ملازم بھی فروخت کیا جاتا ہے..... عالم خان نے جواب دیا۔

”کن فیکٹریوں کی بات کر رہے ہو..... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”پہاڑی علاقوں میں ہر قسم کا جعلی مال۔ جعلی ادویات اور اسلحہ

تم نے بتایا ہے تمہارے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ اگر تمہارے بیٹوں کو کوئی اغوا کر کے فروخت کرے۔ تو تمہارا کیا حال ہوگا۔۔۔۔۔ عمران نے انتہائی نفرت بھرے لہجے میں عالم خان سے مخاطب ہو کر کہا۔ لیکن عالم خان نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش بیٹھا رہا۔

تم لوگ انسان نہیں ہو۔ انتہائی مکروہ ترین مخلوق ہو۔ عمران نے انتہائی نفرت بھرے لہجے میں کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

تم۔ تم مجھے اپنے وعدے کے مطابق قانون کے حوالے کر دو۔ جسہ تمہوں بعد عالم خان نے رک رک کر کہا۔

میں ایسا ہی کروں گا فکر مت کرو۔۔۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا تو عالم خان کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھرائے۔ توڑی دیر بعد باہر سے کار کی آواز سنائی دی اور پھر جوزف اور جوانا ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ عالم خان ان دو سیاہ فاموں کی جوڑی کو دیکھ کر بے اختیار چونک پڑا۔ وہ بڑی حریت بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

اس کا نام عالم خان ہے اور یہ ریشائزڈ پولیس آفیسر ہے۔ یہ بچوں کو اغوا کرنے کے دھندے میں ملوث ہے۔ بقول اس کے اس کے آدمی پورے پاکستان میں پھیلے ہوئے ہیں اور وہ سب ہی مکروہ دہندہ کرتے ہیں۔ تم اسے رانا باؤس لے جاؤ اور اس سے اس کے متعلق تمام افراد کے بارے میں تفصیلات حاصل کرو اور پھر تمہارا کام ان لوگوں کو انتہائی غیر متاک انداز میں ٹھکانے لگانا ہوگا۔ کسی نرمی اور رحم کی

کہ اگر تم اس تک پہنچ گئے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔۔۔۔۔ عالم خان نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

لیکن تم تو کہتے ہو کہ تم امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرتے ہو۔۔۔۔۔ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

وہ تو ایک آڑ ہے۔ ورنہ پورے ملک میں میرے آدمی یہی کام کرتے ہیں اور میں مال خرید کر کے سردارِ ارباب کے ذریعے بڑے خان کو فروخت کر دیتا ہوں۔۔۔۔۔ عالم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے ریوالبورجیب میں رکھا اور ایک طرف رکھے ہوئے فون کی طرف مڑ گیا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

رانا باؤس۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوئے ہی دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔

جوزف جوانا کو ساتھ لے کر سٹیلانٹ ٹاؤن کی کوٹھی چھ سوچھ اے بلاک فوراً پہنچو میں وہیں موجود ہوں۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور رسیور رکھ کر وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

ٹائیگر۔۔۔۔۔ عمران نے دروازے پر رک کر کہا۔

میں باؤس۔۔۔۔۔ برآمدے میں اندر سے ٹائیگر نے تیزی سے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

جوزف اور جوانا کو میں نے یہاں بلوایا ہے۔ تم انہیں پھانک کھول کر اندر لے آؤ۔ عمران نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ عالم خان خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

ہے۔..... اچانک عمران نے پوچھا۔

”نہیں کوئی عام سا ہوٹل ہوگا۔ میں تو یہ نام ہی پہلی بار سن رہا ہوں۔.....“ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کا ٹیکٹ سر دار باب نامی کوئی شخص ہے۔ وہ اس گینگ کا بڑا ہے۔ اس سے پوچھ گچھ کرنی ہے۔“ عمران نے کہا اور ٹائیگر نے شبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کار شہر کے ایک پرانے علاقے میں داخل ہوئی۔ عمران نے ایک چوک پر کار روکی اور ایک دکاندار سے ہوٹل دلکشا کے بارے میں پوچھا۔

”آگے چلے جائیں صاحب۔ کافی آگے جا کر دائیں ہاتھ پر مڑ جائیں۔ وہاں سے ہوٹل دلکشا کی عمارت نظر آتی ہے۔“ دکاندار نے جواب دیا تو عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کار آگے بڑھا دی اور پھر واقعی کافی آگے جانے کے بعد انہیں موڑ پر دور سے ہی ہوٹل دلکشا کا بورڈ نظر آ گیا۔ عمارت تین منزلہ تھی لیکن عمارت کا طرز تعمیر انتہائی قدیم اور بالکل اس انداز کا تھا جیسے کبوتروں کے کابک بنائے جاتے ہیں۔ بورڈ بھی پرانا سا تھا اور اس کے الفاظ بھی آدھے سے زیادہ مٹ چکے تھے۔ نیچے منزل پر ریسٹوران تھا جب کہ اوپر والی دونوں منزلیں رہائشی کمروں پر مشتمل تھیں۔ عمران نے کار سائیڈ پر کر کے روکی اور پھر نیچے اترا یا۔ دوسری طرف سے ٹائیگر بھی نیچے اترا یا۔

”کار کو لاک کر کے آجاؤ۔“ عمران نے چابیاں ٹائیگر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیز قدم اٹھاتا مین گیٹ کی

ضرورت نہیں ہے۔ یہ لوگ انسان ہی نہیں ہیں۔ جب اس کے سب افراد کا خاتمہ ہو جائے۔ تب اسے بلیک قانون کے حوالے کر دینا سمجھ گئے ہو۔“ عمران نے جوزف اور جو اناسے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں باس آپ بے فکر رہیں آپ کے حکم کی پوری پوری تعمیل ہو گی۔“ جوزف نے جواب دیا۔

”اس کے گھر والے اور ملازم بے ہوش پڑے ہیں انہیں کچھ نہ کہنا صرف اسے لے جاؤ میں ٹائیگر کے ساتھ اس گروہ کے ایک اور آدمی کے پیچھے جا رہا ہوں۔“ عمران نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ٹائیگر کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور چند لمحوں بعد اس کی کار کو فحی کے پچانک سے باہر نکل کر تیزی سے دائیں ہاتھ پر مڑ کر آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس کے پھرے پر پتھر پٹی سنجیدگی طاری تھی۔

”اب آپ کہاں جا رہے ہیں۔ اس عالم خان نے کیا بتایا ہے۔“ اچانک ٹائیگر نے ڈرے اور سبے ہوئے لمحے میں کہا وہ شاید عمران کے پھرے پر موجود تھیں پٹی سنجیدگی کی وجہ سے سہما ہوا تھا۔

”میں تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ صرف دولت کی غرض سے لوگ اس حد تک مکروہ کام بھی کر سکتے ہیں۔ معصوم بچوں کو اغوا کرنا دنیا کا سب سے مکروہ ترین جرم ہے یہ ڈاگ کرانم ہے۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ ان لوگوں کو زندہ آگ میں جلا دوں۔“ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ٹائیگر خاموش ہو گیا۔

”ہوٹل دلکشا دیکھا ہوا ہے تم نے۔ آرام باغ کے علاقے میں

سیو سردار از باب صاحب میں علی عمران بول رہا ہوں۔۔۔ عمران
سپور لیتے ہی کہا۔

”جس طرح آپ آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھ رہے ہیں۔ اس طرح تو میں آپ کو باتیں سے بھی زیادہ جوڑا نظر آ رہا ہوں گا۔“ عمران نے کہا تو نوجوان کے ہرے برہکت شرمندہ سی مسکراہٹ رہ گئی۔

”آپ کون صاحب میں اور کس سلسلے میں مجھ سے ملنا ہیں؟“ دوسری طرف سے ایک بھاری اور تھوڑے سخت سنائی دی۔

”عام خان نے مجھے بھیجا ہے اور سمسد تو آپ لو ان کا نام ہی معلوم ہو گیا ہو گا۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
”میں اس وقت بے حد مصروف ہوں۔ آپ کل تشریف آئیں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ گیا۔

”بہت مہربانی سرور صاحب آپ نے ملاقات کا وقت دیا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور رسیور کریڈل پر رہا۔
”اب کہاں جانا ہو گا؟“ عمران نے نوجوان سے مخاطب کہا۔

”مجھے حیرت ہے کہ انہوں نے آپ کو وقت دے دیا ہے کسی اجنبی سے پہلی بار نہیں ملا کرتے بہر حال دوسری منزل انھارہ میں چلے جلیے۔“ نوجوان نے حیرت بھرتے سچے سچے اس ڈراٹھینے اور ہمارے ساتھ چلیے۔ اس طرح آپ کے چھائی ہوئی سستی بھی دور ہو جانے لگی اور ہمیں بھی ادھر ادھر پڑے گا۔“ عمران نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا تو نوجوان کو جیسے الیکٹک کرنا لگا۔

”اوہ بالکل جتنا بالکل آپ کی خدمت تو ہمارا فرض نوجوان نے جلدی سے نوٹ کو جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔
”یہ سے کاؤنٹر سے باہر آ گیا۔ اب اسے دیکھ کر کوئی نہ کہہ سکتا تھا۔
”مجھے پہلے ہی نوجوان بیٹھا اور نگھ رہا تھا۔“

”شمر یہ.....“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نوجوان معنی میں وہ دائیں ہاتھ پر ایک راہداری میں جا کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دوسری منزل پر پہنچ گئے۔ یہ ایک طویل راہداری تھی جس لوہے کے دروازے تھے۔ کمرہ نمبر انھارہ کے سامنے جا کر نوجوان آیا۔

”جس ٹھیک ہے۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔“ عمران نے بتاتے ہوئے کہا اور نوجوان تیزی سے سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔
”جس کا عمران کو دیکھنے کا انداز ایسے تھا جیسے عمران دنیا کا سب سے قیمتی جو جس نے صرف چند سیڑھیاں چڑھنے کے لئے اسے اتنی بڑی نوٹ دے دیا ہو۔ حالانکہ وہ نہ جانتا تھا کہ عمران اسے صرف بے دہاں تک لے آیا تھا تا کہ عمران کے سردار ارباب تک پہنچنے میں وہ اسے دوبارہ فون نہ کر دے۔ عمران نے دروازے پر ہاتھ رکھا لیکن دروازہ اندر سے بند تھا۔ دروازے کی ساخت بتا رہی کہ وہ ساؤنڈ پروف بنایا گیا ہے۔ دروازے پر ڈور فون موجود تھا جسے اس کا بہن دیا دیا۔

”جس ہے.....“ فون سے وہی آواز سنائی دی جو اس سے پہلے

عمران کا بازو گھوما اور دوسرے لمحے سردار ارباب بے اختیار جھجھتا ہوا
 جھک کر سائیکے کی دیوار سے ٹکرایا اور نیچے فرش پر جا گرا۔ اس نے نیچے
 زبر کراٹھنے کی کوشش کی ہی تھی کہ عمران کی لات حرکت میں آئی اور
 یہ کمرہ لگاتار جتھوں سے گونج اٹھا۔ چند لمحوں بعد ہی وہ آدمی فرش پر بے
 حس و حرکت پڑا نظر آ رہا تھا۔

”اے اٹھا کر کرسی پر ڈالو.....“ عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر
 نے ہٹھک کر فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے سردار ارباب کا بازو پکڑا
 اور ایک جھٹکے سے کھینٹ کر اس نے اسے ایک کرسی پر ڈال دیا۔
 ”اب یہاں رہی تو نہیں ہوگی۔ بیٹل سے ہی کام لینا پڑے
 گا.....“ عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”یس باس.....“ ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے
 بندی سے اپنی بیٹل کھولی اور پھر سردار ارباب کے دونوں ہاتھ عقب
 میں کر کے اس نے بیٹل کی مدد سے باندھ دیئے۔

”اب اسے ہوش میں لے آؤ.....“ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اس
 کی ناک اور منہ کو دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد سردار
 ارباب کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہوئے۔ تو وہ پیچھے ہٹ
 گیا۔

”جہارے پاس خنجر ہوگا۔ وہ مجھے دے دو۔ اس کا پہرہ بتا رہا ہے کہ
 یہ انسانی سے زبان کھونسنے والوں میں سے نہیں ہے.....“ عمران نے
 ٹائیگر سے کہا۔ اور ٹائیگر نے خاموشی سے کوٹ کی اندرونی جیب سے

عمران نے کاؤنٹر فون پر سنی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اس نو
 جس نے فون پر بات کرتے ہوئے اپنا نام عارف بتایا تھا۔ اس
 غلط رہنمائی نہیں کی تھی۔

”عارف ہوں جناب ایک بہت ضروری بات ہے جناب جو ف
 نہیں کی جا سکتی جناب.....“ عمران نے عارف کی آواز اور اس
 خاص انداز میں بات کرتے ہوئے کہا تو دوسرے لمحے دروازہ ک
 اس کے ساتھ ہی عمران دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو
 کمرے کے اندر پہنچ کر اس کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ کمرہ واقعی
 پروف تھا۔

”کلک کلک کون ہو تم.....“ دروازے پر موجود ایک لمبے
 بھاری جسم کے آدمی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ کمرہ خ
 تھا۔ لیکن اس بڑے کمرے کے ایک کونے میں بڑی سی دفتری م
 جس کے پیچھے ایک کرسی رکھی ہوئی تھی۔ باقی کمرے میں کرسیا
 صوفے رکھے ہوئے تھے۔ کمرے میں صرف وہی لمبے قد کا آدمی ہی
 کوئی نہ تھا۔ عمران کے پیچھے ٹائیگر بھی اندر آ گیا تھا۔ اس نے کمر
 دروازہ بند کر کے لاک کر دیا۔

”جہار انام سردار ارباب ہے.....“ عمران نے کہا۔

”ہاں مگر تم کون ہو اور کیوں اس طرح اندر آئے ہو.....“
 آدمی نے اب کراخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ
 سے قمیض کے اوپر پہنی ہوئی جیکٹ کی جیب کی طرف بڑھا ہی

تم دارالحکومت سے بچے اخوا کر کے پہنچاتے ہو۔..... عمران نے سرد
لجے میں کہا۔ بڑے خان کا نام سر کر سردار ارباب بے اختیار چونک پڑا
لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

• کلک کلک کون بڑا خان میں تو کسی بڑے خان کو نہیں
جانتا..... سردار ارباب نے گڑبڑائے ہوئے سے لجے میں کہا۔ لیکن
دوسرے لمحے اس کے حلق سے نکلنے والی تیز چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔
عمران کا وہ ہاتھ جس میں اس نے خنجر بکڑا ہوا تھا بجلی کی سی تیزی سے
حرکت میں آیا تھا اور سردار ارباب کا ایک ہاتھ اُدھے سے زیادہ کٹ
گیا تھا۔ اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن ٹائیگر نے اس
کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے پوری طرح بے بس کر رکھا تھا۔ ابھی
جہلی چیخ کی بازگشت ختم نہ ہوئی تھی کہ عمران کا ہاتھ دوسری بار حرکت
میں آیا اور اس بار سردار ارباب کا دوسرا ہاتھ بھی پھیلے کی طرح اُدھے
سے زیادہ کٹ گیا۔ کمرہ سردار ارباب کی چیخوں سے گونج رہا تھا۔ لیکن
عمران اس لئے مطمئن تھا کہ چیخوں کی آوازیں کمرے سے باہر سنائی نہ
دے رہی ہوں گی۔ دوسرا ہاتھ کاٹنے کے بعد عمران نے خون آلود خنجر
ایک طرف رکھا اور دوسرے لمحے اس نے مڑی ہوئی انگلی کا ہک سردار
مربب کی پیشانی پر ابھر آنے والی موٹی سی دگ پر آہستہ سے مارا تو
سردار ارباب کی حالت یقیناً انتہائی خست ہو گئی۔ اس کا پورا جسم اس
طرح کانپنے لگ گیا جیسے اسے جاڑے کا تیز بخار ہو گیا ہو۔ اس کے حلق
سے اب سسکی مٹا چیخیں نکلنے لگ گئی تھیں تکلیف کی شدت سے اس کا

ایک تیز دھار خنجر نکالا اور عمران کے ہاتھ میں دے دیا۔ اسی لمحے سردار
ارباب نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے چند لمحوں تک تو اس
کی آنکھوں میں دہشت سی چھائی رہی پھر ان میں شعور کی چمک ابھر آئی۔
اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے ہاتھ بڑھا کر اس
کے کاندھے کو دبا کر اسے کرسی پر ہی بیٹھے رہنے پر مجبور کر دیا۔

• ٹائیگر اس کی کرسی کے عقب میں کھڑے ہو جاؤ۔ اسے اٹھنے نہ
دینا..... عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر تیزی سے گھوم کر سردار
ارباب کی کرسی کی پشت پر آگیا۔ عمران نے ایک کرسی گھسیٹی اور
سردار ارباب کے سامنے آکر بیٹھ گیا

• تم۔ تم کون ہو اور یہ تم نے میرے ہاتھ کیوں باندھ رکھے
ہیں..... سردار ارباب نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے
میں اٹھنے کے ساتھ ساتھ حیرت کا عنصر موجود تھا۔

• عالم خان کا حوالہ سننے کے باوجود ابھی تک تمہیں یہ معلوم نہیں
ہو سکا کہ ہم لوگ کیوں تم سے ملنا چاہتے تھے..... عمران نے سرد لہجے
میں کہا۔

• عالم خان کو مگر میں تو کسی عالم خان کو نہیں جانتا۔ سردار
ارباب نے کہا۔

• عالم خان کی یادداشت بھی تمہاری طرح غائب ہو گئی تھی پھر
جب اس کو موت سے سلسلے نظر آنے لگی تو اس کی یادداشت فوراً بحال ہو
گئی تھی۔ بہر حال تم نے صرف یہ بتانا ہے کہ وہ بڑا خان کون ہے جسے

ٹھا کر بحال ہوتی ہے۔ اس لئے اب میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں کہ بڑے خان کے بارے میں تفصیل بتا دو۔..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”تم۔ تم آخر ہو کون۔ کیا جہاز اعلق پولیس سے ہے۔ تم کون ہو۔..... سردار ار باب نے ہڈیانی سے لہجے میں کہا۔

”مجھے خدائی فوجدار سمجھ لو۔ بہر حال تمہیں تفصیل تو بتانی ہی پڑے گی۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم کس طرح بتاتے ہو۔ تکلیف برداشت کر کے یا بغیر تکلیف کے۔..... عمران نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سنو تم جو کوئی بھی ہو۔ مجھ سے سودا کر لو۔ جتنی رقم تم چاہو میں تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں۔ تم اس کام سے بچے ہو ہٹ جاؤ ورنہ اگر بڑے خان کو معلوم ہو گیا تو میں بھی مارا جاؤں گا اور تم بھی۔ وہ دنیا کا خطرناک ترین آدمی ہے۔ وہ آدمی کو اس طرح مار دیتا ہے جیسے کوئی جیونئی مسل دے۔ مجھ سے رقم لے لو۔ جتنی رقم تم چاہو میں دے دیتا ہوں۔..... سردار ار باب نے اس بار گھٹکھٹاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بھلے تم اس کے بارے میں تفصیل بتاؤ۔ پھر تمہاری پیش کش پر غور کیا جاسکتا ہے۔..... عمران نے کہا۔

”نہیں اس کے متعلق جس نے بھی زبان کھولی وہ ختم کر دیا گیا۔ یہ انتہائی باخبر آدمی ہے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے کچھ معلوم نہیں ہے۔..... سردار ار باب نے اسی طرح چپچپے ہوئے کہا۔

چہرہ مسخ ہو گیا تھا اور آنکھیں قدرے باہر کو نکل آئی تھیں۔

”کون ہے بڑا خان بولو۔..... عمران نے غزاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مڑی ہوئی انگلی کی دوسری ضرب اس کی پیشانی پر لگائی۔

”وہ۔ وہ سپہاڑی علاقے راکوش میں رہتا ہے۔ راکوش؛ سردار ہے..... سردار ہے..... سردار ہے..... سردار ار باب نے ہڈیانی انداز میں چپچپے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی۔ بے پناہ تکلیف کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو چکا تھا

”اسے پانی پلاؤ ٹائیگر ورنہ اس حالت میں اگر اسے مزید ضرب لگی تو یہ مر جائے گا۔..... عمران نے ٹائیگر سے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہو تیزی سے ایک طرف دیوار میں نظر آنے والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کی ساخت بتا رہی تھی کہ یہ دروازہ ہاتھ روم کا ہے۔ چند لمحوں بعد ٹائیگر واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا گگ تھا۔ اس نے سردار ار باب کے جبڑے بھیج کر اس کا منہ کھولا اور پانی اس کے حلق میں انڈیل دیا۔ باقی پانی اس نے اس کے چہرے پر پھینک دیا اور پھر گگ ایک طرف رکھ کر وہ ایک بار پھر اس کے عقب میں کھڑ ہو گیا۔ چند لمحوں بعد سردار ار باب ہوش میں آگیا اور اس کے حلق سے ایک بار پھر جتنیں نکلے لگیں۔

”تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا سردار ار باب کہ یادداشت کتنی تکلیف

”جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو فصول باتیں مت کرو۔“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”سردار خان کی پہاڑی علاقوں میں اسلحہ تیار کرنے کی فیکٹری ہے۔“
”مثیات کا بھی بہت بڑا سمگلر ہے۔ وہ تمام دھندے کرتا ہے تمام۔“..... سردار ارباب نے کہا۔

”اس کی رہائش گاہ کہاں ہے۔“..... عمران نے پوچھا۔
”راکوش میں۔ راکوش میں اس کا ڈھیر سب سے بڑا ڈھیر ہے۔ وہ وہاں کا سب سے بڑا سردار ہے۔“..... سردار ارباب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہاں سے جو کچھ اغوا ہوتے ہیں۔ وہ کہاں جاتے ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”انہیں راکوش پہنچایا جاتا ہے۔ بھران کی چھاننی کی جاتی ہے پھر انہیں ان کی عمروں اور جسمانی طاقت کے مطابق فیکٹری میں بھیج دیا جاتا ہے۔ جہاں وہ کام کرتے ہیں اس کے علاوہ ان لڑکوں کو غیر ملک میں بھی فروخت کر دیا جاتا ہے۔“..... سردار ارباب نے کہا۔

”محکمہ سوشل ویلفیئر کے ایک افسر مراٹے ایک بار بروہ فروشوں کے ایک گروہ کی مخبری کی تھی اس گروہ کا سرغنہ میرن تھا۔ عالم خان تھانے دار نے اس گروہ کو پکڑا تھا۔ اس کے بعد اس افسر کو اغوا کر لیا گیا تھا وہ اب کہاں ہے۔ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔“..... عمران نے پوچھا۔

”اوکے ابھی چھاری زبان خود بخود سب کچھ اگل دے گی۔“ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ اٹھا اور اس بار شاید پیشانی پر مڑی ہوئی انگلی کی ضرب پہلے سے کچھ زیادہ ہی طاقتور تھی کہ سردار ارباب کی حالت واقعی انتہائی غیر ہو گئی۔ اس کا منہ جھج مارنے کے لئے تو کھلا لیکن حلق سے کوئی آواز نہ نکل سکی اور وہ کرسی پر ہی اس طرح پھر کئے لگا جیسے اس کے جسم کے ایک ایک ریٹے سے جان علیحدہ علیحدہ نکل رہی ہو۔ چند لمحوں تک اس کی یہی حالت رہی پھر اس کے حلق سے اس توڑ سے کربناک جھنجھٹیں نکلنے لگیں جیسے کوئی ٹیپ اچانک چل پڑا ہو۔

”بولو کون ہے بڑا خان۔“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ ایک بار پھر بلند کر دیا۔

”رک جاؤ مت مارو۔ یہ ہولناک عذاب ہے۔ رک جاؤ۔ اس کا نام سردار خان ہے۔ وہ راکوش کا سب سے بڑا سردار ہے وہاں کے جرمے کا سردار ہے۔ وہ بہت بڑا آدمی ہے۔ رک جاؤ مجھے مت مارو۔“..... سردار ارباب نے ہڈیانی انداز میں پچھتے ہوئے کہا۔

”پوری تفصیل بتاؤ کہ اس کے کیا کیا دھندے ہیں۔ پوری تفصیل بتاؤ۔“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”میں بتاتا ہوں۔ اب میں سب کچھ بتا دوں گا اب میں نے تو مر چکا ہے۔ اب میں سب کچھ بتا دیتا ہوں۔ یہ عذاب مت دو مجھے۔ گولو مار دو مجھے۔“..... سردار ارباب نے کہا۔

لڑکیوں کو اغوا کر کے بڑے خان کے ڈیرے تک پہنچایا جاتا ہے اور
 وہاں سے انہیں دوسرے ملکوں میں فروخت کر دیا جاتا ہے۔" سردار
 رباب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہاں یہ کام کون کرتا ہے؟" عمران نے ہونٹ جباتے ہوئے
 پوچھا۔

"پہلے ماسٹر پنڈو کرتا تھا پھر وہ پولیس مقابلے میں مارا گیا۔ اس کے
 بعد عالم خان کے ذمے یہ کام لگادیا گیا۔ وہی عالم خان جس کا نام تم نے
 یاد کیا تھا۔" سردار رباب نے کہا تو عمران نے اشیات میں سر ملادیا۔
 دوسرے لمحے اس نے جب سے ریو اور نکال لیا اور پھر اس سے پہلے کہ
 سردار رباب کچھ کہتا عمران نے ٹریگر دبا دیا۔ ایک دھماکہ ہوا اور گولی
 سردار رباب کے دل میں اترتی چلی گئی۔ گولی چونکہ براہ راست دل
 میں لگی تھی اس لئے سردار رباب کو تھپنے کی بھی پوری طرح مہلت نہ
 مل سکی اور وہ ختم ہو گیا۔

"اپنی بیلٹ بھی کھول لو اور اپنا خنجر بھی اٹھا لو۔" عمران نے
 ٹریگر سے کہا اور ٹریگر نے سر ملاتا ہوئے سردار رباب کی لاش کو
 نیچے فرش پر اوندھے منہ ڈالا اور پھر اس کے عقب میں بندھے ہوئے
 تھموس سے بیلٹ کھولنے میں مصروف ہو گیا۔ جب کہ عمران اس
 دوران میز کی درازیں کھول کر ان کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گیا۔
 یقیناً جب اسے وہاں اپنے کام کی کوئی چیز نہ مل سکی تو اس نے درازیں
 بند کر دیں اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"ہاں۔ ہاں۔ مجھے یاد ہے۔ وہ مراد زندہ ہے۔ میں نے اسے اغوا کیا
 تھا۔ بڑے خان کے حکم پر۔ کیونکہ اس کی خنبری کی وجہ سے بڑے خان
 کے کام میں رکاوٹ پڑی تھی۔ بڑے خان کو غیر ملک بھیجنے کے لئے
 فوری طور پر کافی تعداد میں بچے چاہئیں تھے۔ لیکن اس کی خنبری کی وجہ
 سے میرا اور اس کے آدمی پکڑے گئے اور ان کے اغوا شدہ بچے رہا ہو
 گئے۔ بڑے خان کو غصہ آگیا۔ مراد کو اغوا کر کے بڑے خان کے سامنے
 پیش کر دیا گیا۔ بڑے خان نے اسے سزا دی۔ اسے خوب زد و کوب کیا
 گیا۔ پھر اسے اسلحہ فیکٹری میں بھجوا دیا گیا۔ وہ اب بھی وہیں کام کرتا
 ہے۔" سردار رباب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بڑے خان کے یہاں جہازوں کے علاوہ اور کتنے آدمی ہیں؟" عمران
 نے کہا۔

"بہت سے آدمی ہیں۔ میرا تعلق تو صرف بچے اغوا کرنے تک ہے۔
 ورنہ مال بیچنے والے۔ نو جوان لڑکیاں اغوا کر کے وہاں تک پہنچانے
 اور پھر ان لڑکیوں کو غیر ملک میں فروخت کرنے والے۔ اسلحہ فروخت
 کرنے والے۔ منشیات کا دھندہ کرنے والے بے شمار لوگ ہیں۔
 بڑے خان کے بے شمار دھندے ہیں۔ وہ بہت بڑا آدمی ہے۔" سردار
 رباب نے کہا۔

"نو جوان لڑکیوں کو بھی اغوا کیا جاتا ہے۔" عمران نے چونک
 کر پوچھا۔

"ہاں یہ بھی بڑے خان کا دھندہ ہے۔ خوبصورت اور نو جوان

”آؤ اب یہاں سے نکل چلیں۔“..... عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلادیا۔ چند لمحوں بعد وہ ہوٹل سے باہر آکر ایک طرف کھڑی کار کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو کرسی پر نیم درازا وحید عمر آدمی نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اس آدمی کا چہرہ چوڑا تھا۔ قد لمبا اور وہ جسمانی طور پر اجتہائی مضبوط ساخت کا حامل تھا۔ اس کی سیاہ رنگت کی دائمی تھی جہس میں کہیں کہیں سفید رنگ کے بال بھی نظر آ رہے تھے۔ بڑی بڑی مونچھیں تھیں جو دونوں اطراف میں اس طرح سیدھی اٹھڑی ہوئی تھیں جیسے بالوں میں لوہے کے سرپنچے فٹ کر دیئے گئے ہوں۔ لیکن مونچھوں کے آخری کنارے دونوں اطراف سے اوپر کو اٹھ کر مڑے ہوئے تھے۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے والا ایک مقامی نوجوان تھا جس کے ہاتھ میں ایک کارڈ لیس فون تھا۔

”سردار آپ کا فون ہے۔“ دارالحکومت سے ”..... نوجوان نے اجتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

”کس کا ہے؟“..... کرسی پر نیم درازا آدمی نے غراتے ہوئے پوچھا۔

اس کی آواز میں کڑک اور بے پناہ رعب تھا۔

”جانو کا سردار“..... نوجوان نے اسی طرح مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہو نہ دو مجھے“..... سردار نے غراتے ہوئے کہا اور ہاتھ بڑھا کر نوجوان سے کارڈلیس فون پیس لے لیا۔ نوجوان فون پیس دے کر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ سردار نے فون پیس کا بٹن دبایا۔

”ہیں“..... اس نے کڑک دار لہجے میں کہا۔

”بڑے خان۔ میں جانو بول رہا ہوں دارالحکومت سے۔ آپ کا خانو جانو“..... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ حد سے زیادہ مودبانہ تھا۔

”ہاں بولو کیا بات ہے۔ کیوں کال کی ہے“..... بڑے خان نے اسی طرح کڑک دار اور رعب دار لہجے میں کہا۔

”سردار ار باب کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اس کی لاش اس کے خاص کمرے سے ملی ہے۔ اس کے دونوں تختے کٹے ہوئے ہیں۔ چہرہ اس طرح مٹکا ہے جیسے اس پر انتہائی بے رحمانہ انداز میں تشدد کیا گیا ہو“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو بڑے خان کے چہرے کا رنگ قدرے تبدیل ہو گیا۔

”کس نے ایسا کیا ہے اور کیوں“..... بڑے خان نے کہا۔

”جناب میں نے جو انکوائری کی ہے۔ اس کے مطابق دو آدمی، ہوٹل پہنچے۔ وہ کاؤنٹر پر آئے۔ ان میں سے ایک نے اپنا نام علی عمران بتایا۔

میں نے کہا کہ اسے عالم خان نے بھیجا ہے۔ سردار ار باب نے انہیں پہنچے خاص کمرے میں بلا لیا۔ پھر وہ دونوں نجانے کس وقت گئے۔ بہر حال بعد میں سردار ار باب کی لاش ملی اور جناب عالم خان کے گھر سے معلوم ہوا ہے کہ عالم خان کو اس کے گھر سے اغوا کر لیا گیا ہے۔ اس کے ملازموں کو بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ اس کے ایک ملازم رشید نے بتایا کہ وہاں بھی کار پر دو آدمی آئے تھے جن میں سے ایک نے کہا کہ اس کا نام علی عمران ہے اور وہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس بیورو ہے۔ ملازم نے اسے اور اس کے ساتھی کو لے جا کر ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور عالم خان کو اطلاع کر دی۔ عالم خان ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ پھر اچانک ایک آدمی ملازم کے قریب آیا۔ اس نے اس کی کتہپی پر ضرب لگائی تو ملازم بے ہوش ہو گیا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو عالم خان اور وہ دونوں آدمی غائب ہو چکے تھے اور جناب میں نے اس پر سارے شہر میں اپنے آدمیوں کی پڑتال کی ہے تو انتہائی حیرت انگیز اطلاعات ملی ہیں جناب“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”کیا اطلاعات ملی ہیں۔ تفصیل سے بتاؤ“..... بڑے خان نے تیز لہجے میں کہا۔

”جناب تجھے اٹھانے والے سارے گروپ اچانک غائب ہو گئے ہیں۔ ایک گروپ کا سرغنہ جامو تھا۔ اس کے ذریعے پر اس کے آدمیوں کی لاشیں پولیس کو ملی ہیں۔ جب کہ جامو اور پلوں کا سودا کرنے والے کرموداوا غائب ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ چار آدمی کرموداوا

تھے اور جناب مزید جو اطلاعات ملی ہیں ان کے مطابق دارالحکومت میں ایک نیا گروپ ظاہر ہوا ہے جس کا نام فورسٹارز ہے۔ اس گروپ نے پہلے پاکیشیا میں منشیات کے بڑے بڑے گروپوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد اس گروپ کے ہاتھوں بم دھماکے کرنے والے گروپس کا بھی خاتمہ ہوا ہے اور اب یہی گروپ آپ کے آدمیوں کے پیچھے لگ گیا ہے جناب..... جانو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

لیکن میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔" کچھ..... بڑے خان نے اہتائی کرخت لہجے میں کہا۔

"آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی جناب....." جانو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم ایسا کرو کہ حاذق کے پاس چلے جاؤ۔ اسے ساری تفصیل بتا دینا۔ میں اسے فون کر دیتا ہوں۔ وہ خود ہی سارا بندوبست کر لے گا..... بڑے خان نے کہا۔

"حکم کی تعمیل ہوگی جناب....." دوسری طرف سے کہا گیا اور بڑے خان نے فون پیس کا ایک بین پریس کیا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"حاذق کارپوریشن..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"حاذق سے بات کرو میں بڑا خان بول رہا ہوں....." بڑے خان نے دہنگ لہجے میں کہا۔

کے ہوٹل آئے انہوں نے آپ کی نشانی دے کر پتے طلب کئے۔ کرمو دادا ان کے ساتھ جامو کے ڈبرے پر گیا۔ اس کے بعد وہاں سے لاشیں ملیں۔ پتے اٹھانے والے سارے گروپ اچانک غائب ہو گئے ہیں۔ یہی معلومات ملی ہیں کہ ان سب کو اچانک چار افراد کی ٹولیوں نے اٹھا لیا ہے اور ان کی لاشیں تک نہیں ملیں۔ انہی گروپوں کے پاس پچاس پلے تھے۔ وہ پچاس کے پچاس پلے واپس اپنے گھروں تک پہنچا دیئے گئے ہیں۔ عالم خان کے گروپ کے بڑے آدمیوں کو بھی ہوٹلوں اور ان کی رہائش گاہوں سے اٹھا لیا گیا ہے۔ انہیں اٹھانے والے دو سیاہ فام دیو قامت اکیمریمین نیگرو ہیں..... دوسری طرف سے کہا گیا تو بڑے خان کے ہونٹ ٹکٹ بھنجے گئے۔

"یہ سب کیسے ہو گیا اور کس نے یہ جرأت کی ہے کہ ہمارے آدمیوں پر اس طرح ہاتھ ڈالے....." بڑے خان نے اہتائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"جناب میں نے اس سلسلے میں پوری انکوائری کرائی ہے اور جناب جو شواہد ملے ہیں۔ ان کے مطابق سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کے لڑکے کا نام علی عمران ہے۔ وہ کنگ روڈ کے ایک فلیٹ میں اپنے باورچی کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ دونوں اکیمریمین نیگرو اس کے ساتھی بتائے جاتے ہیں اور جناب اس کا ایک ساتھی یہاں دارالحکومت کا بد معاش نا نیگرو بھی ہے۔ عالم خان کے اعوا اور سردار ارباب کی ہلاکت میں وہ علی عمران اور نا نیگرو دونوں شامل

"یس سر۔ یس سر"..... دوسری طرف سے اہتہائی بوکھلائے ہوئے
لجے میں کہا گیا۔

"جتاب میں آپ کا خادم حاذق بول رہا ہوں، جتاب"..... چند لمحوں
بعد ایک اہتہائی مؤدبانہ مردانہ آواز سنائی دی۔

"جانو جہارے پاس آ رہا ہے۔ وہ ہمیں تفصیل بتا دے گا۔ چند
کتنوں نے ہماری طرف منہ کر کے بھونکنے کی جرأت کی ہے ہم ان کتوں
کو فوری طور پر سبق سکھانا چاہتے ہیں۔ تم ان سارے کتوں کو ٹریس
کر کے گولیوں سے ازادو"..... بڑے خان نے اہتہائی کو کدرا لجے میں
کہا۔

"حکم کی تعمیل ہوگی جتاب"..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اس معاملے میں کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہئے کچھے"..... بڑے
خان نے تیز لجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون پیس کا بین
آف کیا اور اسے ایک طرف موجود تہپانی پر رکھ کر اس نے کرسی کی
پشت سے سر نکالیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے پر اہتہائی
گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

ٹائیگر ہوٹل شیرٹن کے منیجر رالف کے دفتر میں بیٹھا اس سے
باتوں میں مصروف تھا کہ میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور
منیجر رالف نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

"یس"..... رالف نے تیز لجے میں کہا۔

"جتاب ٹائیگر کی کال ہے۔ ان کا دوست حاذق ان سے فوری طور
پر بات کرنا چاہتا ہے"..... دوسری طرف سے پرسنل سیکرٹری کی
مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"اچھا"..... منیجر نے کہا اور رسیور ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

"جہاری کال ہے۔ جہارا کوئی دوست ہے حاذق بات کرنا چاہتا

ہے"..... رالف نے کہا تو ٹائیگر چونک پڑا۔

"حاذق اچھا"..... ٹائیگر نے کہا اور رسیور لے لیا۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں"..... ٹائیگر نے رسیور لے کر بات کرتے

ہوئے کہا۔

سے کہا گیا اور ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

”کوئی بات نہیں ایک آدھ غلط عادت کو بھی برداشت کرنا ہی پڑتا ہے۔“ ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے حاذق کے بھی ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے مجبوری ہے۔ کرنا پڑے گا۔ لیکن پھر یہ کام فوری طور پر کرنا پڑے گا کیونکہ وہ پارٹی بے حد جلدی میں ہے۔“ حاذق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جب تم کہو۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”جب کا کیا سوال۔ ابھی آجاؤ۔ میرا گرین فال والا اڈہ تو تم نے دیکھا ہوا ہے وہاں آجاؤ۔ پارٹی وہیں موجود ہے۔ اچھا ہے سارے معاملات ابھی طے ہو جائیں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے میں آ رہا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”مجھے اجازت رالف ایک بڑا کام مل رہا ہے۔“ ٹائیگر نے رسیور رکھ کر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔“ رالف نے کہا اور ٹائیگر تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار ہوٹل شیرمن سے نکل کر گرین فال کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ حاذق یہاں کا ایک مشہور بد معاش تھا۔ بظاہر اس نے الیکٹرونکس درآمد کرنے والی کارپوریشن بنائی ہوئی تھی لیکن درپردہ اس کا دھندہ شراب کی سرگنگ اور بڑے بڑے خفیہ جو خانے چلانا تھا۔ چونکہ غیر ملکی مجرم گروہوں

”حاذق بول رہا ہوں ٹائیگر میرے پاس جہارے مطلب کا ایک کام ہے۔ میں نے تمہیں ہر جگہ تلاش کیا۔ بڑی مشکل سے پتہ چلا ہے کہ تم شیرمن ہوٹل کے شیجر سے ملنے گئے ہو۔“ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”کس ٹائپ کا کام ہے۔“ ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”ایک غیر ملکی تنظیم ہے۔ کوئی بڑا کام کرانا چاہتی ہے۔ ملکی سطح پر بھی حملہ کرنے سے گریز نہ کرے۔ میں نے ان سے بات کر لی ہے۔ اجتنائی معقول معاوضہ مل سکتا ہے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔
 ”کس ملک کی تنظیم ہے۔“ ٹائیگر کے لہجے میں اس بار خاصی دلچسپی نمایاں تھی۔

”یونیورسٹائی کارمن کے لوگ ہیں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔
 ”کیا تم ان سے میری براہ راست بات کر سکتے ہو۔“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”اس کی کیا ضرورت ہے۔ تم جو معاوضہ کہو گے تمہیں مل جائے گا۔“ دوسری طرف سے حاذق نے کہا۔

”نہیں تمہیں معلوم ہے کہ میں براہ راست بات کرنے کا قائل ہوں۔ تمہیں جہار اکیشن مل جائے گا۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔
 ”سبھی ایک عادت تم میں اچھی نہیں ہے ٹائیگر۔“ دوسری طرف

”اور کون ہے ساتھ اس کے“..... نائیکر نے پوچھا۔

”دو غیر ملکی مہمان ہیں جناب“..... نوجوان نے جواب دیا تو نائیکر نے اشبات میں سر ملادیا۔ چند لمحوں بعد نائیکر سیزہیاں اتر کر تہہ خانے کے دروازے پر پہنچ گیا۔

”تشریف لے جائیے جناب باس اندر ہیں“..... نوجوان نے وہاں پہنچ کر ایک طرف ہٹے ہوئے کہا تو نائیکر نے دروازے پر دباؤ ڈالا دروازہ کھلتا چلا گیا۔ نائیکر اندر داخل ہوا۔ یہ ایک خاصا وسیع تہہ خانہ تھا۔ لیکن اندر داخل ہوتے ہی نائیکر بے اختیار چونک پڑا کیونکہ تہہ خانہ خالی تھا۔ وہاں نہ حاذق تھا اور نہ غیر ملکی۔ ابھی نائیکر ادھر ادھر دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک نائیکر کو اپنے عقب میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ نائیکر تیزی سے مڑنے ہی لگا تھا کہ یکفخت اچھل کر منہ کے بل آگے آگرا۔ اس کے سر پر اچانک ایک زوردار ضرب لگی تھی۔ نیچے گرتے ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے اس کے سر پر دوسرا دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر اندھیرے مسلط ہوتے چلے گئے۔ پھر جیسے اندھیروں میں روشنی کی کرنیں چمکتی ہیں اس طرح روشنی کی کرنیں اس کے ذہن میں نمودار ہوئیں اور آہستہ آہستہ پھیلتی چلی گئیں اور نائیکر کی آنکھیں کھل گئیں۔ پوری طرح ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے تو اسے اپنے سر میں درد کی تیز لہریں سی دوزخی محسوس ہوئیں۔ اسے ایک لمحے کے لئے تو یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کا سر کئی ٹکڑوں میں تبدیل ہو گیا ہو

سے بھی اس کے قریبی رابطے تھے اس لئے نائیکر نے اسے دوست بنایا ہوا تھا اور اس نے کئی بار حاذق کے غیر ملکی دوستوں کو چھوئے موئے کام بھی معاوضہ لے کر دیئے تھے۔ کیونکہ نائیکر صرف اس کام کی عمران کو اطلاع دیتا تھا جس میں ملکی سلامتی کو کوئی خطرہ درپیش ہوتا ورنہ عام بد معاشوں کے کام وہ بد معاشوں کے سے ہی انداز میں کرتا تھا اور چونکہ کام کرنے کے بارے میں وہ بے حد تیز ثابت ہوتا تھا۔ اس لئے پورے دارالحکومت کے مجرموں کے اونچے طبقے میں اس کی بڑی ساکھ بنی ہوئی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے کی مسلسل ڈرائیونگ کے بعد نائیکر نے ایک بڑی اور شاندار کوٹھی کے گیٹ پر جا کر کار روکی اور پھر مخصوص انداز میں تین بار ہارن بجایا تو کوٹھی کا چھوٹا پھانک کھلا اور ایک نوجوان باہر آیا۔

”اوه صاحب آپ ہیں پھانک کھولتا ہوں“..... نوجوان نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے نائیکر کو دیکھ کر کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا یہ نوجوان حاذق کا خاص آدمی تھا اس لئے وہ نائیکر کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ چند لمحوں بعد پھانک کھل گیا اور نائیکر نے کار آگے بڑھا دی۔ پورچ میں نیلے رنگ کی جدید ماڈل کی کار موجود تھی۔ نائیکر نے کار پورچ میں روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔ اسی لمحے وہ نوجوان جو پھانک پر نظر آیا تھا تیز قدم اٹھاتا پورچ میں پہنچ گیا۔

”آئیے جناب باس نیچے تہہ خانے میں ہیں“..... نوجوان نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

کئے جا سکیں۔..... حاذق نے ملازم سے مخاطب ہو کر کہا اور ملازم سر ہلاتا ہوا تیزی سے ایک کونے میں موجود کرسی کی طرف بڑھ گیا۔
 "تمہیں اپنے آپ کو اس انداز میں دیکھ کر یقیناً حیرت ہو رہی ہو گی
 ٹائیگر..... حاذق نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر طنزیہ سے لہجے میں کہا
 "ظاہر ہے حیرت تو ہوئی ہی ہے۔..... ٹائیگر نے اطمینان بھرے
 لہجے میں کہا۔ اسی لمحے ملازم نے کرسی لاکر سامنے رکھ دی اور حاذق اس
 کرسی پر بیٹھ گیا جب کہ ملازم اور وہ پہلوان منادی ایک طرف
 خاموش کھڑے ہو گئے۔

"دیکھو ٹائیگر مجھے معلوم ہے کہ تم بہت بڑے بد معاش ہو۔ تم پر
 ہاتھ ڈالنا خاصا جان جو کھوں کا کام ہے لیکن میں نے مجبوراً یہ قدم اٹھایا
 ہے۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو تو میرا وعدہ کہ میں نہ صرف تمہیں
 آزاد کر دوں گا بلکہ تمہیں سے صحیح سلامت بھی واپس جاؤ گے۔"
 حاذق نے کرسی پر بیٹھتے ہی ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کس قسم کا تعاون؟..... ٹائیگر نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔
 "میں تمہیں تفصیل بتا دیتا ہوں۔ تم نے علی عمران کے ساتھ مل
 کر عالم خان ریشٹارڈ پولیس آفسیر کو اغوا کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ تم
 نے اس عمران کے ساتھ مل کر ہوٹل دلکشیا جا کر سردار باب کو ہلاک
 کیا۔ یہ دونوں آدمی ایک بہت بڑی پارٹی سے متعلق ہیں۔ اس پارٹی
 نے ان دونوں واقعات کا انتہائی سخت نوٹس لیا ہے۔ اس کے ساتھ
 ساتھ یہ رپورٹ بھی ملی ہے کہ چار افراد پر مشتمل ایک نئے گروپ فور

لیکن جب اس نے اپنے آپ کو ایک کرسی پر رسیوں سے بندھا ہوا دیکھا
 محسوس کیا تو شدید ترین حیرت کی وجہ سے اسے سر کا درد بھی بھول گیا۔
 اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا وہ اسی تہہ خانے میں موجود تھا۔ جس
 میں داخل ہونے کے بعد اس پر حملہ کیا گیا تھا۔ لیکن اب وہ تہہ خانے
 کے درمیان لکڑی کی ایک کرسی پر رسیوں سے بندھا بیٹھا ہوا تھا۔
 لیکن تہہ خانے میں اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ ٹائیگر نے اپنے بازوؤں
 کو حرکت دینی شروع کر دی۔ تاکہ رسیوں کو چیک کر کے فوری طور پر
 ان سے نجات حاصل کر سکے لیکن رسیاں کچھ اس ماہرانہ انداز میں
 باندھی گئی تھیں۔ کہ ٹائیگر باوجود شدید کوشش کے اپنے بازوؤں اور
 ہاتھوں کو معمولی سی حرکت بھی نہ دے سکا۔ ابھی وہ اپنی کوشش میں
 لگا ہوا تھا کہ اسے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور اس نے چونک کر
 دروازے کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کے ہونٹ بھینچ گئے۔
 کیونکہ دروازے سے ایک لمبے قد اور چمیرے جسم کا آدمی اندر داخل ہو
 رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بڑی سکارانہ سی مسکراہٹ تھی۔ یہ حاذق تھا
 جس کی کال پر ٹائیگر یہاں آیا تھا۔ اس کے پیچھے دو آدمی تھے جن میں
 سے ایک تو وہ ملازم تھا جو ٹائیگر کو گیس سے یہاں تہہ خانے تک لے
 آیا تھا اور دوسرا ایک پہلوان منادی تھا۔ جو سر سے گنجا تھا۔ اس کی
 پتلون کی بیلٹ کے ساتھ ایک خار دار کوڑا لٹکا ہوا تھا وہ اپنے چلیے اور
 لباس سے کوئی عام سادہ معاش لگ رہا تھا۔

"نصیر وہ کرسی اٹھا کر یہاں سامنے رکھو تاکہ ٹائیگر سے مذاکرات

نہیں لینا چاہتا۔ اس لئے میں نے جہارا انتخاب کیا ہے۔ اگر تم ان سب کے متعلق تفصیلات درست طور پر بتا دو تو میں ان سب کو ہلاک کرنے کے بعد تمہیں رہا کر دوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ جو معاوضہ تم چاہو وہ بھی ادا کر دوں گا۔ لیکن اگر تم نے نہ بتایا تو پھر یہ خاراوار کوڑا بردار جہارے سامنے موجود ہے۔ اس کے کوڑے کی ضربات جہاری روح سے بھی سب کچھ اگوا لیں گی۔ اب فیصلہ جہارے ہاتھ میں ہے..... حاذق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جہاں تک ان دو سیاہ فاموں کا تعلق ہے ان کے متعلق تو میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں مل سکتے ہیں۔ باقی فور سنارز کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم.....“ ٹانگیر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چلو ان دو کے بارے میں بتا دو فور سنارز کے متعلق میں خود معلومات کر لوں گا.....“ حاذق نے چونک کر کہا۔

”دیکھو حاذق تم میرے متعلق اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھ پر رعب ڈال کر اور مجھے دھمکا کر تم کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر تم دوستانہ طور پر مجھ سے معاوضہ ملے کرو تو میں تمہیں معلومات مہیا کر سکتا ہوں۔ کیونکہ علی عمران سے میری کوئی دوستی نہیں ہے۔ وہ میری پارٹی ہے۔ وہ میری خدمات معاوضے پر حاصل کرتا ہے۔ اس لئے اس کے مرنے یا زندہ رہنے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم جو چاہو اس کے ساتھ سلوک کر دو۔ بلکہ اگر تم چاہو اور مجھے محتول معاوضہ دو تو میں اس عمران کے خاتمے میں بھی جہاری مدد کر سکتا ہوں۔ لیکن اگر

سنارز نے اس پارٹی کے لئے کام کرنے والے لوگوں کو بھی غائب کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دو ایکریمیں سیاہ فام افراد نے عالم خان سے متعلق افراد کو اغوا کر کے غائب کر دیا ہے۔ میرے ذمے اس پارٹی نے یہ کام لگایا ہے کہ میں تمہیں۔ عمران اس فور سنارز نامی گروپ اور ان دونوں ایکریمیں سیاہ فاموں کو نہیں کر کے ختم کر دوں میں نے جو انکوائری کی ہے اس کے مطابق عمران جہارا ساتھی ہے اور وہ دونوں سیاہ فام اس عمران کے ساتھی ہیں اور اگر واقعات کی کڑیاں جوڑی جائیں تو وہ چار افراد جنہوں نے فور سنارز گروپ بنایا ہے وہ بھی عمران اور جہارے ساتھی ہیں۔ جہاں تک عمران کا تعلق ہے۔ اس کے بارے میں تو مجھے معلوم ہے کہ وہ کنگ روڈ کے ایک فلیٹ پر رہتا ہے۔ میرے آدمی اس فلیٹ کی نگہبانی کر رہے ہیں اور جیسے ہی عمران وہاں آئے گا وہ اس کو ہلاک کر دیں گے۔ میں نے تمہیں اس لئے یہاں بلا کر باندھا ہے کہ تم مجھے ان دونوں سیاہ فاموں اور اس فور سنارز گروپ سے متعلق افراد کے بارے میں میں تفصیلات مہیا کر دو۔“ حاذق نے بڑے سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”جب بقول جہارے دو سیاہ فام اور فور سنارز عمران کے ساتھی ہیں تو تم عمران کو ہلاک کرنے کی بجائے اسے اغوا کر کے اس سے پوچھ گچھ کیوں نہیں کر لیتے.....“ ٹانگیر نے کہا۔

”میں نے جہاں تک عمران کے بارے میں معلوم کیا ہے۔ یہی بتایا گیا ہے کہ وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ اس لئے میں کوئی رسک

رکھتے ہیں حاذق..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو حاذق نے بھی مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ملادیا۔

”آؤ میرے ساتھ ہم اوپر بیٹھ کر اچھے ماحول میں بات کریں گے..... حاذق نے کہا اور واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں سنگ روم میں موجود تھے۔

”تم کیا پینا پسند کرو گے..... حاذق نے کہا۔

”کچھ نہیں کام کے وقت میں پینا پلانا پسند نہیں کیا کرتا۔“ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا اور حاذق نے نصیر کو واپس جانے کا کہہ دیا۔

”ہاں اب بولو کہ تم اس کام کا کیا معاوضہ لو گے۔ تاکہ کام کو آگے بڑھایا جاسکے..... حاذق نے کہا۔

”تم سب سے پہلے اپنے آدمیوں کو واپس بلاؤ جو عمران کے فلیٹ کی نگرانی کر رہے ہیں کیونکہ اگر انہوں نے عمران پر حملہ کرنے کی حماقت کر دی تو عمران کو تو کچھ نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ ان آدمیوں کی مدد سے قہاری گردن ضرور پکڑ لے گا اور وہ ایسا آدمی ہے کہ ایک بار جو اس کے پنجے میں پھنس جائے پھر اس کی رہائی ناممکن ہو جاتی ہے.....“ ٹائیگر نے حاذق سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیکن میں نے پارٹی سے کام لیا ہے کہ میں اس کا خاتمہ کرواؤں گا..... حاذق نے کہا۔

”پہلے اس سے فور سٹارز کے گروپ کے بارے میں معلومات تو حاصل کر لو۔ میں تمہیں ایک ایسا طریقہ بتا سکتا ہوں کہ تم اسے

تمہارے ذہن میں یہ بات ہے کہ تم کو ڈرے مار کر مجھ سے میری مرضی کے بغیر کچھ معلوم کر سکو گے تو پھر جس طرح چاہے طبع آزمائی کر کے دیکھ لو۔ تمہیں بہر حال مایوسی ہوگی.....“ ٹائیگر نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا تم واقعی اس بارے میں میری مدد کرو گے۔ کیا تم حلف لیتے ہو..... حاذق نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اگر تم اعتماد کر سکتے ہو تو کر لو۔ میں نے کبھی کسی کام کے لئے حلف نہیں اٹھایا.....“ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے میں تم پر اعتماد کرتا ہوں.....“ حاذق نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے نصیر سے مخاطب ہو کر اسے کہا کہ وہ ٹائیگر کی رسیاں کھول دے۔

”اور تم جاسکتے ہو.....“ حاذق نے اس پہلوان منادی سے مخاطب ہو کر کہا اور پہلوان منادی خاموشی سے مڑا اور تیز قدم اٹھاتا تہہ خانے سے باہر نکل گیا۔ نصیر نے ٹائیگر کے جسم کے گرد بندھی ہوئی رسیاں کھول دیں۔

”مجھے یقین ہے کہ تم اپنے باندھے جانے کا برا نہیں منائے گے یہ میری مجبوری تھی۔ میں نے یہی سمجھا تھا کہ تم عمران کے خلاف میرے ساتھ تعاون نہیں کرو گے..... حاذق نے کہا۔

”معاوضے پر کام کرنے والے لوگ صرف معاوضے سے ہی دلچسپی

گن لو۔ پورے پانچ لاکھ ہیں اور ہاں میں نے ٹرانسمیٹر پر اپنے
میسوں کو بھی فلیٹ کی نگرانی سے واپس بلایا ہے..... حاذق نے
جا۔

”ٹھیک ہے گنتے کی ضرورت نہیں ہے.....“ ٹائیگر نے کہا اور
بریف کیس بند کر کے اس نے اپنی طرف نیچے زمین پر رکھ دیا اور پھر
سامنے رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر
دیئے۔

”رائانا ڈس.....“ رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی آواز سنائی دی۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں عمران صاحب ہیں.....“ ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں.....“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ان سے بات کراؤ.....“ ٹائیگر نے کہا۔

”ہولڈ آن کچھ.....“ جوزف نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد رسیور پر

عمران کی آواز سنائی دی کہ۔

”بس عمران بول رہا ہوں.....“ عمران کا لہجہ سہا تھا۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں عمران صاحب گرین فال کالونی کی کوٹھی نمبر

پچ سو چھ اے بلاک سے۔ بڑے خان کے اصل دھندوں کے بارے

میں آپ نے میرے ذمے مزید تفصیلات حاصل کرنے کا کام لگایا تھا۔

س سلسلے میں یہاں ایک آدمی موجود ہے۔ جو مکمل تفصیلات مہیا کر

سکتا ہے۔ اگر آپ فوری طور پر آجائیں تو بہتر رہے گا.....“ ٹائیگر نے

جا۔

بالکل اسی طرح باندھ سکتے ہو۔ جس طرح تم نے مجھے باندھ لیا تھا۔“
ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ اگر ایسا کوئی طریقہ ہے تو ضرور بتاؤ.....“ حاذق نے چونکتے
ہوئے کہا۔

”جس طرح میں جہازی کال پر یہاں آگیا تھا۔ اسی طرح عمران

میری کال پر یہاں آجائے گا۔ اس کے بعد ہم دونوں مل کر اسے بے بس

کر دیں گے۔ بلکہ اگر تم محمول معاوضہ دو تو اس سے پوچھ گچھ کا فریضہ

بھی میں ادا کر دوں گا۔ معلومات ملنے کے بعد تمہارے لئے اس سارے

مسئلے سے نمٹنا کوئی مشکل نہ رہے گا.....“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔ معاوضہ بتاؤ.....“ حاذق نے

سرت بھرے لہجے میں کہا۔

”صرف دس لاکھ روپے.....“ ٹائیگر نے کہا۔

”مجھے منظور ہے۔ میں پانچ لاکھ تمہیں ابھی دے دیتا ہوں۔ پانچ

لاکھ اس وقت جب عمران سے معلومات مل جائیں گی.....“ حاذق نے

جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے.....“ ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”میں رقم لے آتا ہوں.....“ حاذق نے کہا اور اٹھ کر تیز قدم

اٹھاتا کرے سے باہر نکل گیا۔ ٹائیگر اطمینان سے بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر

بعد حاذق کی واپسی ہوئی تو اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔

اس نے بریف کیس کھول کر درمیانی میز پر رکھ دیا۔

نے جواب دیا۔

اب عمران کے آنے پر تم کیا کرو گے کس طرح اسے قابو میں کرو گے۔ کوئی طریقہ سوچا ہے تم نے..... حاذق نے کہا۔

سنو عمران انتہائی تیز ہوشیار اور شاطر آدمی ہے۔ اگر ہم نے ذرا بی خلاف معمولی کوئی حرکت کی تو انہما ہم دونوں اس کے ہاتھ پھنس جائیں گے۔ اس لئے بالکل معمول کے مطابق کارروائی کرنی ہوگی۔

اب اس کا تعارف تم سے کراؤں گا۔ پھر جیسے ہی موقع دیکھوں گا۔ بانک اس کی کنپٹی پر ضرب لگا دوں گا اور وہ مطمئن ہونے کی وجہ سے کھاجائے گا۔ اس کے بے ہوش ہو جانے پر ہم اسے باندھ لیں گے۔ بعد اس سے پوچھ گچھ میرے ذمے رہی۔ بہر حال جہار اس مقصد کے لئے ہو جائے گا..... ٹائیگر نے اسے نکھاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے جیسے تم مناسب سمجھو میں نے بہر حال تم پر اعتماد کر رہا ہے..... حاذق نے جواب دیا۔

تم قطعی بے فکر ہو سب کچھ ادا ہو جائے گا..... ٹائیگر نے جواب دیا اور حاذق نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد دعائی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

آؤ میرے ساتھ ہمیں خود باہر جا کر اس کا استقبال کرنا ہوگا۔

ٹائیگر نے کہا تو حاذق کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ دونوں جب کمرے سے نکل کر بیرونی برآمدے میں پہنچے تو ملازم نصیر پھانک کی طرف جاتا ہوا تھا۔

میں آ رہا ہوں..... دوسری طرف سے کہا گیا اور ٹائیگر نے رسیور رکھ دیا۔

دیکھا تم نے۔ تم ساری عمر کوشش کرتے رہتے تو عمران آ کر نہ کر سکتے تھے لیکن میں نے کس طرح اسے یہاں بلوایا ہے..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لیکن تم نے بڑے خان کا نام لیا ہے۔ یہ کون ہے..... حاذق نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

جہار خیال ہے کہ جہاری پارٹی کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہے اور میں صرف جہاری کال ملنے پر منہ اٹھائے یہاں آ گیا ہوں ایسی کوئی بات نہیں حاذق۔ مجھے معلوم ہے کہ راکوش کا بڑا خان ہم کا نام سردار خان ہے۔ یہ سارے دھندے اسی کے ہیں اور تم بھی ان کے کہنے پر یہ ساری کارروائی کر رہے ہو۔ میں نے جہارے ساتھ تعاون کرنے کا فیصلہ صرف اس لئے کیا ہے کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے بڑا خان بہت بڑی پارٹی ہے اور ایسے لوگ معاوضہ دینے کے سلسلے میں بادشاہ ہوتے ہیں اس لئے جہارے ذریعے میرا بھی اس سے لنکہ بن جائے گا..... ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا تو حاذق بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

تم تو سیری توقع سے بھی زیادہ ہوشیار آدمی ہو..... حاذق نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

ایسے دھندوں میں ہوشیاری کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا۔ ٹائیگر

اچھا تو یہی حکیم حاذق صاحب ہیں جو بڑے حکیم خان کے سارے

میں یہاں آگیا۔ اس کا ملازم مجھے تہہ خانے میں لے گیا اور میرے سر پر
عقب سے ضربات لگا کر مجھے بے ہوش کر دیا گیا۔ ہوش میں آنے کے
بعد میں نے اپنے آپ کو رسی کی مدد سے بندھا ہوا پایا۔ رسیاں اس
مرحہ باندھی گئی تھیں کہ میں معمولی سی حرکت کرنے کے قابل بھی نہ
ہو سکتا تھا۔ اسی لمحے حاذق تہہ خانے میں آیا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک
حازم اور ایک پہلوان نما کوڑا بردار آدمی تھا۔ حاذق نے مجھے کہا کہ میں
نے آپ کے ساتھ مل کر عالم خان کو اغوا کیا ہے اور سردار ارباب کو
موت دے دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ فور سٹارز گروپ کے چار افراد اور
ایکریمین سیاہ فاموں نے پورے شہر میں عالم خان کے آدمیوں اور
دوسرے بد معاشوں کو غائب کر دیا ہے اور ایک بڑی پارٹی نے اسے
یہ کام دیا ہے کہ وہ مجھے، آپ کو، ان دونوں ایکریمین سیاہ فاموں اور
فور سٹارز کے افراد کو ٹریس کر کے ہلاک کر دے۔ سچتا چاہے بقول اس کے
میں نے آپ کے فلیٹ کے گرد آدمی تعینات کر دیئے تاکہ جیسے ہی آپ
فلیٹ پر پہنچیں وہ آپ پر حملہ کر سکیں اور مجھے اس لئے باندھ رکھا ہے
۔ یہ مجھ سے ان ایکریمین سیاہ فاموں کے بارے میں معلومات حاصل
کرنا چاہتا تھا جو اس کی انکوائری کے مطابق آپ کے ساتھی بتائے گئے
میں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ میں اسے فور سٹارز کے
بارے میں بھی معلومات مہیا کر دوں کیونکہ اس کے خیال کے مطابق
فور سٹارز کا تعلق بھی آپ سے تھا۔ میں اس کی باتوں سے یہ تو سمجھ گیا
تھا کہ اس کا مطلب بڑی پارٹی سے براخاں ہی ہو سکتا ہے۔ جس کے

کر دیا۔ وہ پہلوان نما گنگنا الیہ کہیں نظر نہ آیا تھا۔ اسے شاید خصوصی
طور پر بلوایا گیا تھا اور پھر واپس بھجوا دیا گیا تھا۔ ٹائیگر تہہ خانے میں گیا
اس نے وہاں سے رسی اٹھائی اور اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے اس
نے ایک حصے سے ان تینوں ملازموں کو اکٹھا کر کے باندھ دیا اور اس
کا دوسرا ٹکڑا لے کر وہ واپس سنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں
عمران ایک کرسی پر اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ حاذق ویسے ہی
فرش پر بے ہوش پڑا نظر آ رہا تھا۔ ٹائیگر نے حاذق کو اٹھایا اور ایک
کرسی پر بٹھا کر اسے رسی کی مدد سے اچھی طرح باندھ دیا۔

”میرا خیال ہے۔ اب ہمیں کسی سیخ ڈرامے کی کاسٹ میں شامل
کر دیا جائے۔“ عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا تو ٹائیگر بے
اختیار ہنس پڑا۔

”میں اسے باندھ لوں پھر تفصیل بتاتا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا
اور پھر جب اس نے حاذق کو اچھی طرح باندھ دیا تو وہ عمران کے
سلمنے والی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔

”حاذق غیر ملکی مجرموں کے لئے کام کرتا رہتا ہے۔ اس لئے میں
نے اس سے خاصی دوستی پیدا کر رکھی ہے۔ لیکن آج تک یہ کسی ایسے
کام میں ملوث ثابت نہیں ہو سکا تھا جس میں آپ کے لئے کوئی دلچسپی کا
سامان ہو۔ اس لئے میں بھی خاموش رہا۔ آج میں جو ٹل شیرٹن کے
شیجر کے پاس موجود تھا کہ حاذق کا فون آیا اور اس نے مجھے بلا کر ایک
کام دینے کے لئے کہا اور کہا کہ یہ کام ملکی سلامتی کے خلاف ہے۔ سچتا

خلاف آپ نے کام کیا ہے۔ لیکن اب میرے سامنے دو صورتیں تھیں کہ میں خواہ مخواہ تشدد برداشت کروں یا پھر اسے چکر دے کر صورت حال کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لوں۔ میں اسے اچھی طرح جانہ ہوں۔ ذہنی طور پر یہ ایک عام سا آدمی ہے۔ اس کا کام صرف معاوضہ لے کر دوسروں سے کام کرانے کی جھٹک محدود تھا۔ اس لئے میں نے اسے کہا کہ اگر وہ معاوضہ دے تو میں اس سارے معاملے میں اس کا امداد کر سکتا ہوں میں آپ کو یہاں بلوا کر آپ کو بے ہوش کر کے باندھ سکتا ہوں اور پھر آپ پر تشدد کر کے آپ سے ساری معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔ یہ میری اس بات میں آگیا۔ ویسے اگر میں چاہتا تو آپ کی عدم موجودگی میں ہی اس سے بڑے خان کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن میں سوچا کہ آپ خود زیادہ بہتر انداز میں یہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں اس لئے میں نے آپ کو کال کیا۔..... ٹائیگر نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہماری اس ساری کارروائی کی پوری رپورٹ سردار خان تک پہنچ چکی ہے۔..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہی باس یہ تو اس کی حماقت ہے کہ اس نے یہ کام حاذق کے ذمے لگا دیا ہے جو کسی صورت بھی اس کا اہل نہ تھا۔ ورنہ اگر وہ کسی اور کے ذمے یہ کام لگاتا تو خاصی مشکل پیش آتی۔..... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"مشکل یہی پیش آتی کہ ہم یہیں لٹھ جاتے۔ جبکہ اب میں چاہتا ہوں کہ اس سردار خان کی فیکٹری پر ہاتھ ڈالا جائے۔" عمران نے کہا۔
"باس اس سردار خان کا پتہ تو حل کیا ہے اب کیوں نہ اس پر براہ راست ہاتھ ڈال دیا جائے۔..... ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں جہیں ان پہاڑی علاقوں میں بنائی جانے والی خفیہ فیکٹریوں کے بارے میں پوری طرح علم نہیں ہے۔ انہیں ٹریس کرنا اور ان تک پہنچنا بہت مشکل کام ہے اور اب تو سردار خان کا بھی ہاتھ آنا مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ یقیناً روپوش ہو گیا ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے اس فیکٹری کو ختم کیا جائے۔ وہاں موجود بچوں اور بڑوں کو رہا کر لیا جائے اس کے بعد اس سردار خان پر ہاتھ ڈالا جائے۔" عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"یہ حاذق سردار خان کی اس فیکٹری کے بارے میں کس حد تک جانتا ہو گا۔..... عمران نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ اس بارے میں تو اسے کچھ معلوم نہ ہو گا۔ اس کا تعلق تو براہ راست سردار خان کے ساتھ ہی ہو گا۔..... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اسے ہوش میں لے آؤ۔ ہو سکتا ہے یہ کسی ایسے آدمی کو جانتا ہو جو اس فیکٹری کے محل وقوع سے واقف ہو۔..... عمران نے کہا تو ٹائیگر کرسی سے اٹھا اور سامنے کرسی پر بندھے بیٹھے بے ہوش حاذق کی طرف بڑھ گیا اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کا ناک اور منہ بند کر دیا۔

”اس نے مجھ سے تعاون کی بات کی تھی اور میں نے اسے معاوضہ بھی دے دیا تھا لیکن.....“ حاذق نے ہونٹ جباتے ہوئے کہا۔
 ”انا کے معاملات میں معاوضے کوئی حیثیت نہیں رکھا کرتے حاذق.....“ اچانک ناٹیک نے حاذق سے مخاطب ہو کر کہا اس کے لہجے میں بھی بے پناہ سنجیدگی تھی شاید وہ عمران کی بات سے عمران کا مقصد سمجھ گیا تھا اور عمران کی آنکھوں میں ناٹیک کے لئے تحسین کے تاثرات صاف دکھائی دینے لگے۔

”تو پھر تم کیا چاہتے ہو۔ مجھے کیوں باندھ رکھا ہے تم نے۔“ حاذق نے کچھ نہ سمجھنے والے لہجے میں کہا۔

”حاذق میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ ان دو ایکریسین سیاہ فاموں اور فور سٹارز کے بارے میں تمہیں معلومات حاصل کرنے میں مدد دوں گا۔ وہ میں ابھی پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن تمہیں شاید ابھی تک یہ علم نہیں ہے کہ بڑا خان تم سے ذہل گیم کھیل رہا ہے اس نے تمہیں ان سب کو ٹریس کر کے ہلاک کرنے کا کام دیا ہے تو ساتھ ہی اس نے ایک اور پارٹی سے بھی بات کر لی ہے تاکہ جب تم اپنا کام مکمل کر لو تو وہ تمہارا خاتمہ کر دے اور میں یہی نہیں چاہتا.....“ ناٹیک نے کہا۔

”نہیں بڑا خان ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ ایسے سارے کام میرے ذریعے مکمل کرتا ہے۔ آج سے نہیں۔ طویل عرصے سے۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ مجھے ہلاک کرا ہی نہیں سکتا.....“ حاذق نے

چند لمحوں بعد جب حاذق کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو وہ پیچھے ہٹ گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد حاذق نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے چند لمحے تو اس کی آنکھوں میں دھند چھائی رہی لیکن پھر ان میں شعور کی چمک ابھر آئی۔

”یہ۔۔۔ تم نے۔ کیا کیا ہے۔ میں نے تم پر اعتماد کیا تھا۔“ حاذق نے نفرت بھرے لہجے میں ناٹیک سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے ہونٹ بھٹکے ہوئے تھے۔

”اس لئے تو ابھی تک زندہ ہو۔ ورنہ اب تک قبر میں اتر چکے ہوتے۔“ ناٹیک نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سنو حاذق ناٹیک نے واقعی تمہارے ساتھ مہربانی کی ہے۔ ورنہ یہ تمہیں ایسی بھبیانک موت مارتا کہ جس کا تصور بھی تمہاری روح کو صدیوں تک لرزاتا رہتا۔ تم اسے پوری طرح نہیں جانتے جب کہ میں اسے جانتا ہوں.....“ اچانک عمران نے حاذق سے مخاطب ہو کر کہا تو ناٹیک چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی عادی تھی۔

”تم نے ناٹیک کو باندھ کر اور کسی کو ڈاؤن روڈر کو اس کے سامنے لا کر بھبیانک غلطی کی ہے۔ یہ آدمی رسیاں تو ایک طرف زنجیروں کو بھی خاطر میں نہیں لایا کرتا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے تمہارے ساتھ مہربانی کی ہے.....“ عمران نے پہلے کی طرح انتہائی سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

حاذق کچھ کہتا۔ ٹائیگر نے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا اور حاذق کی کھوپڑی کئی حصوں میں تقسیم ہو کر فرش پر بکھر گئی۔

بڑے حتیٰ لجنے میں کہا۔
”تم یہ بات اس قدر حتیٰ لجنے میں کیسے کہہ سکتے ہو۔“ اس بار عمران نے کہا۔

”اس لئے کہ بڑے خان کا ساتھی میرا سگا بھائی ہے۔“ حاذق نے جلدی سے کہا۔

”اوہ تو یہ بات ہے۔ لیکن وہ تمہارے بڑے بھائی کا بھی تو خاتمہ کر سکتا ہے۔ اسے کون روکے گا۔“ عمران نے کہا۔

”وہ چاہے بھی تو ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بڑے خان کا سارا کاروبار اس کی مٹھی میں ہے پھر وہ سرکاری آدمی ہے۔ بڑے خان کا ملازم نہیں ہے۔ اس کا حصہ دار ہے اور بڑے خان کا تو صرف نام ہے۔ اصل کام تو میرا بھائی کرتا ہے۔“ حاذق نے جوش میں اونچی آواز میں بولتے ہوئے کہا۔

”سرکاری آدمی کیا مطلب۔“ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”وہ وہاں کا پولیس چیف ہے۔“ حاذق نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”کیا نام ہے اس کا۔“ عمران نے پوچھا۔

”اعظم۔“ حاذق نے جواب دیا۔

”اوکے۔ ٹائیگر اب اصل آدمی سامنے آگیا ہے۔ اس لئے اب مزید کسی پوچھ گچھ کی ضرورت نہیں ہے۔“ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے جیب سے ریوالور نکال لیا اور پھر اس سے پہلے کہ

میں تھے۔ یہاں رہائشی کالونیاں بھی تھیں اور بڑی بڑی مارکیٹیں بھی۔
 جہاں دنیا بھر کا سامان انتہائی سستے داموں ملا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ
 پورے پاکستانیوں سے لوگ یہاں خریداری کے لئے آتے جاتے رہتے تھے
 جہاں ایک بڑا ایئرپورٹ بھی تھا۔ جہاں دارالحکومت سے باقاعدہ
 فلائیں آتی جاتی رہتی تھیں۔ اس وقت ایئرپورٹ پر خاصا رش نظر آ رہا
 تھا کیونکہ دارالحکومت سے ایک پرواز بھی یہاں پہنچتی تھی۔ عمران اور
 نائیکر کے ساتھ فور سٹارز بھی اس پرواز کے ذریعے ہی راکوش پہنچے تھے
 ایئرپورٹ سے باہر اگر عمران ٹیکسی سٹینڈ کی طرف جانے کی بجائے
 دائیں ہاتھ پر بنی ہوئی ایک مارکیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

”عمران صاحب کیا کوئی چیز خریدنی ہے“ نعمانی نے حیران ہو
 کر پوچھا۔

”ہاں میں نے سنا ہے کہ یہاں راکوش میں انسانیت دکانوں پر ملتی
 ہے۔ سو چالو زیادہ نہیں تو دو چار گرام بی خرید لوں“ عمران نے
 بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا تو نعمانی سمیت سب بے اختیار ہنس
 پڑے۔ مارکیٹ پہنچ کر عمران دکانوں کے سامنے بورڈ پڑھتا ہوا آگے
 بڑھتا چلا گیا اور پھر ایک جنرل سنور کے سامنے پہنچ کر وہ رک گیا۔ دکان
 پر راکوش جنرل سنور کا بورڈ موجود تھا۔ دکان کچھ زیادہ بڑی نہ تھی۔
 ڈونر کے پیچھے ایک لمبے قد اور چہرے بدن کا مقامی نوجوان بیٹھا ہوا
 تھا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”جی صاحب کیا چاہئے آپ کو“ نوجوان نے بڑے اشتیاق آمیز

راکوش ایک طویل پہاڑی سلسلے کا نام بھی تھا اور اسی نام کا ایک
 شہر بھی آباد تھا۔ یہ شہر اس پہاڑی سلسلے کے آغاز میں آباد تھا اور چونکہ
 اس کے بعد طویل اور دشوار گزار پہاڑی سلسلہ تھا۔ جس کی سرحدیں
 پاکستان کے ایک ہمسایہ ملک کے پہاڑی سلسلے سے جا ملتی تھیں۔ اس
 لئے ایک لحاظ سے یہ ایک بڑا سرحدی شہر بھی سمجھا جاتا تھا۔ راکوش کا
 پہاڑی سلسلہ انتہائی گھنے جنگلات سے پر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں لکڑی
 کا کاروبار اپنے پورے عروج پر تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ راکوش کی
 پہاڑیوں سے انتہائی قیمتی معدنیات بھی ملتی تھیں۔ اس لئے راکوش
 شہر میں لکڑی کے کاروبار کرنے والوں کے وسیع و عریض گوداموں کے
 ساتھ معدنیات کو صاف کرنے کا ایک بڑا سرکاری کارخانہ بھی موجود
 تھا۔ راکوش کی آبادی عام پہاڑی شہروں کی نسبت خاصی زیادہ تھی۔
 یہاں ہسپتال۔ تعلیمی ادارے اور حکومت کے دفاتر بھی خاصی تعداد

بس بس جناب میں سمجھ گیا آپ مزید مثالیں نہ دیں۔ بہر حال
ایک دکان واقعی جنرل سنور ہے۔ لیکن یہاں جنرل نہیں مل
..... نوجوان نے ہنستے ہوئے عمران کو درمیان میں ہی ٹوکتے
لے کہا۔

”چلیے سطح ذرا کم کر لیتے ہیں۔ جنرل نہ ہی۔ کرنل ہی۔ کرنل
لب ہی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو نوجوان بے اختیار
بک پڑا۔

”کرنل آفتاب۔ وہ تو میرے والد کا نام ہے۔ کیا مطلب کیا
پتا..... نوجوان کے چہرے پر شدید حیرت تھی۔

”ماشاء اللہ کرنل آفتاب کی اولاد واقعی عقل کے لحاظ سے چندے
قب چندے ماہتاب کے زمرے میں ہی آتی ہے“..... عمران نے
مکراتے ہوئے جواب دیا تو نوجوان اس بار قدرے شرمندہ سے انداز
لے بس پڑا۔

”وہ ابھی آرہے ہیں۔ ذرا ایک کام سے گھر تک گئے ہیں۔“ نوجوان
نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی مزید بات کرتا۔ ایک ادھیڑ
لڑکی دکان میں داخل ہوا۔

”ابو یہ صاحبان آپ سے ملنے آئے ہیں شاید.....“ نوجوان نے اس
بھی عمر آدمی سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ چونک کر عمران اور اس کے
ہاتھوں کی طرف دیکھنے لگا۔

”جھ سے۔ جی فرمائیے.....“ ادھیڑ عمر آدمی نے غور سے عمران کو

سمجھ میں پوچھا۔

”دو چار جنرل دے دیجئے.....“ عمران نے کہا تو نوجوان بے اختیار
چونک پڑا۔

جی کیا کیا آپ نے جنرل۔ کیا مطلب.....“ نوجوان نے انتہائی
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

آپ کی دکان پر بورڈ لگا ہوا ہے۔ راکوش جنرل سنور۔ مطلب ہے
یہاں جنرل سنور کر کے رکھے جاتے ہیں۔ سنور میں تو ظاہر ہے لاکھوں
نہیں تو ہزاروں جنرل تو ضرور ہی ہوں گے۔ میں نے تو صرف دو چار
ہی ذیبا نہ لکھے ہیں۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو نوجوان بے
اختیار ہنس پڑا۔

”جناب جنرل سنور کا مطلب ہے عام استعمال کی ہر چیز کا سنور۔
لیکن جنرل تو عام استعمال میں نہیں آسکتے.....“ نوجوان نے ہنستے
ہوئے کہا۔

”راکوش میں تو جنرل عام استعمال میں نہ آتے ہوں گے
دارالحکومت میں تو عام استعمال میں آتے ہیں۔ ہر گلی کوچے میں
اسلحہ کیبیاں بنی ہوئی ہیں۔ ویلفیئر سوسائٹیاں قائم ہیں ان کے
سیکرٹری حضرات اپنے آپ کو جنرل سیکرٹری کہلاتے ہیں۔ ابھی آپ
کہہ رہے ہیں کہ جنرل عام استعمال میں نہیں آتے پھر جنرل مرچنٹ
ہوتے ہیں۔ ایک جنرل نالغ بھی ہوتا ہے اور.....“ عمران کی زبان
واپ ہو گئی۔

دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ کرنل آفتاب ہیں..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا
”جی۔ جی میرا نام ہی آفتاب ہے اور میں ریشٹرزڈ کرنل؛
مگر..... ادھر عوامی نے حیرت نجرے لہجے میں کہا۔
”مجھے علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)
ہیں..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو کرنل آفتاب
اختیار اچھل پڑے۔

”اوہ۔ اوہ۔ آپ۔ آپ۔ اوہ۔ آپ۔ مم۔ مگر میں تو سوچ رہا تھا کہ
بوڑھے آدمی ہوں گے مگر آپ تو..... کرنل آفتاب نے انتہائی ج
نجرے لہجے میں اور آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”بزرگی عقل سے ہوتی ہے۔ عمر سے نہیں ہوتی اور آپ تو ماشا
عقل کے لحاظ سے بھی کرنل ہیں..... عمران نے جواب دیا تو کرنل
آفتاب بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی ہے عمران صاحب۔
کرنل احمد کا تفصیلی پیغام مل چکا ہے۔ ایسے میرے ساتھ۔“ کرنل

آفتاب نے بڑے گرجو شانہ انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پ
تیزی سے دکان کے ساتھ ایک تنگ گلی میں داخل ہو گیا۔ عمران ا
ساتھیوں سمیت اس کے پیچھے چل پڑا۔ گلی کے اختتام پر ایک دروازہ
جس پر باہر سے تالا لگا ہوا تھا۔ کرنل آفتاب نے جیب سے چابی
اور تالا کھولنے کے ساتھ ہی اس نے دروازے کو دھکیل کر کھولا

داخل ہو گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک خاصے بڑے کمرے میں موجود
جس کے درمیان ایک میز کے گرد سات آٹھ کرسیاں پڑی ہوئی
۔ ایک طرف سامان کی پیشیاں رکھی ہوئی تھیں۔
یہ مکان ہم گودام کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ تشریف رکھیے
آپ کے لئے مشروب لے کر آتا ہوں..... کرنل آفتاب نے
میں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمران سے کہا۔

”مشروبات چھوڑیے۔ آپ ہمارے ساتھ بیٹھیں۔ ہم بے ابھی
کام کرنا ہے..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو کرنل آفتاب
بشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

کرنل احمد نے راکوش میں ملٹی کمائڈر کے طور پر طویل عرصہ
لاپے اور کرنل احمد کے مطابق آپ اس کے اسسٹنٹ رہے ہیں
اس کے ساتھ ساتھ آپ مقامی آدمی ہیں۔ اس لئے آپ راکوش کے
سے بہاڑی علاقے کے ایک ایک چپے سے واقف ہیں..... عمران
کرنل آفتاب سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جی ہاں کرنل صاحب نے درست بتایا ہے۔ آپ کھل کر بتائیں
میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ کرنل احمد میرے محسن ہیں
انہوں نے جس طرح آپ کا تعارف کرایا ہے۔ اس تعارف کے بعد
آپ کے قدموں میں اپنا خون بھی جھکاؤ کر سکتا ہوں۔“ کرنل
آفتاب نے بڑے جذباتی سے لہجے میں کہا۔ تو عمران بے اختیار مسکرا

”آپ کے متعلق کرنل احمد نے بتایا ہے کہ آپ انتہائی سچے
 صحرے اور حب الوطن آدمی ہیں۔ اس لئے میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ
 سردار خان جو کچھ بظاہر نظر آتا ہے درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اس نے
 ان جنگلات میں خفیہ فیکٹوریاں بنائی ہوئی ہیں جن میں اسلحہ تیار کر کے
 پاکیشیا میں فروخت کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ بہت بڑا برودہ
 فروش بھی ہے۔ اس کے آدمی پورے پاکیشیا میں پھیلے ہوئے تھے جو
 بچوں کو اغوا کر کے یہاں بھجواتے تھے۔ جن سے وہ اپنی فیکٹریوں میں
 کام لیتا ہے اور یہ پولیس چیف اعظم دراصل اس کا بزنس منیجر ہے۔ ہم
 نے پاکیشیا میں اس کے تمام آدمیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ اعظم کا بھائی
 دارالحکومت میں اس کا ایجنٹ ہے۔ سردار خان نے اس کے ذریعے
 ہمیں ختم کرانے کی کوشش کی لیکن وہ خود ختم ہو گیا ہے۔ ہم یہاں
 اس لئے آئے ہیں کہ ان فیکٹریوں کو نہ صرف ختم کیا جاسکے بلکہ وہاں
 موجود بچوں کو بھی چھڑایا جاسکے۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں
 کہا تو کرنل آفتاب کا چہرہ دیکھنے والا ہو گیا۔

”لیکن کیا اس کا کوئی ثبوت بھی ہے آپ کے پاس کرنل
 آفتاب نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”ثبوت بھی مہیا کر دیا جائے گا۔ آپ فی الحال ایک کام کریں کہ
 کسی ایسے آدمی کی نشاندہی کریں جو اس پولیس چیف کے انتہائی
 قریب ہو۔“ عمران نے کہا۔

”انتہائی قریب ہونے سے آپ کا کیا مطلب ہے۔“ کرنل

”کرنل صاحب سبھاں کا ایک بڑا خان ہے۔ جسے سردار خان
 ہیں۔ آپ اسے جانتے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”جی ہاں راکوش میں اسے کون نہیں جانتا۔ وہ سبھاں کا بڑا
 ہے اور انتہائی مخیر، ہمدرد اور انسان دوست آدمی ہے سبھاں کا
 ایک بچہ اس کی فیاضی اور انسان دوستی کی وجہ سے اس سے محبت
 ہے۔ ویسے بھی وہ ہر آدمی کے دکھ درد میں شریک رہتا ہے۔“ عمران
 آفتاب نے سردار خان کے قصیدے پڑھنے شروع کر دیئے اور عمران
 اس کے ساتھ ہیوں کے چہروں پر بے اختیار مسکراہٹ رہ گئی۔
 ”سردار خان نے ایک خفیہ فیکٹری لگا رکھی ہے جس میں اسلحہ
 ہے کیا آپ کو علم ہے۔“ عمران نے کہا تو کرنل آفتاب بے
 اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید ترین حیرت کے تاثرات ابھرتے
 ”سردار خان نے۔“ وہ نہیں جانتا آپ کو کسی نے سراسر
 اطلاع دی ہے۔ ان کا تو آباؤ اجداد سے لکڑی کا کاروبار ہے۔ راکش
 پہاڑی سلسلے کے بے شمار جنگلات ان کی ملکیت میں ہیں۔“ عمران
 آفتاب نے کہا۔

”یہاں پولیس چیف ہیں اعظم۔ کیا آپ انہیں جانتے ہیں
 عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ اعظم خان۔ وہ مقامی آدمی ہیں۔ بڑے خان کے
 رشتہ دار بھی ہیں۔ بڑے خان کی بھتیجی ان کی بیگم ہیں۔“ عمران
 آفتاب نے جواب دیا۔

”نہیں عمران صاحب۔ ایسے نہیں۔ اگر آپ کی بات درست ہے تو
 میرا بھی فرض بنتا ہے کہ میں آپ کی خبر پورا مدد کروں۔ ویسے بھی
 آپ پہاڑی علاقوں سے واقف نہیں ہیں۔ اس لئے میرا آپ کے ساتھ
 ہونا بے حد ضروری ہے“..... کرنل آفتاب نے کہا۔

”لیکن آپ یہاں کے مقامی آدمی ہیں۔ ہم تو آپریشن مکمل کر کے
 واپس دارالحکومت چلے جائیں گے جب کہ آپ نے اور آپ کے بھائی
 نے ہمیں رہنا ہے اور یہاں قبائلی سسٹم بے حد سخت ہے۔ اس لئے ہم
 آپ کو کسی آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتے..... عمران نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں عمران صاحب میرا بھی یہاں وسیع اور
 طاقتور قبیلہ ہے اور سب جانتے ہیں کہ کرنل آفتاب ہر برائی کے خلاف
 ہمیشہ ڈٹ جایا کرتا ہے۔ کسی میں یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ کرنل
 آفتاب یا اس کی اولاد کو میزبانی آنکھ سے بھی دیکھ سکے۔ آپ بے فکر
 رہیں.....“ کرنل آفتاب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ کی ضرورت تو بہر حال ہے۔ اگر آپ ہمت کر
 سکتے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض ہے لیجئے“..... عمران نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔

”عمران صاحب اس آدم خان سے تفصیلی پوچھ گچھ کرنی پڑے گی۔
 کیا یہ کام اس کے دفتر میں ہو سکے گا..... نعمانی نے عمران سے مخاطب
 ہو کر کہا۔

آفتاب نے پوچھا۔
 ”اعظم خان پولیس چیف ہے۔ اس لئے ظاہر ہے وہ خود تو ان
 فیکٹریوں کے معاملات کو براہ راست تو نہ چلاتا ہوگا۔ اس نے لامحالہ
 ایسے آدمی رکھے ہوں گے جو ان فیکٹریوں کو چلاتے ہوں گے۔ ہمیں
 ایسے ہی کسی آدمی کی تلاش ہے تاکہ اس سے ہم ان فیکٹریوں کے
 بارے میں تفصیلات معلوم کر سکیں ورنہ تو اس پہاڑی سلسلے میں
 پھیلے ہوئے انتہائی گھنے جنگلات میں ان فیکٹریوں کو تلاش کرنا ناممکن
 ہے..... عمران نے کہا۔

”ہاں ایک ایسے آدمی کو میں جانتا ہوں۔ اس کا نام آدم خان ہے۔
 اعظم خان بھی لکڑی کا کاروبار کرتا ہے اور آدم خان اس کا شیجر ہے۔ آدم
 خان خاصا تنگدالو اور بد معاش قسم کا آدمی ہے۔ اس کی شہرت بھی
 اچھی نہیں ہے۔ اگر جو کچھ آپ نے بتایا ہے ویسا ہی ہے تو پھر آدم خان
 اس بارے میں پوری تفصیل سے واقف ہوگا.....“ کرنل آفتاب نے
 جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ آدم خان کہاں مل سکتا ہے“..... عمران نے پوچھا۔
 ”اس وقت وہ اپنے دفتر میں ہی ہوگا۔ اس کا دفتر جابر خان روڈ پر ہے
 نیشنل شہر کارپوریشن کے نام سے ہے“..... کرنل آفتاب نے جواب
 دیا تو عمران اٹھ کھڑا ہوا۔

”ٹھیک ہے۔ ہمارے لئے انتہائی کافی ہے۔ اب ہم اس معاملے
 سے خود ہی منت لیں گے۔ آپ کا بے حد شکریہ“..... عمران نے کہا۔

تعب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اب وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچ چکے تھے جہاں فون موجود تھا۔

اس کا فون نمبر کیا ہے؟..... عمران نے رسیور کی طرف ہاتھ بھرتے ہوئے پوچھا۔

کیا آپ اسے براہ راست فون کریں گے۔ کیا آپ اس سے واقف ہیں؟..... کرنل آفتاب نے فون نمبر بتاتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

واقف ہوتے تو ہمیں آپ کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی؟..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
"نیشنل نمبر کارپوریشن"..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک کرخت سی مردانہ آواز سنائی دی۔

منیجر آدم خان سے بات کرائیں۔ میرا نام علی عمران ہے اور میں دارالحکومت سے آیا ہوں۔ ان سے لکڑی کے بارے میں ایک بڑے سودے کی بات کرنی ہے؟..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"جی اچھا"..... دوسری طرف سے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا گیا۔

"ہیلو آدم خان بول رہا ہوں"..... چند لمحوں بعد ایک بھاری اور اجنبی کرخت سی آواز سنائی دی۔
"علی عمران بول رہا ہوں۔ میرا تعلق لکڑی کے کاروبار سے ہے۔

"نہیں ہم پہلے کسی پر اپنی ڈیڑھ کے ذریعے جہاں کوئی کوٹھی کرائے پر لیں گے اس کے ساتھ ہی دو کاریں پھر کام کو آگے بڑھایا جا سکے گا"..... عمران نے کہا۔

"یہ کام میں آسانی سے کر سکتا ہوں آئیے میرے ساتھ"۔ کرنل آفتاب نے کہا اور پھر وہ ان سب کو ساتھ لے کر واپس دکان پر آیا۔ اس نے دکان پر موجود فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کر کے کسی سے بات کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس نے دو تین بار فون کال کیں اور پھر رسیور رکھ کر وہ اپنے بیٹے کو کچھ کہہ کر دکان سے نیچے اتر آیا۔

"ساران کالونی میں ایک کوٹھی مل گئی ہے۔ اس میں دو کاریں بھی ہیں"..... کرنل آفتاب نے کہا اور پھر دو ٹیکسیوں میں بیٹھ کر وہ اس رہائشی کالونی میں پہنچ گئے۔ پر اپنی ڈیڑھ کا آدمی پہلے سے ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔ عمران نے اسے ایک ماہ کے کرایہ کی ادائیگی کی اور اسے واپس بھیج دیا۔

"میں نے فون کر کے معلوم کر لیا ہے۔ آدم خان اپنے دفتر میں ہی موجود ہے"..... کرنل آفتاب نے کوٹھی میں داخل ہوتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اس کا فون نمبر آپ کو معلوم ہے؟..... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں میرا بھی لکڑی کا کاروبار ہے۔ گو یہ کافی چھوٹا سا بنزس ہے۔ لیکن بہر حال میرا واسطہ آدم خان سے اکثر پڑتا رہتا ہے"..... کرنل

ہمیں ساگوں کی ایک ریخیا برآمد کرنی ہے۔ ابتدائی کھپ تقریباً پچاس لاکھ مسرفٹ چاہئے بعد میں ایسی اور بہت سی کمپنیاں چاہیں۔ کیا وہ اس سلسلے میں دلچسپی لیں گے یا کسی اور سے بات کی جائے۔ عمر نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”پچاس لاکھ مسرفٹ ساگوں کی لکڑی اور وہ بھی ابتدائی لاٹ۔ تو بہت بڑا سودا ہو گا جناب۔۔۔۔۔ آدم خان کے لہجے میں حیرت تھی۔ ہم ایسے ہی کاروبار کرتے ہیں۔ کمیشن ادائیگی بھی ہو سکتی ہے لیکن ہمیں مال اچھا اور فوری چاہئے۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اوہ۔ اوہ کیش ادائیگی۔ ضرور جناب۔ ویسے یہاں صرف ہم اتنی بھاری کمپنی مہیا کر سکتے ہیں اور کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ کا تشریف لے آئیں۔ پھر تفصیل سے بات ہو جائے گی۔۔۔۔۔ دوسرا طرف سے آدم خان نے اس بار بڑے نرم لہجے میں کہا۔

”فھیک ہے ہم آرہے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور سیور رکھ دیا۔ آؤ اب وہ فوراً ملنے پر تیار ہو جائے گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور لمحوں بعد کوٹھی میں موجود دونوں کاروں پر سو اور آدم خان کے دفتر طرف روانہ ہو گئے۔ دفتر میں انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور چند لمحوں ہی وہ آدم خان کے پاس موجود تھے۔ آدم خان دہلا پٹلا لیکن مضبوط بڑیوں کا مالک آدمی تھا۔ جس کی بڑی بڑی مونچھیں گہری کی دموں طرح ہونٹوں سے نیچے لٹک رہی تھیں سہجرے مہرے سے وہ خاصا

ہشیر چالاک لیکن اس کے ساتھ ساتھ سفاک اور بے رحم آدمی نظر آتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں موجود گہری سرمئی ستارہی تھی کہ وہ شراب پینے کی عادی ہے۔

کرئل آفتاب صاحب۔ آپ بھی ان کے ساتھ ہیں۔۔۔۔۔ آدم خان نے کرئل آفتاب کو دیکھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ انہوں نے تو آپ کا ریفرنس دیا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو آدم خان نے اثبات میں سر ملادیا۔

تم فکر نہ کرو میں کوئی کمیشن نہیں لوں گا۔ یہ میرے عزیز۔۔۔۔۔ کرئل آفتاب نے مسکراتے ہوئے کہا تو آدم خان نے بے شمار دانت نکال دیئے۔ چند لمحوں بعد مشروبات ان کے سامنے رکھ دیئے گئے۔

”آپ سلائی کب دے سکتے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے مشروب کی بوتل سپ کرتے ہوئے پوچھا۔

”صرف ایک ہفتے کے اندر اندر۔۔۔۔۔ آدم خان نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

”کیا آپ لکڑی کی کوالٹی کی طرف سے ہمیں مطمئن کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ظاہر ہے۔ اس کے بغیر سودا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ آدم خان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر رکھے ہوئے انٹرکام کار سیور اٹھایا اور مقامی زبان میں کسی سے بات کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک

نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں لکڑی کے دو مخصوص نمونے تھے۔ جو اس نے آدم خان کے سامنے رکھ دیے۔

”یہ اے کلاس ہے۔ یہ بی کلاس ہے۔“ آدم خان نے نمونوں کے متعلق بتایا اور ساتھ ہی ریش بھی بتا دیئے۔

”ہمیں اے کلاس لکڑی چاہئے لیکن جب ہم کیش ادائیگی کر چاہتے ہیں تو ہمارے ساتھ خصوصی رعایت ہونی چاہئے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی سی رد و کد کے بعد سودا ملے پاگ

تو آدم خان کے چہرے پر انتہائی مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”کیا اتنی بڑی رقم آپ کیش کی صورت میں ساتھ رکھتے ہیں؟“ آدم خان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ ہمارے لئے معمولی رقم ہے۔ لیکن بہر حال دفتر میں تو ساتھ نہیں لائی جاسکتی۔ ہماری رہائش گاہ پر موجود ہے۔ آپ رسید بک

کر ہمارے ساتھ چلیں۔ رقم گن کر آپ کے حوالے ابھی کر دی جائے گی۔ مال آپ مفتے بعد سپلائی کر دیں۔“ عمران نے بڑے لاپرواہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے میں آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔“ آدم خان نے فوراً ہی رضا مند ہوتے ہوئے کہا۔

”آپ چاہیں تو اپنے ساتھ چند محافظ لے لیں۔“ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں جناب آدم خان کو کسی محافظ کی ضرورت نہیں ہے۔“

جہاں راکوش میں آدم خان کا نام ہی دہشت کا نشان ہے۔..... عمران کی توقع کے عین مطابق آدم خان نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد آدم خان اپنی کار میں اکیلان کے ساتھ اس کو ٹھکی میں بچھ گیا۔

”یہ آپ کی ملکیت ہے۔“ آدم خان نے حیرت سے کوٹھی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں عارضی طور پر لی ہے۔ کیونکہ مجھے ہوٹلوں سے البرجی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو آدم خان نے

اثبات میں سر ملادیا۔ لیکن دوسرے لمحے عمران کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور آدم خان بیچٹا ہوا اچھل کر نیچے فرش پر جا گرا۔ اسی لمحے

عمران کی لات مشین کی سی تیزی سے حرکت میں آئی اور نیچے گر کر تڑپ کر اٹھتا ہوا آدم خان ایک بار پھر جھنجھار کر گر کر اس کے جسم نے

ایک جھٹکا کھایا اور پھر وہ ساکت ہو گیا۔

”اب آپ کی تحقیقی مشکلات کا دور شروع ہو گیا ہے۔“ ایک طرف کھڑے کرئل آفتاب نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”ہمارے لئے مشکلات کا لفظ بے معنی ہو چکا ہے کرئل صاحب۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے نعمانی کو

اشارہ کیا اور نعمانی نے جھک کر فرش پر بے ہوش پڑے آدم خان کو بازو سے پکڑا اور ایک جھٹکے سے اٹھا کر ایک کرسی پر بٹھا دیا۔

”میں رسی لے آتا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا اور تیزی سے کمرے سے

”اگر تم اندھری قبر میں نہیں اترنا چاہتے آدم خان تو پھر ہمارے حق میں یہی بہتر ہے کہ تم ہمیں تفصیل سے ان فیکٹریوں کا محل وقوع بتاؤ۔“..... عمران کا بوجہ سرد تھا۔

”یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں کسی فیکٹری کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور سنا ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو۔ تمہاری باتوں کو کتے بھی کھانے سے انکار کر دیں گے۔“..... آدم خان نے چپختے ہوئے کہا۔

”مائیکر خنجر نکالو اور اس کی یہ بڑی بڑی موٹھیں صاف کر دو۔ بڑی موٹھیں غیرت کی نشانی ہوتی ہیں اور غیرت نام کی کوئی چیز جھوٹے آدمی کے پاس نہیں ہوا کرتی۔“..... عمران نے مائیکر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں باس۔“..... مائیکر نے جواب دیا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے اس نے تیز دھار خنجر نکال لیا۔

”رک جاؤ۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہارے نکلے اڑا دوں گا۔“..... آدم خان نے ٹپکتے چپختے ہوئے کہا۔

”سنو آدم خان اگر تم نہیں چاہتے کہ لوگ تمہیں موٹھوں کے بنیر دیکھیں تو جو میں پوچھ رہا ہوں وہ سچ بتاؤ۔“..... عمران کا بوجہ اسی طرح سرد تھا۔

”جب میں کچھ جانتا ہی نہیں تو بتاؤں کیا۔“..... آدم خان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد آدم خان ایک کرسی پر رسی سے جکڑا بیٹھ ہوا تھا۔

”اب اسے ہوش میں لے آؤ۔“..... عمران نے نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا اور نعمانی نے آگے بڑھ کر آدم خان کا نام اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب آدم خان کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگا تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد آدم خان نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ عمران اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ آدم خان نے پوری طرح ہوش میں آتے ہی بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہونے کی وجہ وہ ظاہر ہے صرف کسمسا کر ہی رہ گیا۔

”یہ۔ یہ۔ تم نے کیا کیا ہے کون ہو تم۔“..... آدم خان نے اہتائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے کے اعضا غصے کی شدت سے پھوٹنے لگے تھے۔

”تمہارا نام آدم خان ہے اور تم پولیس چیف اعظم کے بزنس منیجر ہو اور اعظم سردار خان کی خفیہ فیکٹریوں کا انچارج ہے۔“..... عمران نے اہتائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو آدم خان اس طرح حیرت بھری نظروں سے عمران کو دیکھنے لگا جیسے وہ عمران کو پہلی بار دیکھ رہا ہو۔

”تم کون ہو۔ میں پوچھ رہا ہوں تم کون ہو۔“..... آدم خان نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کھوکھار لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر اب پوری طرح سنبھل چکا ہے۔

”ٹائیگر کام شروع کرو۔ مونجھہ کا ایک بال بھی اس کے پہرے پر نظر نہیں آنا چاہئے۔“ عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس باس۔“ ٹائیگر نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھ کر اس نے ایک ہاتھ آدم خان کے سر پر رکھا اور دوسرے ہاتھ میں پکڑا تیرہ دھار خنجر اس نے جیسے ہی آدم خان کی مونجھوں کی طرف بڑھایا۔

”رک جاؤ میں بتاتا ہوں۔“ مونجھے مت مارو۔ میری جان لے لو۔ لیکن میری مونجھیں مت کاٹو۔ رک جاؤ۔“ آدم خان نے ہڈیاں انداز میں چبھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ایک موقع اور دے دو اسے۔“ عمران نے کہا تو ٹائیگر ایک طرف ہٹ گیا لیکن وہ اس کے قریب ہی کھڑا رہا۔

”تم۔ تم کیسے آدمی ہو۔ تم مجھے مار ڈالو میرے نکلے اڑا دو۔ لیکن میری مونجھیں مت کاٹو۔“ یہ میری برواشت سے باہر ہے۔“ آدم خان کی حالت دیکھنے والی ہو گئی۔ اس کے پہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے موت تو واقعی قبول ہو سکتی ہے لیکن مونجھوں کا ایک بال کٹوانا بھی اس سے واقعی برواشت نہیں ہو پا رہا۔

”اپنی مونجھیں بچانا چاہتے ہو تو مجھے سردار خان کی فیکٹریوں کے بارے میں تفصیلات بتا دو۔ ورنہ تم راکوش میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہو گے۔ مونجھوں کے بغیر تم دیکھ کر بچے بھی جہاز اڑاؤ اڑائیں گے اور یہ بھی سن لو کہ یہ تمہارے پاس آخری موقع ہے۔ ایک بار مونجھیں کٹ گئیں تو پھر تم جانتے ہو کہ یہ گوند

سے بھی نہ چپک سکیں گی۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”سنو مجھے اپنے مرشد کی قسم ہے۔ میں سچ بول رہا ہوں۔“ مونجھے اس کی صرف ایک فیکٹری کے بارے میں علم ہے۔ یہ فیکٹری اسلحہ بناتی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے اور کسی فیکٹری کا علم نہیں ہے۔“ آدم خان نے جواب دیا۔

”چلو تم اسی کے متعلق بتا دو کہ وہ کہاں ہے۔ لیکن تم نے سچ بتانا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”یہ فیکٹری راکول پہاڑی علاقے کے سرگاش درے میں واقع ہے۔“ آدم خان نے جواب دیا تو عمران نے کرنل آفتاب کی طرف دیکھا جس کے پہرے پر اس وقت انتہائی شدید حیرت نمایاں تھی۔

”اس درے میں یہ فیکٹری کیسے ہو سکتی ہے۔ اس درے سے تو بڑی سڑک گزرتی ہے۔“ کرنل آفتاب نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”سڑک جہاں جا کر گھومتی ہے۔ وہاں سے ایک خفیہ سڑگ ہے جو ٹسام پہاڑی کی دوسری طرف جا کر نکلتی ہے۔ ٹسام پہاڑی کی دوسری طرف ایک بڑی وادی ہے اور اس وادی میں یہ فیکٹری قائم کی گئی ہے اس کے چاروں طرف اونچی پہاڑیاں ہیں۔ جن پر حفاظتی مورچے ہیں اور وادی میں چونکہ گھنا جنگل ہے اس لئے یہ فیکٹری اوپر سے کسی صورت بھی نظر نہیں آتی۔“ آدم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کتنی بڑی فیکٹری ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”کافی بڑی ہے۔ جدید قسم کی گئیں اور ان کی گولیاں بنانے کی دس

ہیں۔ اوپر لکڑی رکھی جاتی ہے نیچے خوراک یہ سپلائی میرے ذریعے ہوتی ہے۔..... آدم خان نے جواب دیا۔

”یہ ٹرک یقیناً مخصوص ہوں گے۔..... عمران نے پوچھا۔
 ”ہاں جان محمد اور رزاق خان دو ڈرائیور ہیں ان کے ٹرکوں کے ذریعے خوراک سپلائی کی جاتی ہے۔ یہ دونوں بڑے خان کے خاص آدمی ہیں۔..... آدم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب یہ سپلائی کب جانی ہے۔..... عمران نے پوچھا۔
 ”کل سپلائی گئی ہے۔ اس لئے اب اگلے ہفتے جائے گی۔..... آدم خان نے جواب دیا۔

”اگر اس سے پہلے ٹرک وہاں چلے جائیں تو محافظ کیا کریں گے۔..... عمران نے پوچھا۔

”جہاں نہیں سکتے کیونکہ سرنگ کا دہانہ اگلے ہفتے کھلے گا۔..... آدم خان نے جواب دیا۔

”اگر وہاں فوج حملہ کر دے تو پھر۔..... عمران نے پوچھا۔
 ”وہاں جدید ترین اسلحہ نصب ہے۔ وہاں پوری فوج کو ڈھیر کیا جاسکتا ہے۔..... آدم خان نے جواب دیا۔

”کب سے یہ فیکٹری کام کر رہی ہے۔..... عمران نے پوچھا۔
 ”آٹھ سال ہو گئے ہیں۔..... آدم خان نے جواب دیا۔

”سرنگ کا دہانہ کھلوانے کا کیا طریقہ ہے۔..... عمران نے جلد لے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

جدید مشینیں نصب ہیں۔ زیادہ تر کام ہاتھوں سے ہوتا ہے۔..... آدم خان نے کہا۔

”کتنے آدمی کام کرتے ہیں اس فیکٹری میں۔..... عمران نے پوچھا۔
 ”صحیح تعداد کا تو علم نہیں۔ اڑھائی تین سو تو بہر حال کام کرتے ہی ہیں۔ جن میں زیادہ تعداد لڑکوں کی ہے۔ ہاتھ کا سارا کام وہی کرتے ہیں۔..... آدم خان نے جواب دیا۔

”یہ افراد کیا راکوش سے جاتے ہیں۔..... عمران نے پوچھا۔
 ”نہیں اس فیکٹری میں کام کرنے والوں کو بڑے خان کے آدمی ملک کے مختلف حصوں سے اغوا کر کے لے آتے ہیں۔ جو ایک بار وہاں چلا جاتا ہے پھر وہ زندہ واپس نہیں آسکتا۔..... آدم خان نے جواب دیا۔

”انجینیئر وغیرہ بھی تو ہوتے ہوں گے وہ تو آتے جاتے رہتے ہوں گے۔..... عمران نے پوچھا۔

”نہیں انجینیئروں کو بھی وہاں اغوا کر کے لے جایا جاتا ہے۔ پھر ان سے کام لیا جاتا ہے۔ جو کام نہ کرے اسے گولی مار دی جاتی ہے۔ وہاں سے صرف محافظوں کے اور کوئی باہر نہیں آسکتا۔..... آدم خان نے کہا۔

”اتنے افراد کی خوراک کا بندوبست کیسے ہوتا ہے۔..... عمران نے پوچھا۔

”ہر ہفتے دو ٹرک خوراک کے سامان سے بھرے وہاں بھیجے جاتے

"کھل ہی نہیں سکتا۔ صرف سیلابی کے وقت کھلتا ہے اور پھر بند کر دیا جاتا ہے اور ٹرکوں کو اندر کے آدمی لے جاتے ہیں۔ ڈرائیوروں کو باہر روک دیا جاتا ہے۔"..... آدم خان نے جواب دیا۔

"آخر بڑے خان یا اعظم خان تو وہاں جاتے ہی ہوں گے۔" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"جب سے فیکٹری کا کام شروع ہوا ہے وہ دوبار گئے ہیں اور قاہر ہے انہیں خاص انتظامات کے تحت لے جایا گیا تھا۔"..... آدم خان نے جواب دیا۔

"کرنل صاحب آپ آدم خان سے سوالات کر کے اس سے محل وقوع کے بارے میں پوری تفصیلات معلوم کریں۔ اس کے بعد ہم سوچیں گے کہ اس سلسلے میں مزید کیا اقدام کیا جاسکتا ہے۔ میں اس دوران ساتھ والے کمرے سے ایک فون کر لوں۔"..... عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کرنل آفتاب سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی میز کے پیچھے اونچی پشت کی ریوالونگ کرسی پر بیٹھے ہوئے سردار بخان نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ہی۔"..... سردار خان نے رسیور اٹھا کر کرخٹ لیجے میں کہا۔

"اعظم خان بول رہا ہوں۔"..... دوسری طرف سے ایک بھاری مردانہ آواز سنائی دی۔

"اعظم خان تم خیریت کیسے فون کیا ہے۔"..... سردار خان نے چونک کر پوچھا۔

"آپ کو دارالحکومت میں ہونے والے واقعات کے بارے میں کوئی رپورٹ ملی تھی۔"..... اعظم خان نے کہا۔

"ہاں ملی تھی۔ وہاں کوئی گروپ ہمارے آدمیوں کے خلاف کام کر رہا تھا۔ میں نے حاذق کو حکم دے دیا تھا کہ اس گروپ کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس نے اب تک حکم کی تعمیل کر بھی دی ہوگی۔ کیوں۔"

سردار خان نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔
 "حاذق کی لاش ملی ہے۔ اسے کرسی پر باندھ کر اس پر تشدد کیا گیا اور اسے مار دیا گیا ہے۔" اعظم خان نے گھمبیر لہجے میں کہا۔
 "کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ حاذق کو مار دیا گیا ہے۔ اوہ یہ تو بہت برا ہوا۔ وری سیڈ۔ یہ تو میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔" سردار خان نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔
 "ایسا ہونچکا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ حاذق میرا کھوتا چھوٹا بھائی تھا۔ مجھے جب اس کی موت کی خبر ملی تو میں بے حد پریشان ہوا۔ میں نے اس کے منبر نو سے بات کی ہے تو اس نے بتایا ہے کہ آپ نے حاذق کے ذمے کوئی کام لگایا تھا اور حاذق نے اس سلسلے میں وہاں کے ایک مقامی بد معاش نائیکر سے رابطہ قائم کیا اور اسے اپنے خاص اڈے پر بلوایا تھا پھر اس اڈے سے اس کی لاش ملی جب کہ وہ بد معاش جس کا نام نائیکر بتایا جاتا ہے وہ بھی دارالحکومت سے غائب تھا۔ اس پر میں نے جانو سے بات کی کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ جانو نے ہی آپ کو کوئی ایسی رپورٹ دی ہوگی جس کے لئے آپ نے حاذق کو کام بتایا ہوگا۔ جانو نے مجھے بتایا ہے کہ دارالحکومت میں آپ کے آدمیوں کے خلاف ایک آدمی علی عمران جو اس نائیکر کا ساتھی ہے۔ دو ایکریمین سیاہ فام اور ایک گروپ جسے فورسٹارز کہا جاتا ہے کام کرتا رہا ہے اور اس نے آپ کے سارے آدمیوں کو غائب کر دیا ہے اور اس نے آپ کو رپورٹ دی تھی۔ اس پر میں کبھی گیا کہ حاذق سے حماقت ہوئی ہے

اس نے اس گروپ کے خلاف کام کرنے کے لئے اس نائیکر سے بی بات کر لی۔ جس کے خلاف کرنا تھا۔ اس لئے وہ مارا گیا چونکہ میرا بھائی ہلاک ہوا تھا اور میں نے قاتلوں سے انتقام لینا تھا۔ اس لئے میں نے دارالحکومت میں اپنے خاص آدمیوں سے تفصیلی بات کی تو مجھے معلوم ہوا ہے کہ نائیکر کا دوست ایک آدمی علی عمران ہے جو کہ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کا کھوتا لڑکا ہے۔ لیکن وہ علیحدہ فلیٹ پر رہتا ہے اور وہ سیکرٹ سروس کے لئے بھی کام کرتا ہے اور انتہائی خطرناک ایجنٹ سمجھا جاتا ہے اور ایک اور حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ نائیکر اور اس عمران کو راکوش آنے والی پرواز پر بھی دیکھا گیا ہے۔ چنانچہ میں نے ان کے طے معلوم کئے اور یہاں کے لوگوں کو ارٹ کر دیا۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے جو رپورٹ ملی ہے۔ اس نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق نائیکر اور عمران کے ساتھ پانچ دوسرے افراد جن میں ایک مقامی ریٹائرڈ کرئل آفٹاب بھی شامل تھا۔ نکلوی کے بیوپاری بن کر میرے دفتر جا کر آدم خان سے ملے اور پھر آدم خان ان کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چلا گیا اور اب تک آدم خان کی واپسی نہیں ہوئی۔ میں نے اسے تلاش کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی امید افزا رپورٹ نہیں ملی۔" اعظم خان نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

لیکن وہ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں اور آدم خان سے ان کو کیا کام ہو سکتا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" سردار خان نے

”تم فکر نہ کرو! اعظم خان چند اعلیٰ ترین حکام میرے وظیفہ خواہ ہیں۔ راکوش میں کوئی بھی کام کرنے سے پہلے وہ مجھ سے اجازت لازمی لیں گے۔ اس لئے اگر ایسی کوئی بات ہوئی بھی ہو تو میں انہیں سنبھال لوں گا۔ تمہیں اس بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم یہاں انہیں تلاش کرو اور ان کا خاتمہ کر دو“..... سردار خان نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ آپ راکوش کے بڑے خان ہیں اور راکوش اور اس کی پہاڑیوں میں آپ کی اجازت کے بغیر حکومت اور فوج بھی کوئی آپریشن نہیں کر سکتی۔ لیکن میں نے یہ ساری تفصیل اس لئے آپ کو بتائی ہے کہ آپ پوری طرح ہوشیار رہیں“..... اعظم خان نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے میں ہوشیار ہوں تم ان کا خاتمہ کر دو“..... سردار خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے صرف فوج کی طرف سے فکر تھی۔ باقی یہ لوگ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میرے آدمی ان کی تلاش میں ہیں۔ وہ چاہے زمین کی تہوں میں کیوں نہ گھس جائیں۔ میرے آدمی انہیں تلاش کر لیں گے اور ایک بار ان کا پتہ چلنے کی دیر ہے۔ اس کے بعد میں موت بن کر ان پر چھٹ پڑوں گا“..... اعظم خان نے بڑے پراعتماد لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے جب یہ مارے جائیں تو مجھے بتا دینا“..... سردار خان نے کہا اور سیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر اسی طرح گہرے اطمینان

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے اس بات پر غور کیا ہے اور غور کرنے کے بعد جو بات میری سمجھ میں آئی ہے وہ انتہائی خطرناک ہے“..... اعظم خان نے جواب دیا۔

”کون سی بات کھل کر بات کرو“..... سردار خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آدم خان اسلحہ فیکٹری کو خوراک سپلائی کرتا ہے۔ اس لئے وہ اس فیکٹری کا محل وقوع جانتا ہے اور یہ ٹائنگ اور عمران اور اس کے ساتھی دارالحکومت میں ان بردہ فروشوں کو غائب کر چکے ہیں جن کے ذریعے اس فیکٹری کے لئے لیبر مہیا کی جاتی ہے۔ اس لئے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ گروپ اس اسلحہ فیکٹری کو تباہ کرنے کی غرض سے یہاں آیا ہے اور آدم خان ان کے ہتھے چڑھ چکا ہے اور آدم خان سے یقیناً انہوں نے اسلحہ فیکٹری کا محل وقوع معلوم کر لیا ہو گا“..... اعظم خان نے کہا۔

”تو پھر کیا ہو گا۔ فیکٹری کس طرح تباہ ہو سکتی ہے۔ وہاں تک تو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا“..... سردار خان نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”اگر اس فیکٹری کی خبر وفاقی دارالحکومت کے اعلیٰ ترین حکام کے کانوں تک پہنچ گئی تو ہو سکتا ہے۔ اس کے خلاف کام کرنے کے لئے فوج کو احکامات دے دیے جائیں۔ ہم پورے ملک کی فوج کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے“..... اعظم خان نے کہا۔

کے تاثرات موجود تھے۔ ابھی اس نے رسیور کھائی تھا کہ پاس پڑے ہوئے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”کیا ہے“..... سردار خان کا لہجہ انتہائی سخت تھا۔

”رحمت بول رہا ہوں جناب۔ دارالحکومت سے دو آدمی آپ سے ملنے آئے ہیں۔ ان کا تعلق فوج سے ہے“..... دوسری طرف سے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”فوج سے کون ہیں وہ“..... سردار خان نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

”ملٹری انٹیلی جنس کے کرنل ہیں جناب میں نے ان کے خصوصی کارڈ چیک کر لئے ہیں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوہ اچھا انہیں بڑے کمرے میں پہنچاؤ میں آرہا ہوں“..... سردار خان نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”ملٹری انٹیلی جنس کے کرنل اس کا مطلب ہے کہ اعظم خان کا شک درست تھا۔ بہر حال میں انہیں سنبھال لوں گا“..... سردار خان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور کرسی سے اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

انتہائی شاندار انداز میں سجے ہوئے کمرے میں عمران اور چوہان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کے جھٹکوں پر تھری بیس سوٹ تھے۔ دونوں نے میک اپ کر رکھا تھا۔

”اس بڑے خان کے اس فیکٹری میں ملوث ہونے کا کوئی ثبوت مل سکے گا عمران صاحب“..... چوہان نے کہا۔

”جب چوہان بڑا خان بن جائے گا تو ثبوت خود بخود سامنے آجائیں گے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو چوہان بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”اوہ تو آپ نے یہ پلاننگ کی ہے“..... چوہان نے کہا۔

”ہاں آدم خان سے اس اسلحہ فیکٹری کے بارے میں جو تفصیلات معلوم ہوئی ہیں۔ ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اگر ہم نے اپنے طور پر ریڈ کیا بھی ہے تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ہم فیکٹری کو تباہ کر

بھی ہوئی ہے کہ ملٹری انٹیلی جنس کے کرنلوں کا ہم سے کیا تعلق ہو سکتا ہے..... سردار خان نے ان کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بڑے دنگ سے لہجے میں کہا۔ اس کے بولنے کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی بہت بڑا آدمی اپنے کسی انتہائی چھوٹے ملازموں سے بات کر رہا ہو۔ اس کے دونوں ہاڈی گارڈ اس کے عقب میں بڑے چوکنا انداز میں کھڑے تھے۔

”ہم ایک انتہائی خفیہ معاملے پر بات کرنے حکومت کی طرف سے آئے ہیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ اپنے ان دونوں ہاڈی گارڈوں کو کمرے سے باہر بھیجا دیں“..... عمران کا لہجہ یلکھت انتہائی خشک ہو گیا تھا۔

”نہیں یہ ہاڈی گارڈز باہر نہیں جاسکتے۔ یہ ہماری توہین ہے۔ تم نے جو کچھ کہنا ہے۔ جلدی سے کہہ ڈالو۔ کیونکہ ہمارے پاس حکومتی فضول باتیں سننے کا وقت بے حد کم ہوتا ہے“..... بڑے خان نے پہلے سے بھی زیادہ اکھڑے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”فھیک ہے۔ حکومت کو معلوم ہوا ہے کہ آپ کی سرپرستی میں راکوش کی پہاڑیوں میں ایک خفیہ اسلحہ فیکٹری کام کر رہی ہے اور وہاں دارالحکومت سے لوگوں کو اغوا کر کے رکھا گیا ہے اور ان سے یہ گارلی جا رہی ہے“..... عمران نے بھی خشک لہجے میں کہا۔

”یہ غلط ہے۔ سراسر الزام ہے۔ ہم صدر مملکت سے اس بات پر احتجاج کریں گے اور سنا اپنے افسروں کو بتا دو کہ اگر انہوں نے آئندہ

کے وہاں موجود افراد کو رہائی دلا سکیں گے۔ لیکن ہم ساری عمر تو یہاں نہیں رہ سکتے۔ فیکٹری دوبارہ بھی تو بنائی جاسکتی ہے اور اگر فوج کو استعمال کیا گیا تو یہ ایسا علاقہ ہے جہاں برا سردار ہی سب سے بڑی قوت ہوتا ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر یہاں فوجی آپریشن بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں نے فون کر کے دارالحکومت سے ملٹری انٹیلی جنس کے دو خصوصی کارڈز منگوائے تھے۔ کرنل آفتاب سے اس بڑے خان کا جو حلیہ معلوم ہوا ہے۔ اس کے مطابق تم بھی بڑے خان بن سکتے ہو۔ اس لئے میں تمہیں یہاں ساتھ لے آیا ہوں لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہمیں فوری طور پر یہ قدم اٹھانا پڑے۔ لیکن بہر حال ایسا ہو سکتا ہے“..... عمران نے جواب دیا تو چوہان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ابھی وہ دونوں سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک بڑی بڑی موٹھیوں۔ چوڑے چہرے اور مضبوط جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے دو مشین گنوں سے مسلح آدمی بطور ہاڈی گارڈ تھے۔ عمران اور چوہان دونوں اسے دیکھتے ہی سمجھ گئے تھے کہ یہی راکوش کا بڑا خان ہے۔ عمران اٹھ کھڑا ہوا۔ چوہان نے بھی اس کی پیروی کی۔

”کرنل احمد جان اور کرنل یوسف ہمارا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں اپنا اور چوہان کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”تشریف رکھیں۔ ہمیں آپ کی آمد پر خوشی کے ساتھ ساتھ حیرت

ہون اور پلک جھپکنے میں اس نے اسے اٹھا کر فرش پر دے مارا۔ کمرہ بے خان کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ اسی لمحے ایک بار پھر تھک تھک کی آوازیں سنائی دیں اور فرش پر بڑے تڑپتے ہوئے دونوں باڈی گارڈ دوسری بار گویاں کھا کر ساکت ہو گئے۔

”اسے بے ہوش کر دو میں باہر بویکھتا ہوں“..... عمران نے تیز جے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک باڈی گارڈ کے ہاتھ سے نکل کر دروازے کے قریب گرنے والی معین گن بھینپی اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ چوہان نے پیچھے گر کر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے سردار خان کی کنبپی پر لات جزدی اور بڑا خان ایک اور چیخ مار کر ایک جھٹکے سے ساکت ہو گیا۔ باہر سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ چوہان نے بڑے خان کے بے ہوش ہوتے ہی جھپٹ کر دوسرے باڈی گارڈ کے ہاتھ سے نکل کر ایک طرف گری ہوئی مشین گن اٹھائی اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا لیکن ابھی وہ برآمدے میں پہنچا ہی تھا کہ دوسری طرف سے عمران واپس آتا دکھائی دیا۔

”اٹھ آدمی تھے۔ ان سب کو ختم کر دیا ہے لیکن ان کی لاشوں کو نہکانے لگانا ضروری ہے۔ تم دہیں اس سردار خان کے پاس ٹھہرو میں آ رہا ہوں“..... عمران نے کہا اور چوہان تیزی سے واپس مڑ کر ان کمرے میں آ گیا جہاں فرش پر سردار خان بے ہوش پڑا تھا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد عمران کمرے میں واپس آیا۔

”اے اٹھاؤ اور میرے پیچھے آ جاؤ“..... عمران نے چوہان سے

اس قسم کا جھوٹا الزام ہم پر لگایا تو پھر راکوش میں پاکیشیا کے افراد داخلہ بند بھی کرایا جاسکتا ہے کچھ جادو۔ اب چلے جاؤ۔ دفعہ ہر جادو..... بڑے خان نے یلکھت غصے سے چیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کمرہ اہو گیا۔ اس کے دونوں باڈی گارڈوں نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی مشین گنیں عمران اور چوہان کی طرف سیڑھی کر لیں۔

”آپ تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہیں جناب ہم تو اس سلسلے میں آپ کا موقف معلوم کرنے آئے ہیں“..... عمران نے اٹھ کر اہٹانی نرم لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں اب کوئی مزید بات نہیں ہو سکتی اور سنو میں چاہوں تو تم دونوں کی لاشیں بھی کہیں نظر نہیں آسکیں گی۔ لیکن میں تمہیں زندہ بھیج رہا ہوں۔ ایک لمحے میں اپنی صورتیں میرے سامنے سے غائب کر دو“..... سردار خان نے اور زیادہ اونچی آواز میں چیتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے قندھاری انار کی طرح سرخ پڑ گیا تھا۔ آنکھوں سے یلکھت شعلے سے نکلنے لگ گئے تھے۔

”او کے جیسے آپ کی مرضی“..... عمران نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا ہاتھ اس کی کوٹ کی جیب میں پہنچ چکا تھا۔ چوہان بھی چونکا نظر آ رہا تھا۔ اس نے بھی عمران کے پیچھے قدم بڑھائے لیکن دوسرے لمحے کمرہ تھک تھک کی آوازوں کے ساتھ ہی دونوں باڈی گارڈز کی چیخوں سے گونج اٹھا اسی لمحے چوہان نے سردار خان پر جھلانگ

یہی نہ پہچان سکا۔

کمال ہے۔ آپ نے تو واقعی مجھے سردار خان بنا ڈالا ہے۔ آنکھوں میں سرخی بھی ویسے ہی ہے..... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا تو لہان بھی ہنس پڑا۔

سردار خان جیسا لہجہ اب تم بنا کر مجھے حقد کو تب لطف آئے..... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

ایک لمحے ہیں صورت غائب کر دو ورنہ میں خود غائب ہو جاؤں..... چوہان نے سردار خان کی طرح کڑا کد ارہجے میں کہا تو عمران بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ پھر اس نے اس کے لہجے میں معمولی سی

میم کرائیں اور تھوڑی سی مشق کے بعد جب عمران پوری طرح صبر ہو گیا تو وہ اصل سردار خان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے

ان کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد سردار ان کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو عمران بچھے ت کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سردار خان کی آنکھیں

بب جھٹکے سے کھل گئیں لیکن اس کی آنکھوں میں چھائی ہوئی دھند بتا تی تھی کہ ابھی وہ لاشعوری کیفیت میں ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ یہ

دھند صاف ہوتی گئی اور پھر جیسے ہی اس کی نظریں سامنے بیٹھے ہوئے لوہان پر پڑیں اس نے بے اختیار چونک کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن

قدھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔

مخاطب ہو کر فرش پر پڑے ہوئے سردار خان کی طرف اشارہ کر۔

ہوئے کہا تو چوہان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کا نہ ہے۔ لٹکانی اور جھک کر اس نے دونوں ہاتھوں سے بے ہوش سردار خان اٹھا کر کا نہ ہے۔ ڈالا اور کمرے سے باہر گیا۔ عمران آگے آگے چل رہ

تھا۔ مختلف ایداریوں میں گھومنے کے بعد وہ ایک بڑے تہ خانے میں پہنچ گئے۔ جہاں ایک طرف بیٹیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ بیٹیوں پر چھ

ہوئے بڑے بڑے الفاظ سے صاف ظاہر تھا کہ ان بیٹیوں میں غیر ملکی شراب کی بوتلیں ہیں۔ ان بیٹیوں کے علاوہ یہ تہ خانہ باقاعدہ دفتر۔ مینٹنگ روم اور خواب گاہ تین حصوں میں بٹا ہوا تھا۔

اس کا لباس اتار کر خود پہن لو اور اپنا لباس اسے پہنا دو اور ا سے رسی سے جکڑ دینا میں اس دوران کار سے میک اپ باکس ل

اؤں۔ عمران نے کہا اور تیزی سے مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چوہان نے عمران کے حکم کی تعمیل شروع کر دی اور جب عمران واپس آیا تو چوہان نہ صرف لباس تبدیل کر چکا تھا بلکہ اس نے سردار

خان کو ایک کرسی پر رسی سے جکڑ بھی دیا تھا۔

”بیٹھو پہلے جہارے چہرے پر اس کا میک اپ کر دوں تاکہ تم اس کا کردار ادا کر سکو..... عمران نے چوہان سے کہا اور چوہان ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ عمران نے باکس کھولا اور اس کے ہاتھ تیزی سے چوہان کے

چہرے پر چھلنے شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب عمران نے میک اپ

باکس میں موجود آئینہ اٹھا کر چوہان کے ہاتھ میں دیا تو چوہان اپنے آپ

باندھ دیا ہے۔ کون ہو تم؟..... سردار خان نے بری طرح گڑبڑ بھرا ہوئے لہجے میں کہا۔ شدید حیرت اور بوکھلاہٹ کی وجہ سے اس کے منہ سے وہ لڑک لڑک اور غصہ یکسر غائب ہو چکا تھا۔

”تمہارے باڈی گارڈوں سمیت اس رہائش گاہ میں موجود مزید افراد کی لاشیں اس رہائش گاہ کے نیچے سے بننے والے پہاڑی نالے پہنچ چکی ہیں سرور خان اور تم نے جس انداز کے انتظامات کر رکھے انہیں دیکھ کر مجھے یقین ہے کہ تم اپنے مخالفوں کی لاشیں بھی پہاڑی نالے میں ہی پھینکوا دیتے ہو گے..... عمران نے سنجیدہ میں کہا۔

تم۔ تم۔ کون ہو۔ تم سرکاری آدمی نہیں ہو سکتے۔ سرکاری آدمی اس طرح قتل و غارت نہیں کرتے۔ کون ہو تم۔ اودہ۔ اودہ۔ کہہ جہاد تعلق اس گروپ سے تو نہیں ہے۔ جس میں وہ سیکرٹ ایجنٹ علی عمران شامل ہے۔ سردار خان نے بات کرتے کرتے چوکا کر کہا۔

”تمہیں علی عمران کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا ہے۔ ہمارا جنسی کو اس نے اطلاع دی تھی..... عمران نے سنجیدگی سے لکھا کہ ”جنسی کو تو کیا تمہارا واقعی تعلق ملری انشٹیبل جنس سے ہے لیکن ملری انشٹیبل جنس والے تو اس طرح کی حرکتیں نہیں کرتے۔“
”طرح کی تم کر رہے ہو۔۔۔ یہ میرا مشکل کون ہے۔ اداہ۔ اداہ۔“
”مجھ گیا تو یہ وی تمہارا سا تھا ہے۔ تم نے اس پر میک اپ کیا ہے

ممدار خان نے نمبر بتا دیا۔ عمران نے نمبر پریس کرنے سے پہلے اس

عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ

کیا آپ نے چیک کر لیا ہے کہ وہ واقعی ملری انٹیلی جنس کے ہی رقبہ میں ہیں..... دوسری طرف سے اعظم خان نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”تو تم ہمیں احمق سمجھتے ہو۔ ہم نے نہ صرف ان کے شاختی کارڈ تک کر لئے ہیں بلکہ ملری انٹیلی جنس کے چیف سے بھی فون پر مصدقہ کر لی ہے..... سردار نے پہلے سے زیادہ محصلے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں..... اعظم خان نے جواب دیا۔ جلدی آؤ تاکہ یہ جہاز اعلان لے کر یہاں سے جلدی جاسکیں تم متے ہو کہ میں سرکاری آدمیوں کو زیادہ در تک اپنے ڈرے پر برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں..... سردار خان نے کہا۔

”میں جانتا ہوں خان میں ابھی پہنچ رہا ہوں..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے فون میں نایا اور اسے آف کر دیا۔

”گڈ تم نے واقعی میری ہدایات کے مطابق کام کیا ہے۔ اسے یہاں پہنچنے میں کتنی دیر لگے گی..... عمران نے کہا۔

”زیادہ دیر نہیں لگے گی وہ بیس پچیس منٹ میں یہاں پہنچ جائے گا..... سردار خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے میں باہر پھانگ پر جا رہا ہوں۔ تم یہیں بیٹھو..... عمران نے چوہان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور تیز قدم اٹھاتا اس تہہ خانے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

میں موجود لاؤڈر کا مین آن کیا اور پھر سردار خان کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کر کے اس نے فون پیس کو اس کے کان اور منہ سے لگا دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔

”یس اعظم خان بول رہا ہوں..... کافی در تک گھنٹی بجنے کے بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”اعظم خان میں بڑا خان بول رہا ہوں..... سردار خان نے اپنے مخصوص کڑک دار لہجے میں کہا تو عمران نے تحسین آمیز انداز میں اثبات میں سر ملادیا۔

”آپ۔ آپ نے کیسے فون کیا..... دوسری طرف سے اعظم خان کے لہجے میں حیرت تھی جیسے سردار خان کا اسے فون کرنا انتہائی غیر متوقع بات ہو۔

”میرے پاس ملری انٹیلی جنس کے دو کرنل موجود ہیں۔ دارالحکومت سے آئے ہیں۔ ملری انٹیلی جنس کے چیف نے انہیں بھیجا ہے۔ کیونکہ اس سیکرٹ ایجنٹ عمران نے حکومت کو رپورٹ دی ہے کہ سردار خان بردہ فروشی ہے اور اس نے راکوش میں بڑا فروش کا بڑا ڈاڈہ بنایا ہوا ہے۔ میں نے انہیں پوری طرح مطمئن کر دیا ہے۔ سچو کہ تم یہاں کے پولیس چیف ہو۔ اس لئے وہ اس بارے میں جہاز اعلان بھی لینا چاہتے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا بیلا میرے سامنے دو۔ اس لئے تم فوراً میرے ڈرے پر آ جاؤ..... سردار خان نے اسی طرح بارعب لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

ہوئے پوچھا۔

”ایک سو آٹھ جناب“..... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”تم وہیں رکو میں انسپکٹر عظمت کو بھیج رہا ہوں۔ باقی کارروائی وہ کرے گا۔ تم نے اس کی رہنمائی کرنی ہے“..... اعظم خان نے تیز لہجے میں کہا اور رسیور رکھ کر اس نے میز کے کونے پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ایک باوردی سپاہی نے اندر آکر باقاعدہ سیلوٹ کیا۔

”انسپکٹر عظمت کو بلاؤ فوراً“..... اعظم خان نے کہا تو سپاہی ایک بار پھر سیلوٹ کر کے تیزی سے مڑا اور باہر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر انسپکٹری یونیفارم تھی۔ اس نے بھی اندر آکر سیلوٹ کیا۔

”انسپکٹر عظمت بیٹھ جاؤ اور میری ہدایات سنو۔ تم نے ابھی ایک کارنامہ سرانجام دینا ہے اور اگر تم نے یہ کارنامہ میری مرضی کے مطابق سرانجام دے دیا تو تمہیں ابھی اور اسی وقت چیف انسپکٹر بنا دیا جائے گا“..... اعظم خان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”یس سر حکم کی پوری پوری تعمیل ہوگی سر“..... انسپکٹر عظمت نے میز کی دوسری طرف پڑی ہوئی کرسی پر مؤدبانہ انداز میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

”میرے بزنس شیئر آدم خان کو اس کے دفتر سے اغوا کیا گیا ہے۔ اغوا کرنے والے چھ افراد ہیں۔ جن کا تعلق دارالحکومت سے ہے۔ ان

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھے ہوئے پولیس چیف اعظم خان نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”یس“..... اعظم خان کا لہجہ انتہائی بارعب تھا۔

”سپاہی رحمت دین بول رہا ہوں جناب میں نے آدم خان کا سراغ لگایا ہے جناب۔“ دوسری طرف سے ایک مدہم سی آواز سنائی دی۔

”کہاں ہے وہ“..... اعظم خان نے چونک کر پوچھا۔

”اس کی کار ساران کالونی کی ایک کونٹری میں موجود ہے۔“

جناب..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”تم کہاں سے فون کر رہے ہو“..... اعظم نے تیز لہجے میں پوچھا۔

”کالونی کے پبلک فون ہوٹھ سے جناب“..... دوسری طرف سے

کہا گیا۔

”کیا نمبر ہے اس کونٹری کا“..... اعظم خان نے ہونٹ چباتے

کے ساتھ ایک مقامی آدمی کر نل آفتاب بھی بتایا گیا ہے۔ یہ لوگ بہت بڑے مجرم ہیں۔ میں نے ان کی تلاش کا حکم سارے مخبروں کو دے دیا تھا۔ سپاہی احمد دین نے اسے تلاش کر لیا ہے۔ اس کی کار ساران کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو آٹھ میں کھڑی دیکھی گئی ہے۔ مجرم بھی یقیناً اسی کوٹھی کے اندر موجود ہوں گے۔ میں ان سب کو زندہ گرفتار کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن چونکہ یہ انتہائی خطرناک مجرم ہیں اس لئے اگر تم نے عام پولیس کے انداز میں ریڈ کیا تو یہ یقیناً فرار ہو جائیں گے اور پھر ان کو ٹریس کرنا محال ہو جائے گا۔ تم ایسا کرو کہ سپیشل اسکوڈ کو ساتھ لو اور سپیشل سنور سے بے ہوش کر دینے والی گیس کے پٹل بھی لے لو اور اس کوٹھی کو گھیر کر اس کے اندر یہ گیس اتنی مقدار میں فائر کر دو کہ یہ بے ہوش ہو جائیں۔ اس کے بعد اندر داخل ہو کر انہیں گرفتار کرو اور انہیں سپیشل سنز بہنچا دو۔ سپیشل سنز کے انچارج انسپکٹر عارف کو میں فون کر دوں گا۔ تم جیسے ہی انہیں وہاں پہنچاؤ گے وہ مجھے فون کر دے گا۔ تم نے پھر واپس آجانا ہے اگر تم انہیں اس طرح بے ہوش کر کے سپیشل سنز بہنچانے میں کامیاب ہو گئے تو تمہیں فوری ترقی دے کر چیف انسپکٹر بنا دیا جائے گا۔ اعظم خان نے تیز لہجے میں کہا۔

”آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی، جناب۔“ انسپکٹر عظمت نے فوراً اٹھ کر ایک بار پھر سیلوٹ مارتے ہوئے کہا۔

”سپیشل ٹرانسمیٹر ساتھ لے جاؤ اور جب انہیں گرفتار کرو تو مجھے

کال کر کے رپورٹ دو۔“ اعظم خان نے دوسرا حکم دیتے ہوئے کہا۔
 ”ییس سر۔“ انسپکٹر عظمت نے کہا اور ایک بار پھر سیلوٹ مار کر وہ تیزی سے مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اعظم خان نے ایک بار پھر میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبایا۔ دوسرے کمرے وہی باوردی سپاہی جو شاید اس کا چراسی تھا اندر داخل ہوا اور اس نے اسے باقاعدہ سیلوٹ مارا۔

”الماری سے سپیشل ٹرانسمیٹر نکال کر جہاں میز پر رکھو۔“ اعظم خان نے تیز لہجے میں اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

”ییس سر۔“ چراسی نے کہا اور تیزی سے ایک طرف دیوار کے ساتھ رکھی ہوئی نوپے کی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی اور اس کے نیچے خانے میں موجود ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں اعظم خان کے سامنے رکھا اور سیلوٹ مار کر وہ دفتر سے باہر نکل گیا۔ اعظم خان نے ٹرانسمیٹر پر ایک مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور پھر اس کا رسیونگ بٹن آن کرنے کے بعد اس نے ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھا لیا اور اس نے کریڈل پر دو تین بار ہاتھ مارا۔

”ییس سر۔“ دوسری طرف سے اس کے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”جب تک میں دوسری ہدایات نہ دوں۔ مجھے کسی طرح بھی ڈسٹرب نہ کیا جائے۔“ اعظم خان نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے

ہمت نے کہے ہوئے لہجے میں کہا۔

تم نے اچھی طرح کوٹھی کی تلاشی لے لی ہے۔ اس میں کوئی تہہ

نہ تو نہیں ہے اور..... اعظم خان نے اسی طرح تیز لہجے میں کہا۔

میں نے تلاشی لے لی ہے، جناب اس میں کوئی تہہ خانہ نہیں ہے

یہ..... دوسری طرف سے انہیکڑ نے کہا۔

اد کے تم ایسا کرو کہ ان سب بے ہوش افراد کو آدم خان کی لاش

سمیت سپیشل سنٹر پہنچا دو اور سپیشل اسکوڈ کو اور اس منبر سپاہی احمد

دین کو وہیں باہر ہرے پر چھوڑ دو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں کہیں گئے

ہوئے ہوں۔ سپیشل اسکوڈ کو کہہ دو کہ جیسے ہی وہ دونوں واپس آئیں

انہیں گولی سے اڑا دیا جائے اور تم بھی ان افراد کو سپیشل سنٹرل چھوڑ

دے دو وہیں واپس پہنچ جانا اور..... اعظم خان نے کہا۔

ان دو آنے والوں کو ہلاک کر دیا جائے جناب اور..... عظمت

خان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

ہاں وہ قاتل ہیں انہوں نے آدم خان کو ہلاک کیا ہے اور

خبر ناک مجرم ہیں اس لئے ان کی فوری ہلاکت ضروری ہے اور۔

اعظم خان نے ہوشمندانہ جاتے ہوئے کہا۔

ان بے ہوش افراد کو بھی گولی مار دی جائے جناب یا اور۔

انہیکڑ عظمت نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

نا سنسن۔ انہیں اس بے ہوشی کے عالم میں سپیشل سنٹر پہنچا دو۔

بقی افعال آدم خان کے انتقام کے طور پر دو مجرموں کی ہلاکت کافی ہے۔

ساتھ ہی اس نے رسور رکھ دیا۔ اب اسے انہیکڑ عظمت کی کال کا

انتظار تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے طویل اور شدید انتظار کے بعد ٹرانسمیٹر

سے کال آنا شروع ہو گئی تو اعظم خان نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر اس کا

بٹن آن کر دیا۔

ہیلو ہیلو انہیکڑ عظمت کانگ اور..... ٹرانسمیٹر سے انہیکڑ

عظمت کی آواز سنائی دی۔

”یس اور..... اعظم خان نے رعب دار لہجے میں کہا۔

”سر میں نے کوٹھی میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی اور پھر

جب گیس کے اثرات ختم ہوئے تو میں سپیشل اسکوڈ کے ساتھ اندر

داخل ہوا۔ کوٹھی میں پانچ افراد بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ جن میں

سے ایک مقامی آدمی کر نل آفتاب بھی ہے اور جناب کوٹھی کے ایک

کمرے سے آدم خان کی لاش بھی ملی ہے۔ اسے گولی مار کر ہلاک کیا گیا

ہے اور..... انہیکڑ عظمت نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”آدم خان کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ویری بیڈ۔ اور..... اعظم

خان نے اہتائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”یس سر اور..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”وہاں اس کر نل آفتاب سمیت سات افراد ہونے چلے گئے تھے۔

جب کہ تم کہہ رہے ہو کہ وہاں پانچ ہیں باقی دو کہاں ہیں اور۔ اعظم

خان نے چپختے ہوئے کہا۔

”سر میں کیا بتا سکتا ہوں۔ یہ لوگ تو بے ہوش ہیں اور۔“ انہیکڑ

ہا ہے۔ انسپکٹر عظمت سے پوچھ لینا کہ انہیں کس گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے۔ پھر ان پانچوں افراد کو بلیک روم میں زنجیروں میں جکڑ دینا۔ لیکن انہیں اس وقت تک ہوش میں نہیں لے آنا جب تک میں خود سپیشل سنٹر پہنچ جاؤں۔ میں انہیں اپنے سامنے ہوش میں لاکر ان سے پوچھ گچھ کروں گا۔ آدم خان کی لاش بھی وہیں رکھوا دینا۔..... اعظم خان نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر حکم کی تعمیل ہوگی سر۔..... دوسری طرف سے جواب دیا گیا تو اعظم خان نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"آدم خان کو ہلاک کر کے انہوں نے اپنے لئے عبرت ناک موت مقدر کر دی ہے۔..... اعظم خان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اب اس انسپکٹر عارف کی طرف سے کال آنے کا انتظار تھا کہ اجانک کمرے میں ایک مختلف انداز کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو کرسی پر بیٹھا ہوا اعظم خان بے اختیار چونک پڑا۔ وہ تیزی سے کمرے سے اٹھا اور عقبی دیوار میں موجود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھول کر وہ عقبی طرف بے ہونے ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گیا۔ یہ اس کا ریست روم تھا۔ گھنٹی کی وہ مخصوص آواز یہاں بھی سنائی دے رہی تھی۔ اعظم خان تیزی سے دیوار میں نصب ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ گھنٹی کی آواز اس الماری سے ہی سنائی دے رہی تھی۔

"بڑے خان کی کال اور سپیشل فون پر کوئی خاص الخاص بات ہی ہو سکتی ہے۔..... اعظم خان نے الماری کھولتے ہوئے بڑبڑا کر کہا اور

ان سے پہلے وہاں پوچھ گچھ کی جائے گی۔ ہو سکتا ہے۔ ان کے اور ساتھی بھی راکوش میں موجود ہوں۔ پھر انہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔ کیونکہ آدم خان کو ہلاک کر کے انہوں نے اپنے اوپر قانونی کارروائی کے سارے راستے خود ہی بند کر دیئے ہیں اور..... اعظم خان نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"یس سر اور..... دوسری طرف سے انسپکٹر عظمت کی کہی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اور اینڈ آل..... اعظم خان نے اسی طرح غراتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس سپیشل سنٹر..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہوتے ہی ایک کرخت سی آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر عارف سے بات کرو۔ پولیس چیف بول رہا ہوں۔" اعظم خان نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر..... دوسری طرف سے بولنے والے کا ہچکچاہٹا ہوا مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

"یس سر انسپکٹر عارف بول رہا ہوں سر۔..... چند لمحوں بعد ایک اور مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر عارف میرے حکم پر انسپکٹر عظمت پانچ بے ہوش افراد کے ساتھ ساتھ میرے بزنس منیجر آدم خان کی لاش لے کر جہاز سے پاس

۔ وہی دونوں آدمی ہیں اور یقیناً انہوں نے بڑے خان کو مجبور کر دیا ہے۔ کیونکہ بڑے خان نے جواب میں شافقی کارڈز کی بجائے ساتھ ساتھ ملزئی انٹیلی جنس کے چیف سے بات کرنے کا اہتمام یہ فقرات خصوصی کوڈ تھے۔

”نھیک ہے میں آ رہا ہوں“..... اعظم خان نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کے جواب میں بڑے خان نے ایک بار پھر جلد آنے کی تاکید کی اور اس طرح اعظم خان کنفرم ہو گیا کہ وہ جو سوچ رہا تھا وہ درست ہے۔ اس نے رسیور کریڈل پر رکھا اور فہمی بند کر کے وہ تیزی سے واپس اپنے دفتر میں آیا۔ لیکن کرسی کی برف بڑھنے کی بجائے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے سے باہر کھڑے باوردی چڑاسی نے اسے سیلوٹ کیا۔ اعظم خان اس کے سیلوٹ کو نظر انداز کرتا ہوا تیزی سے ایک کپڑے میں کھڑی اپنی مخصوص جیب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جیب کے ساتھ باوردی ڈرائیور موجود تھا۔

جنوراجہ ہاؤس چلو جلدی کرو..... اعظم خان نے اچھل کر سائینڈ پر پہنچتے ہوئے کہا تو ڈرائیور بجلی کی سی تیزی سے ڈرائیونگ کرتا ہوا بڑھتا اور دوسرے لمحے جیب کمان سے نکلنے والے تیر کی طرح تیزی سے بڑھتی چلی گئی۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ایک چھوٹے سے مکان کے گیٹ پر پہنچ کر ایک جھٹکے سے رکی تو اسی مکان تیزی سے نیچے اترا اور مکان کے بند بھانگ کی طرف بڑھتا چلا

الماری کھول کر اس نے ایک خانے میں رکھے ہوئے سرخ رنگ کا فون اٹھایا اور اسے کمرے میں موجود میز پر رکھ کر اس کا رسیور اٹھالیا۔ ”یس اعظم خان بول رہا ہوں“..... اعظم خان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”اعظم خان میں بڑا خان بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے بڑے خان کی کڑک دار آواز سنائی دی اور اعظم خان ایک بار پھر چونک پڑا۔

”آپ۔ آپ نے کیسے فون کیا“..... اعظم خان نے لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ بڑے خان نے فون پر اپنا نام سردار خان کی بجائے خود کو بڑا خان کہا تھا اور یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ بڑا خان کسی مشکل میں گرفتار ہے۔ یہ ان کے درمیان پہلے سے طے شدہ ایک کوڈ تھا۔

”میرے پاس ملزئی انٹیلی جنس کے دو کرنل موجود ہیں۔ دو دارالحکومت سے آئے ہیں“..... بڑے خان نے بات کرتے ہوئے تفصیل بتاتی شروع کر دی اور اعظم خان کے ذہن میں دو کرنلوں کا سن کر فوراً انسپکٹر عظمت کی رپورٹ آگئی جس کی رپورٹ کے مطابق کوٹھی سے دو افراد غائب تھے۔

”کیا آپ نے چیک کر لیا ہے کہ وہ واقعی انٹیلی جنس کے ہی کرنل ہیں“..... اعظم خان نے جان بوجھ کر پوچھا اور پھر بڑے خان نے اس کا جواب دیا اس سے اعظم خان سمجھ گیا کہ بڑے خان کے پاس پہنچنے

ایک اور سردار بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر سردار خیانت کا مخصوص
 فنی لباس تھا۔

”یہ کیا چکر ہے“..... اعظم خان نے حیران ہو کر بڑبڑاتے
 بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ابھی اس کی بڑبڑاہٹ جاری تھی کہ وہ ایک بار پھر چونک
 ۔ جب کہ دروازے سے ایک اور نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے
 سر پر بھی تھری پتیس سوٹ تھا۔

تم تو کہہ رہے تھے کہ اعظم خان بیس پچیس منٹ کے اندر یہاں
 پہنچ جائے گا۔ جب کہ اب چالیس منٹ گزر چکے ہیں۔ کہیں تم نے
 سے کوئی خاص اشارہ تو نہیں کر دیا..... آنے والے کے ہونٹ ہلے
 اس کی آواز مشین کے سب سے نیچے لگی ہوئی جالی میں سے سنائی
 دے رہی تھی۔

ہو سکتا ہے وہ کسی انتہائی ضروری کام میں پھنسا ہوا ہو۔ اس لئے
 سے در ہو گئی ہو۔ بہر حال وہ آجائے گا۔ میں نے جوابات بھی کی ہے
 بارے میں سنا ہی کی ہے..... کرسی پر بندھے بیٹھے ہوئے سردار
 نے جواب دیا اور اعظم خان پر ساری صورت حال واضح ہوتی چلی
 تھی۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف لگے ہوئے سرخ رنگ
 کے مینڈل کو پکڑ کر ایک تھکنے سے اپنی طرف کھینچا تو سکرین پر ایک
 منٹ رنگ کی چادر سی چھا گئی۔ اعظم خان نے مینڈل کو چھوڑ دیا تھا۔
 اس نے مینڈل کھٹاک کی بجلی کی آواز پیدا کرتے ہوئے واپس اپنی جگہ
 پر جھٹ ہو چکا تھا۔ اعظم خان کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔

گیا۔ پھانک پر غصوں والا تالہ لگا ہوا تھا۔ اعظم خان نے تیزی سے
 ملائے۔ تالا کھولا اور پھر پھانک کو دھکیل کر وہ تیزی سے اندر کی طرف
 بڑھتا چلا گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ چلنے کی بجائے دوڑ رہا ہو۔
 سالان عبور کر کے وہ برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچا اور
 ایک راہداری سے گزر کر وہ سیڑھیاں اترتا ہوا ایک تہ خانے میں
 گیا۔ تہ خانے کی ایک دیوار کے ساتھ ایک بڑی سی مشین نصب
 اس مشین کے سامنے پہنچ کر اعظم خان نے بجلی کی سی تیزی سے
 کے مختلف حصوں کے بن آن کرنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں
 مردہ مشین میں زندگی کی لہریں دوڑ گئی اور ڈالتوں پر ساکت سو
 حرکت کرنے لگیں اور مختلف چھوٹے بڑے بلب تیزی سے چلنے
 لگے۔ اعظم خان نے ایک سرخ رنگ کا بن دیا تو اس بن کے
 لگی ہوئی چھوٹی سی سکرین روشن ہو گئی۔ اس پر ایک کمرے کا منظر
 آیا لیکن یہ کمرہ خالی تھا۔ اعظم خان نے بن کے نیچے لگی ہوئی نامی
 آہستہ آہستہ دائیں سے بائیں گھمانا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے
 گھومتی گئی۔ سکرین پر منظر بدلتے چلے گئے۔ چند لمحوں بعد
 ایک کمرے کا منظر سکرین پر ابھرا۔ اعظم خان نے ہاتھ جچھے کھینچ لیا
 کے ساتھ ہی اس کے ہجرے پر رشید ترین حیرت کے تاثرات ابھرا
 کیونکہ اس منظر میں اسے کرسیوں پر دو سردار خان بیٹھے ہوئے
 رہے تھے۔ ایک سردار خان جس کے جسم پر تھری پتیس سوٹ تھا
 پر سکرین سے بندھا بیٹھا ہوا تھا جب کہ اس کے سامنے ایک اور

سکرین گہری سرخ نظر آ رہی تھی لیکن رنگ آہستہ آہستہ غائب ہوتا رہا تھا اور جب اعظم خان کو دوبارہ کمرے کا منظر نظر آنے لگا تو اس کا چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ رنگنے لگی۔ کیونکہ کمرے میں گر پر بندھے بیٹھے سردار خان کی گردن بھی ڈھکی ہوئی تھی۔ جب کہ کمر پر بیٹھا ہوا سردار خان پہلو کے بل نیچے فرش پر گر ہوا تھا اور دوسرا تو جو سردار خان سے بات کر رہا تھا وہ بھی فرش پر بڑا نظر آ رہا تھا۔ ام خان چند لمحوں تک ان تینوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ناب کو اکیلے بار پھر گھمانا شروع کر دیا۔ سکرین پر ایک بار پھر منظر بدلنے لگ گئے اسے سردار خان کے باڈی گارڈز اور دوسرے محافظوں کی تلاش م لیکن سب کمرے خالی تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پوری کونٹھی کا جائزہ ل چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مشین کے بن آف کئے اور پھر تھ سے مڑ کر واپس سیدھیاں پڑھتا ہوا اوپر راہداری میں پہنچا۔ اس آ جیب ابھی تک پھانگ کے باہر موجود تھی۔ اعظم خان پھانگ سے بچ آیا۔ اس نے پھانگ بند کیا اور نمبروں والا تالا لگانے کے بعد وہ جیم کی سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"واپس ہیڈ کوارٹر چلو"..... اعظم خان نے کہا اور ڈرائیور نے جیب بیک کی اور پھر اسے موٹر کو واپس ہیڈ کوارٹر کی طرف بڑھاتا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اعظم خان اپنے دفتر میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے صبح پڑے ہوئے سپیشل ٹرانسمیٹر پر ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور پھر ام کا بن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو اعظم خان کالنگ اوور"..... بن آن کرتے ہی اس نے بار بار کال دینا شروع کر دی۔

"میں سرائیکٹر عظمت بول رہا ہوں سر اوور"..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر میں سے انسپکٹر عظمت کی موبائیل آواز سنائی دی۔

"کیا رپورٹ ہے انسپکٹر عظمت اوور"..... اعظم خان نے اس بار رعب دار لہجے میں پوچھا۔

"جناب آپ کے حکم کے مطابق پانچوں بے ہوش افراد اور آدم خان کی لاش سپیشل سنٹر میں انسپکٹر عارف کو پہنچادی ہے اور اسے یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان لوگوں کو کس گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے اور میں آپ کے حکم کے مطابق یہاں واپس آ گیا ہوں۔ ہم یہاں نگرانی کر رہے ہیں لیکن ابھی تک وہ دونوں افراد واپس نہیں آئے اوور"..... انسپکٹر عظمت نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"یہ دونوں افراد بڑے خان کے ذریعے پہنچے تھے۔ جہاں میں نے بڑے خان کی کال پر انہیں خصوصی انتظامات کے ذریعے بے ہوش کر دیا ہے۔ تم ایسا کرو کہ سپیشل اسکوڈ کو لے کر فوراً بڑے خان کے ذریعے پہنچو۔ وہاں ایک کمرے میں بڑا خان جسے زبردستی تھری پیس سوٹ پہنایا گیا تھا ایک کرسی پر رسی سے بندھے ہوئے بے ہوش ملیں گے۔ اس کے ساتھ ہی فرش پر دو افراد بے ہوش پڑے ہوں گے۔ جن میں سے ایک نے اپنے بھرے پر بڑے خان کا میک اپ کیا ہوا ہے اور بڑے خان کا لباس اس نے پہن رکھا ہے اور دوسرا تھری پیس سوٹ

روم میں رکھوا دی ہے..... انسپکٹر عارف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
 "سنو بڑے خان کے ڈرے پر ان پانچ ملزموں کے دو ساتھی بچے۔
 انہوں نے وہاں بڑے خان کو بے ہوش کر کے ان میں سے ایک نے
 اپنے جہرے پر بڑے خان کا میک اپ کیا اور بڑے خان کا لباس پہن لیا
 جب کہ بڑے خان کو اس نے اپنا تھری پیس سوٹ پہنا دیا اور پھر
 انہیں ایک کرسی پر رسی سے باندھ دیا۔ مجھے خفیہ اطلاع ملی تو میں نے
 خصوصی انتظامات کے تحت ان کو بے ہوش کر دیا ہے۔ بڑے خان کو
 بھی مجبوراً بے ہوش کرنا پڑا ہے۔ انسپکٹر عظمت بے ہوش بڑے خان
 اور ان دونوں بے ہوش مجرموں کو سپیشل سنٹر لا رہا ہے۔ تم انہیں
 وصول کرنے کے بعد بڑے خان کو جن کے جسم پر تھری پیس سوٹ
 ہے۔ سپیشل روم میں بینڈ پر لٹاؤ۔ جب کہ باقی دونوں مجرموں کو
 بھی بلیک روم میں ان کے ساتھیوں کے ساتھ زنجیروں سے جکڑ دینا
 اور جس مجرم نے بڑے خان کا میک اپ کیا ہے۔ سپیشل میک اپ
 واشر سے اس کا میک اپ واش کر دینا۔ چونکہ انہیں ایک خصوصی
 گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے۔ اس لئے میں انہیں ہوش میں لانے
 کے لئے اس گیس کا تریاق لینے کے لئے فوجی جھانڈی کے سپیشل سنور جا
 رہا ہوں وہاں سے واپسی پر سپیشل سنر آؤں گا۔ میرے آنے تک تم
 نے ان سب مجرموں کا خاص طور پر خیال رکھنا ہے۔..... اعظم خان
 نے تیر لہجے میں کہا۔
 "یہ سر حکم کی تعمیل ہوگی سر..... دوسری طرف سے انسپکٹر

میں ہے۔ بڑے خان سمیت ان دونوں افراد کو بھی سپیشل سنٹر میں
 انسپکٹر عارف کے پاس پہنچا دو اور..... اعظم خان نے ہدایات دیتے
 ہوئے کہا۔
 "یہ سر اور..... دوسری طرف سے انسپکٹر عظمت نے جواب دیا
 "یہ سارا کام کرنے کے بعد تم نے سپیشل اسکوڈ کو واپس بھیج دینا
 ہے اور خود واپس ہیڈ کوارٹر پہنچ جانا۔ میں اب سپیشل سنٹر جا رہا ہوں۔
 وہاں سے واپسی پر تمہیں فوری ترقی دے دی جائے گی اور اینڈ
 آل..... اعظم خان نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے فون کا
 رسیور اٹھایا اور تیزی سے منبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
 "سپیشل سنٹر..... ایک کرخت سی مردانہ آواز سنائی دی۔
 "انسپکٹر عارف سے بات کر دو..... اعظم خان نے کلرک وار لہجے
 میں کہا۔
 "یہ سر..... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔
 "ہیلو سر میں انسپکٹر عارف بول رہا ہوں..... چند لمحوں بعد انسپکٹر
 عارف کی آواز سنائی دی۔
 "انسپکٹر عظمت بے ہوش افراد کو پہنچا گیا ہے..... اعظم خان نے
 تیز لہجے میں پوچھا۔
 "یہ سر پانچ بے ہوش افراد اور آدم خان کی لاش موصول ہو چکی
 ہے۔ میں نے ان بے ہوش افراد کو بلیک روم میں زنجیروں سے جکڑ
 دیا ہے اور آدم خان کی لاش بھی آپ کے حکم کے مطابق وہیں بلیک

عارف نے جواب دیا اور اعظم خان نے رسیور کریٹل پر رکھا اور کرسی سے اٹھ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ایک بار پھر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران بڑے خان کی کوٹھی کے برآمدے میں کافی دیر تک کھڑا رہا۔ کیونکہ اعظم خان کے آنے پر وہ اسے وہیں پھانک پر ہی قابو میں کر لینا چاہتا تھا۔ بڑے خان کے کہنے کے مطابق اعظم خان نے بیس پچیس منٹ میں پہنچ جانا تھا۔ لیکن اسے وہاں کھڑے کھڑے تقریباً پینتیس چالیس منٹ کا طویل وقت گزر گیا تھا لیکن ابھی تک کوئی نہ آیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ سردار خان نے ضرور کوئی چکر چلا دیا ہے۔"..... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ اس کمرے میں داخل ہوا جہاں چوہان اور سردار خان موجود تھے۔

"تم تو کہہ رہے تھے کہ اعظم خان بیس پچیس منٹ کے اندر یہاں پہنچ جائے گا۔ جب کہ اب چالیس منٹ گزر چکے ہیں۔ کہیں تم نے اسے کوئی خاص اشارہ تو نہیں کر دیا؟"..... عمران نے کرسی پر بندھے بیٹھے سردار خان سے مخاطب ہو کر سخت لہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے۔ وہ کسی انتہائی ضروری کام میں پھنسا ہوا ہو۔ اس لئے اسے دیر ہو گئی ہو۔ بہر حال وہ آجائے گا۔ میں نے جو بات بھی کی ہے۔ قہارے سامنے ہی کی ہے..... سردار خان نے جواب دیتے ہوئے کہا اور ابھی سردار خان کا فقرہ مکمل ہوا ہی تھا کہ اچانک جھٹ سے چٹک کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے کمرہ تیز سرخ رنگ کی روشنی سے یلخت بھر سا گیا اور اس سے پہلے کہ عمران کچھ سمجھتا۔ اس کا ذہن جیسے اچانک کیرے کے شکر کی طرح بند ہو گیا پھر جس طرح گہرے اندھیرے میں بجلی کی روشنی چمکتی ہے۔ اس طرح اس کے ذہن پر چھائے ہوئے اندھیرے میں بھی تیز روشنی سی چمکی اور آہستہ آہستہ اس کے ذہن پر موجود اندھیرے سکڑتے چلے گئے۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا شعور بھی بیدار ہو گیا۔ شعور بیدار ہوتے ہی اسے پہلا احساس یہی ہوا کہ اس کا جسم نیچے کی طرف لٹکا ہوا ہے اور اس کے دونوں بازو اس کے سر کے اوپر ہیں اور بازوؤں پر بے پناہ زور پڑ رہا ہے۔ اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور دوسرے لمحے ساری صورت حال اس پر واضح ہو گئی۔ اس کے دونوں بازو اس کے سر کے اوپر زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے اور بے ہوشی کی وجہ سے اس کا جسم نیچے کی طرف ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے اپنے جسم کو سنبھالا پھر وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کے بازوؤں پر پڑا ہوا بوجھ ختم ہو گیا تھا۔ اس لئے اس کے ساتھ ہی کلائیوں میں ہونے والی تکلیف بھی ختم ہو گئی۔ اس نے ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھا

اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے بے اختیار ایک طویل سانس نکل گیا۔ اس بڑے سے کمرے کی اس دیوار کے ساتھ اس کے تمام ساتھی اور کرنل آفتاب بھی اسی طرح زنجیروں سے جکڑے ہوئے موجود تھے اور اس کے ساتھیوں اور کرنل آفتاب سب کے جسموں میں حرکت کے تاثرات نمودار ہو رہے تھے۔ عمران نے نظریں اٹھا کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس کے لبوں پر بے اختیار اطمینان بھری مسکراہٹ رنگ گئی۔ اس کی کلائیوں میں موجود کڑے ہتھنوں والے تھے۔ اس نے اپنی انگلیاں موڑیں اور مخصوص ورزش کی وجہ سے چند ہی لمحوں کی کوشش کے بعد اس کی انگلیاں ان ہتھنوں پر پہنچ چکی تھیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ ہتھن دبا کر ہاتھوں کو ان کڑوں سے آزاد کراتا۔ اچانک کمرے کا دروازہ ایک دھماکے شے کھلا اور عمران دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دروازے سے سردار خان داخل ہو رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک باوردی پولیس آفیسر تھا جس کے کاندھوں پر موجود سنار بتا رہے تھے کہ وہ پولیس چیف ہے۔ ظاہر ہے وہ اعظم خان تھا۔ ان دونوں کے پیچھے دو مشین گنوں سے مسلح باوردی افراد تھے جن میں سے ایک کاندھوں پر گرگے ہوئے سنار کے تحت انسپکٹر اور دوسرا بغیر سنار کے سپاہی تھا۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ اسی لمحے عمران کو ساتھیوں کی کراہیں سنائی دیں اور وہ سمجھ گیا کہ وہ سب ہوش میں آ رہے ہیں۔

”تمہیں پوری طرح ہوش آگیا ہے علی عمران..... سردار خان نے

اس میں ایسے کوڈ موجود تھے کہ جسے تم سمجھ ہی نہ سکتے تھے۔ چنانچہ اعظم خان ساری صورتحال سمجھ گیا اور پھر وہ میری کوٹھی کے قریب دوسری کوٹھی میں پہنچ گیا جہاں انتہائی جدید ترین مشین نصب ہے۔ اس مشین کے ذریعے میں نے ساری کوٹھی چیک بھی کر لی اور ہمارے درمیان ہونے والی بات چیت بھی سن لی اور خفیہ سسٹم کے تحت بے ہوش کر دینے والی ریفریکٹر کے اس نے مجھے اور تم دونوں کو بے ہوش بھی کر دیا۔ سردار خان نے بڑے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

”یہ میرے ساتھی یہاں کسپے پہنچ گئے ہیں۔“..... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

”تم نے میرے بزنس منیجر آدم خان کو اغوا کیا۔ میرے منبروں نے اس کو کبھی کو تلاش کر لیا جس میں آدم خان کی کار موجود تھی۔ پھر سپیشل اسکوڈ نے اس کوٹھی میں فوری طور پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دی۔ یہ سب لوگ بے ہوش ہو گئے۔ اور سپیشل اسکوڈ نے میرے حکم پر ان سب کو وہاں سے اٹھا کر یہاں سپیشل سنٹر میں پہنچا دیا ہے۔“..... اس بار اعظم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو اب تم کیا چاہتے ہو؟“..... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”تم سب کو اس لئے ابھی تک ہم نے زندہ رکھا ہوا ہے تاکہ تم سے معلوم کر سکیں کہ تم نے کس کے کہنے پر ہمارے خلاف یہ کام شروع کیا ہے۔ کون ہے تمہارے پیچھے ہمیں اس شخصیت کا نام

عمران سے مخاطب ہو کر انتہائی کڑخت لہجے میں کہا۔

”علی عمران۔ میرا نام تو کرنل احمد جان ہے۔“..... عمران نے مطمئن سے لہجے میں کہا۔

”ہم نے دارالحکومت سے سب کچھ معلوم کر لیا ہے۔ تمہارا حلیہ تو دیکھ بھی ہمارے پاس پہلے سے موجود تھا اور تمہارا نام بھی۔ تمہارا نام علی عمران ہے اور تم سیکرٹ ایجنٹ بھی ہو اور ادھر یہ جو کھڑا ہوا ہے اس کا نام ٹائیگر ہے اور یہ دارالحکومت کا مشہور بد معاش ہے۔ کرنل آفتاب کو تو ہم پہلے سے ہی جانتے ہیں اور یہ چار آدمی یقیناً وہ فور سنائز گروپ ہے جنہوں نے دارالحکومت میں ہمارے آدمیوں کا خاتمہ کیا ہے۔“..... سردار خان نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تم نے ہمیں کیسے بے ہوش کیا ہے۔ مجھے اندازہ ہی نہ تھا کہ تم نے ایسے جدید انتظامات کر رکھے ہوں گے۔“..... عمران نے کہا۔

”تمہارا کیا خیال تھا کہ ہم احمق ہیں۔ اگر ہم اس قدر بڑی خفیہ اسلحہ فیکٹری آٹھ سال سے چلا سکتے ہیں تو ہم نے اپنی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کیا ہوگا۔ یہ تو میں ملزٹی انٹیلی جنس کی وجہ سے مار کھا گیا اور تم سے ملنے وہاں پہنچ گیا اور پھر تم نے اچانک حملہ کر کے مجھے قابو میں کر لیا۔ ورنہ تو تم ساری عمر مجھے سریشٹے رہتے۔ تب بھی مجھ تک نہ پہنچ سکتے۔ پھر تم سے حماقت ہوئی کہ تم نے اعظم خان کو بلانے کی بات کر دی۔ اعظم خان کے ساتھ سیٹنگ پہلے ہی ہے۔ چنانچہ میں نے تمہیں اس کا جو نمبر بتا دیا وہ سپیشل فون کا نمبر تھا۔ پھر جو باتیں ہوئیں۔

چلتے..... اعظم خان نے تیز لہجے میں پوچھا۔

”اگر میں صدر مملکت کا نام لے دوں تو تم کیا کرو گے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ہمیں اصل بات اگلائی آتی ہے سبہاں جہاری مدد کو کوئی نہیں آئے گا اور اس کمرے میں بڑے بڑے بہادر بھی گھسنے نیک دیتے ہیں۔“
 ”مجھے۔ اس لئے جہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم ہمارے غضب کو آواز نہ دوور نہ سبہاں جہاری ایک ایک ہڈی تو زدی جائے گی۔“..... اس بار اعظم خان نے انتہائی غصیلے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”سردار خان تو پھر بھی غیر سرکاری آدمی ہے۔ لیکن تم تو سرکاری آدمی ہو اور تم ایک سرکاری ادارے کو اس غیر قانونی اور غیر انسانی کام میں استعمال کر رہے ہو۔ اس لئے سردار خان تو قابل معافی ہو سکتا ہے تم نہیں..... عمران کا بوجہ بے حد سرد ہو گیا تھا۔

”تم اس حالت میں بھی مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ حالانکہ جہاری زندگی میرے ایک اشارے پر منحصر ہے۔ سنو مجھے دھمکیاں دینے کی بجائے اصل آدمی کی نشاندہی کر دو۔ میں تمہیں چھوڑ دوں گا..... اعظم خان نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہمیں جہاری اس خفیہ اسلحہ فیکٹری سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی یہ ہماری فیلڈ ہے۔ ہم تو جہاری فیکٹری میں سے ان افراد کو ہا کرانا چاہتے ہیں جنہیں تم نے پکڑ کر وہاں رکھا ہوا ہے۔“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو تو ٹھیک ہے..... اعظم خان نے جیسے سے زیادہ غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے پیچھے مڑے ہوئے انپکڑے مشین گن بھینپی اور اسے عمران کی طرف سیدھا کر دیا۔ اس کے چہرے پر یقیناً سفاکی کے تاثرات ابھرائے تھے۔“
 ”اگر سردار خان کہے تو میں اسے اصل آدمی کا نام بتا سکتا ہوں.....“ اچانک عمران نے ہونٹ ہنپتے ہوئے کہا۔
 ”ٹھیک ہے مجھے بتا دو.....“ سردار خان نے ہاتھ اٹھا کر اعظم خان کو فائرنگ کرنے سے منع کرتے ہوئے کہا۔
 ”یہ سرکاری آدمی ہیں۔ ان کے سامنے سرکاری۔“..... افشا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حلف کی خلاف ورزی ہوگی۔ ہر سب بندھے ہوئے ہیں جہیں ہم سے تو کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔ ان کو باہر بھیج دو پھر میں تمہیں اصل شخصیت کا نام بتا دیتا ہوں.....“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں اعظم خان کے سامنے جہیں سب کچھ بتانا ہوگا۔ یہ سرکاری آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ میرا برنس پارٹنر بھی ہے۔“..... سردار خان نے تیز لہجے میں کہا۔
 ”پھر ایسا ہے کہ تم میرے قریب آ جاؤ۔ میں تمہیں کان میں بتا دیتا ہوں۔ تاکہ کم از کم مرنے سے پہلے مجھے یہ اطمینان تو ہو گا کہ میں نے حلف کی خلاف ورزی نہیں کی۔“..... عمران نے کہا۔

بیچ دو اسلحہ سمیت۔ میں تو تم لوگوں کے ساتھ مذاکرات کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو پھر میرے بازو کی معمولی سی جھنجھ سے سردار خان کی گردن ٹوٹ جائے گی۔..... عمران نے فراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے بازو کو جھٹکا دیا تو سردار خان کی حالت جیسے سے بھی زیادہ خراب ہوتی چلی گئی۔ اس کے منہ سے غرغراہٹ کی آوازیں نکلنے لگیں۔

”تم جیسے کہو گے ہم دیباہی کریں گے بڑے خان کو چھوڑ دو۔“
عظم خان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اپنے آدمیوں کو اسلحہ سمیت باہر بھیج دو اور پھر ہم یہ مذاکرات کرو۔ جلدی کرو ورنہ..... عمران نے اور زیادہ سرد لہجے میں کہا تو اعظم خان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن انسپکٹر کو دی اور پھر ان دونوں کو باہر جانے کا کہہ دیا۔ دوسرے لمحے وہ دونوں آدمی کمرے سے باہر نکل گئے۔

”اندر سے کھڑی لگا دو اعظم خان۔ تاکہ مجھے یقین ہو جائے کہ یہ دونوں واپس نہ آئیں گے۔..... عمران نے تیز لہجے میں کہا تو اعظم خان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں خود ہی سڑک دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔

”آجاؤ اور مجھ سے سردار خان کو لے لو۔ یہ بے ہوش ہونے والا ہے گر جائے گا۔..... عمران نے کہا اور اعظم خان ہونٹوں کی طرح گھوم کر تیزی سے عمران کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ عمران نے بازوؤں میں

”مجھے کہہ رہے ہو۔ سردار خان کو۔ میں تم سے ڈروں گا۔“
بندھے ہوئے نہ بھی ہوتے تب بھی سردار خان کا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے۔ سردار خان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور تیزی سے عمران کی طرف بڑھنے لگا۔ عمران کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کٹائی میں موجود کڑوں کے بنٹوں پر موجود تھیں۔ جیسے ہی سردار خان قریب آیا۔ دو بار ہلکی سی کلک کی آوازیں ابھریں اور دوسرے لمحے سردار خان جھجھکا ہوا عمران کے سینے سے جا لگا تھا۔ عمران کا ایک بازو اس کی گردن کے گرد اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد جما ہوا تھا۔

”خبردار اگر کسی نے حرکت کی تو سردار خان کی گردن ایک لمحے میں ٹوٹ جائے گی۔..... عمران کی غراتی ہوئی آواز کمرے میں گونگ اٹھی۔ یہ سب کچھ اس قدر تیز رفتاری سے ہو گیا تھا کہ اعظم خان اور اس کے دو ساتھی صرف ہلکیں۔ چھپکاتے رہ گئے۔ اب کمرے میں سردار خان کی گھٹی گھٹی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا آنکھیں ابل کر قدرے باہر کو نکل آئی تھیں۔ اس نے اصل میں جھٹکا دے کر اپنے آپ کو چھوڑوانے کی کوشش کی تھی جس کے نتیجے میں عمران کے اس بازو کی گرفت جو اس کی گردن کے گرد تھا زیادہ سخت ہو گئی تھی۔

”یہ۔ یہ تم کیا کر رہے ہو چھوڑ دو اسے چھوڑ دو۔..... یکتا اعظم خان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

”صرف اس صورت میں چھوڑ سکتا ہوں کہ تم اپنے آدمیوں کو باہر

جلدی کرو اپنے سارے ساتھیوں کو آزاد کرو۔..... عمران نے کہا
 واپس مڑ کر وہ فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے اعظم خان کی طرف
 بھا۔ اس نے اس کی یونیفارم کی جیبوں کی تلاشی لینا شروع کر دی اور
 لمحوں بعد وہ اس کی جیب سے بھاری سرکاری ریوالور برآمد کرنے
 میں کامیاب ہو گیا۔ یہ کمرہ سائنڈ پروف تھا۔ اس لئے اسے اس بات کی
 فکر تھی کہ اعظم خان کے حلق سے نکلنے والی چیخ باہر سنی گئی ہوگی۔
 "تم۔ تم انتہائی حیرت انگیز آدمی ہو۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ
 اس طرح بھی سچویشن بدلی جاسکتی ہے۔..... کرنل آفتاب نے کہا۔
 کرنل صاحب مستند سچویشن بدلنے کا نہیں ہے۔ یہ پولیس کانسٹر
 ہے اور اعظم خان پولیس چیف ہے۔ باہر اس کے بارودی آدمی موجود
 ہیں اور چونکہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ اس لئے میں انہیں ہلاک بھی نہیں
 کر سکتا اور وہ لوگ ہمیں باہر بھی نہ جانے دیں گے۔ اس لئے اب
 ہمیں فوری طور پر فوج کی ضرورت ہے۔ سبھاں کا ملٹری کمانڈر کون
 ہے۔..... عمران نے ہونٹ جباتے ہوئے پوچھا۔
 "کرنل رستم ملٹری کمانڈر ہے۔..... کرنل آفتاب نے جواب دیا۔
 "کہیں وہ بھی تو ان لوگوں سے ملا ہوا نہ ہوگا۔ اعظم خان کی وجہ
 سے اب کسی پر اعتبار نہیں رہا۔..... عمران نے کہا۔
 "نہیں جناب وہ انتہائی محب وطن آدمی ہیں۔..... کرنل آفتاب
 نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
 "ان کا فون نمبر معلوم ہے آپ کو؟..... عمران نے پوچھا۔

سنجھالے ہوئے سردار خان کو ایک زوردار جھٹکا دے کر اعظم خان
 اچھال دیا۔ بھاری بھر کم سردار خان توپ کے گولے کی طرح سی
 اعظم خان سے نکل آیا اور وہ دونوں ہی چھتے ہوئے نیچے گرے۔ عمران
 سردار خان کو اچھال کر بجلی کی سی تیزی سے اپنے پیروں پر جھکا۔ پیرو
 میں بھی بننے والے کڑے موجود تھے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ دونوں
 نیچے گر کر اٹھتے۔ عمران پیروں میں موجود کڑوں سے نجات حاصل
 چکا تھا۔ اعظم خان نے نیچے گرتے ہی تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی
 اس کا جسم آدھے سے زیادہ اٹھ چکا تھا کہ عمران اس کے سر پر ہینچ گیا
 جب کہ سردار خان کو اس نے جھٹکا دے کر آگے کی طرف دھکی
 ہوئے اس کی گردن کے گرد موجود بازو کو اس طرح حرکت دی تھی
 سردار خان کے حلق سے صرف ایک چیخ ہی نکل سکی تھی اور نیچے گرے
 کے بعد وہ اسی طرح بے حس و حرکت پڑا رہ گیا تھا۔ پھر اس سے پہلے
 اعظم خان پوری طرح اٹھ کر کھڑے ہونے میں کامیاب ہوتا۔ عزم
 اس کے سر پر ہینچ گیا۔ دوسرے لمحے اعظم خان کے حلق سے نکلنے والی باز
 سے کمرہ گونج اٹھا۔ اعظم خان عمران کی لات کھا کر ایک بار پھر نیچے گ
 ہی تھا کہ عمران نے ایک اور ضرب لگا دی اور اس کے ساتھ ہی
 خان کا جسم ایک جھٹکا کھا کر ساکت ہو گیا۔ وہ بھی سردار خان کی طر
 بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس کے بے ہوش ہوتے ہی عمران تیزی سے
 ساتھ بندھے ہوئے چوہان کی طرف بڑھا۔ اس نے اس کے دونوں
 آزاد کر دیئے۔

اور پولیس چیف اعظم خان کے خلاف کام کر رہے تھے کہ اعظم خان نے پولیس فورس کی مدد سے مجھے اور میرے ساتھیوں کو پولیس کے سپیشل سٹریٹس قید کر دیا۔ وہ ہمیں خفیہ طور پر ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ہم نے سچویشن بدل دی ہے اور سردار خان اور اعظم خان ہوں ہمارے سامنے بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن چونکہ ہم پولیس کے سپیشل سیل میں ہیں اس لئے باہر پولیس کی نفی موجود ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ان سب کو ہلاک کر کے بھی یہاں سے نکل سکتے ہیں۔ لیکن سرکاری افراد کو میں ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔ آپ ایسا کریں گے مہزی فورس کے ساتھ فوراً پولیس کے سپیشل سیل پہنچ جائیں۔ ہم بس ایک ساؤنڈ پروف کمرے میں موجود ہیں۔ اس کمرے کے بارے میں آپ کو یہاں کے عمل سے معلوم ہو جائے گا۔ عمران نے اس پر اپنے اصل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

سیکٹ سروس اور یہاں پولیس سپیشل سٹریٹس۔ لیکن مجھے تو بتایا گیا تھا کہ پولیس چیف اعظم خان مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف سے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

ہاں آپ سے بات کرنے کے لئے ایسا کہنا ضروری تھا۔ آپ یہ نہیں کہ آپ میرے کہنے کے مطابق کام کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہ۔ حکومت سے آپ کو ہدایات چاہئیں۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

لیکن میں پولیس کے خلاف کیسے کام کر سکتا ہوں۔ دوسری

جی ہاں وہ میرے دوست ہیں۔ میری ان سے اکثر بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ کرنل آفتاب نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون نمبر بھی بتا دیا۔ عمران تیزی سے ایک کونے میں رکھے ہوئے فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھایا۔

میں سر۔۔۔۔۔ اس کے رسیور اٹھاتے ہی دوسری طرف سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

ملزئی کمانڈر رستم سے میری بات کراؤ۔ نمبر جانتے ہو اس کا۔۔۔۔۔ عمران نے اعظم خان کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

میں سر۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

سنوٹ از سیکٹ۔ اس لئے لنک کرا کر تم نے اپنے آپ کو آف کر دیا ہے کچھ۔۔۔۔۔ عمران نے اعظم خان کے ہی لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

میں سر۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے رسیور اٹھایا۔

کرنل رستم صاحب سے بات کریں جناب۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

ہیلو کرنل رستم بول رہا ہوں ملزئی کمانڈر۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

کرنل رستم میرا نام علی عمران ہے اور میرا تعلق سیکٹ سروس سے ہے۔ ایک کیس کے سلسلے میں ہم یہاں کے بڑے خان سردار

سیور اٹھایا۔

”ہیں..... عمران نے گول مول سے لہجے میں کہا۔

”کرنل رستم بول رہا ہوں۔ پولیس سپیشل سنٹر سے میں نے باہر کا کنٹرول سنبھال لیا ہے۔ مجھے اس بلیک روم کے بارے میں ہی معلوم ہو گیا ہے۔ لیکن اس کا دروازہ اندر سے بند ہے اور چونکہ وہ مائنڈ پروف کمرہ ہے اس لئے باہر سے بھی کوئی آواز اندر نہیں آ سکتی اس لئے میں آپ کو فون پر کال کر رہا ہوں آپ دروازہ کھول کر باہر آ جائیں..... دوسری طرف سے کرنل رستم کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے..... عمران نے کہا اور سیور رکھ دیا۔

”کرنل رستم خاصا ذہین آدمی ہے۔ ورنہ عام آدمی اس انداز میں نہیں سوچتا..... عمران نے سیور رکھ کر کرنل آفتاب سے مخاطب ہو کر کہا۔

”وہ ملٹری انٹیلی جنس میں کافی عرصہ رہا ہے..... کرنل آفتاب نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلادیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آگے بڑھ کر دروازے کا لاک کھول کر اس کے دونوں پٹ کھول دیے۔ دوسرے لمحے ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا کرنل اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے چار مسلح فوجی بھی تھے۔

”مجھے علی عمران کہتے ہیں..... عمران نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں کرنل رستم ہوں عمران صاحب۔ مجھے افسوس ہے کہ میں

طرف سے ہنپکاتے ہوئے لہجے میں کہا گیا تو کرنل آفتاب نے ہاتھ چڑھا کر عمران کے ہاتھ سے سیور لے لیا۔

”ہیلو میں کرنل رستم آفتاب احمد بول رہا ہوں..... کرنل آفتاب نے تیز لہجے میں کہا۔

”اوہ کرنل آفتاب آپ۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔ کیا آپ بھی ان سیکرٹ سروس والوں کے ساتھ ہیں..... کرنل رستم نے کہا۔

”کرنل صاحب۔ عمران صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ درست ہے یہ پولیس چیف اعظم خان اور سردار خان دونوں بہت بڑے مجرم ہیں آپ فوراً یہاں پہنچ جائیں..... کرنل آفتاب نے کہا۔

”ٹھیک ہے مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے۔ لیکن یہ سپیشل سنٹر ہے کہاں..... دوسری طرف سے پوچھا گیا تو کرنل آفتاب نے اسے پتہ بتادیا۔

”میں آ رہا ہوں..... دوسری طرف سے کہا گیا اور کرنل آفتاب نے بغیر کوئی مزید بات کہنے سیور رکھ دیا۔

”عمران صاحب اس فیکٹری کو ملٹری کے ذریعے ہی کور کیا جاسکتا ہے ویسے نہیں..... کرنل آفتاب نے کہا۔

”ہاں اب میں بھی اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ بہر حال کرنل رستم جاعے پھر مزید بات ہوگی..... عمران نے جواب دیا اور تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو عمران نے آگے بڑھ

نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا تو عمران نے مختصر طور پر اسے اسلحہ بنانے والی اس خفیہ فیکٹری اور وہاں موجود افراد کے بارے میں تفصیل بتادی۔

”حیرت ہے کہ اس غیر قانونی دہندے میں پولیس چیف بھی خود ملوث ہے۔“ مجھے اعلیٰ حکام کو اس بارے میں اطلاع دینی ہوگی۔“ کرنل رستم نے کہا۔

”کن اعلیٰ حکام کی بات کر رہے ہیں آپ؟“ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”ملٹری حکام کو“..... کرنل رستم نے جواب دیا۔

”پہلے ہم نے اس فیکٹری پر قبضہ کرنا ہے۔ وہاں پر موجود افراد کو اس غیر قانونی قید سے رہائی دلانی ہے۔ اس کے بعد حکام کو اطلاع دی جائے گی پہلے نہیں۔ ورنہ سردار خان خاصا باثر آدمی ہے۔ اس پر ہاتھ ڈالنا ناممکن ہو جائے گا۔“ عمران نے کہا۔

”عمران صاحب آپ اپنے طور پر درست کہہ رہے ہوں گے لیکن میں اپنی جگہ پر مجبور ہوں۔ سردار خان یہاں واقعی بے حد باثر آدمی ہے اور پھر اعظم خان پولیس چیف ہے۔ اس لئے ان کے خلاف کوئی بھی کارروائی میں اپنے سر نہیں کر سکتا۔ مجھے بہر حال اعلیٰ حکام کو نہ صرف اطلاع دینی ہوگی بلکہ ان سے باقاعدہ اجازت لینی ہوگی۔“..... کرنل رستم نے جواب دیا۔

”آپ ایک کام کریں.....“ عمران نے ہونٹ جباتے ہوئے کہا۔

پہلے آپ کو نہ پہچان سکا تھا۔ لیکن بعد میں مجھے یاد آگیا کہ آپ کا نام تو ملٹری انٹیلی جنس میں بطور مثال استعمال ہوتا ہے۔ اللہ آپ سے ملاقات آج پہلی بار ہو رہی ہے..... کرنل رستم نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”آپ نے جس ذہانت کا فون پر کال کی تھی۔ اس سے مجھے بھی آپ کی ذہانت کا اندازہ ہو گیا تھا اور کرنل آفتاب صاحب نے بتایا ہے کہ آپ ملٹری انٹیلی جنس میں رہے ہیں.....“ عمران نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ چکر کیا ہے۔ میری سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آئی.....“ کرنل رستم نے فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے سردار خان اور اعظم خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اب آپ سے تفصیلی بات ہو سکتی ہے۔ آپ ایسا کریں کہ ان دونوں کو ساتھ لے لیں۔ ان کے سامنے کہیں بیٹھ کر تفصیلی بات ہوگی۔“..... عمران نے کہا تو کرنل رستم نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے فوجیوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران اپنے ساتھیوں سمیت فوجی چھاؤنی کے اندر رہنے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں موجود تھا۔ پولیس چیف اعظم خان اور سردار خان کو بھی یہاں لا کر ایک اور کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا

”اب آپ مجھے بتائیں کہ یہ سب کیا سلسلہ ہے.....“ کرنل رستم

”کون سا“..... کرنل رستم نے چونک کر کہا۔
 ”آپ کی وجہ سے پولیس کے آدمی موت سے بچ گئے ہیں۔ بس اسکا
 ہی کافی ہے۔ اب آپ اس سارے معاملے سے لاتعلق ہو جائیں۔ ہم
 جانیں اور یہ لوگ“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔
 ”نہیں عمران صاحب اب میں اس معاملے سے لکیے لاتعلق ہو سکتا
 ہوں“..... کرنل رستم نے کہا۔

”اوکے مجھے فون دیجئے۔ میں خود بات کرتا ہوں“..... عمران نے
 کہا۔
 ”کس سے بات کریں گے آپ“..... کرنل رستم نے چونک کر
 پوچھا۔
 ”سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان سے“..... عمران نے جواب
 دیا۔

”سر سلطان میں اس وقت راکوش میں موجود ہوں۔ یہاں ایک
 سلسلے میں مجھے ملٹری کمانڈر کرنل رستم سے امداد حاصل کرنی پڑی ہے
 لیکن آگے مزید کام کے سلسلے میں کرنل رستم صاحب اپنے اعلیٰ حکام کو
 تفصیل بتا کر ہدایات لینے کے خواہش مند ہیں جب کہ میں کام مکمل
 ہونے تک ایسا نہیں چاہتا۔ اس لئے آپ ایسا کریں کہ ماؤنٹین بریگیڈ
 کے جنرل اسفند خان کو فون کر کے کہہ دیں کہ وہ کرنل رستم کو
 ہدایات دے دیں“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے میں ابھی کہہ دیتا ہوں“..... دوسری طرف سے کہا گیا
 اور عمران نے شکریہ ادا کر کے فون آف کر دیا۔
 ”آپ۔ آپ جنرل اسفند خان سے واقف ہیں“..... کرنل رستم
 نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”ابھی آپ کو کال آجائے گی۔ پھر مجھے بھی علم ہو جائے گا کہ میں تو
 ان سے واقف ہوں وہ بھی مجھ سے واقف ہیں یا نہیں“..... عمران
 نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً دس منٹ بعد
 کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک باوردی فوجی ہاتھ میں سرخ رنگ کا فون

”میں پی اے نو سیکرٹری خارجہ“..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری
 طرف سے سر سلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

”کون سا“..... کرنل رستم نے چونک کر کہا۔
 ”آپ کی وجہ سے پولیس کے آدمی موت سے بچ گئے ہیں۔ بس اسکا
 ہی کافی ہے۔ اب آپ اس سارے معاملے سے لاتعلق ہو جائیں۔ ہم
 جانیں اور یہ لوگ“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔
 ”نہیں عمران صاحب اب میں اس معاملے سے لکیے لاتعلق ہو سکتا
 ہوں“..... کرنل رستم نے کہا۔

”اوکے مجھے فون دیجئے۔ میں خود بات کرتا ہوں“..... عمران نے
 کہا۔
 ”کس سے بات کریں گے آپ“..... کرنل رستم نے چونک کر
 پوچھا۔
 ”سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان سے“..... عمران نے جواب
 دیا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ ان سے بات کر لیں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ
 انتہائی ذمہ دار آفیسر ہیں“..... کرنل رستم نے کہا اور اس کے ساتھ
 ہی اس نے دروازے کے ساتھ کمرے ہوئے مسلح فوجی کو کارڈولیس
 فون لے آنے کا حکم دے دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون پیس لے آیا گیا۔
 عمران نے فون پیس کرنل رستم سے لیا اور اس نے دارالحکومت کا کوڈ
 نمبر پریس کر کے سر سلطان کے نمبر پریس کر دیئے۔
 ”میں پی اے نو سیکرٹری خارجہ“..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری
 طرف سے سر سلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

۔ اس فاصلے کی پابندی نہ ہونے کے چکر میں مجھ جیسا آدمی در بدر
 جھکے کھاتا پھر رہا ہے۔ اگر فاصلے کی پابندی مجھ سے ہو سکتی تو اب تک
 ذیلی مرے قصیدے گاتے پھر رہے ہوتے۔۔۔۔۔ عمران کی زبان
 رواں ہو گئی تو دوسری طرف جنرل اسفند بے اختیار ہنس پڑے۔
 "ٹھیک ہے میں اب صورت حال سمجھ گیا ہوں رسیور کرنل رستم
 دو دے دو۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"دیے ترقی یافتہ دور کا المیہ ہی ہے کہ اب رستم کو تلوار دینے کی
 بجائے رسیور دیئے جانے کی بات کی جاتی ہے۔۔۔۔۔ عمران نے
 مسکراتے ہوئے کہا اور رسیور کرنل رستم کی طرف بڑھا دیا جو اس
 طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھ رہا تھا جیسے عمران کے سر پر
 اپنا تک سینک ٹکل آئے ہوں۔ شاید اس کے ذہن کے کسی دور دراز
 گوشے میں بھی یہ تصور تھا کہ عمران جنرل اسفند خان جیسے انتہائی
 رکھ رکھاؤ والے افسر کے ساتھ اس طرح بے تحلفانہ انداز میں بھی
 گفتگو کر سکتا ہے۔

"میں سر کرنل رستم بول رہا ہوں سر۔۔۔۔۔ کرنل رستم نے رسیور
 لیتے ہی انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کرنل رستم عمران صاحب پاکیشیا کے انتہائی ذمہ دار آدمی ہیں۔
 مجھ سے بھی زیادہ سمجھنے۔ اس لئے ان کے احکامات کی تعمیل بالکل اسی
 طرح ہونی چاہئے جس طرح میرے احکامات کی تعمیل ہو سکتی ہے۔
 سمجھ گئے ہو یا مزید کسی اور لہجے میں سمجھاؤں۔۔۔۔۔ جنرل اسفند خان کی

اٹھائے تیزی سے اندر داخل ہوا۔

"جنرل صاحب کا فون ہے سر۔۔۔۔۔ اس نے انتہائی مؤدبانہ لہجے
 میں کہا اور رسیور کرنل رستم کی طرف بڑھا دیا۔
 "میں کرنل رستم بول رہا ہوں جناب۔۔۔۔۔ کرنل رستم نے
 انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کرنل رستم کیا علی عمران صاحب آپ کے پاس موجود ہیں۔
 دوسری طرف سے جنرل اسفند کی بھاری اور انتہائی رعب دار آواز سنائی
 دی۔

"میں سر۔۔۔۔۔ کرنل رستم نے جواب دیا۔

"انہیں رسیور دیں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے انتہائی تحکمانہ لہجے
 میں کہا گیا تو کرنل رستم نے رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔
 "ہیلو علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بذبان خوش
 آپ جیسے مرد رویش سے مخاطب ہونے کی جرات کر رہا ہے۔" عمران
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا سلسلہ ہے عمران سر سلطان نے مجھے بتایا ہے کہ کرنل
 رستم تم سے تعاون نہیں کر رہا۔ کیا تم نے اس سے اپنا تعارف کرایا
 تھا۔۔۔۔۔ جنرل اسفند خان کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ غصے کی
 جھلک نمایاں تھی۔

"ارے ارے یہ بات نہیں۔ کرنل رستم تو پورا تعاون کر رہے
 ہیں۔ لیکن وہ اپنے ضابطوں سے منجور ہیں جب کہ آپ کو تو معلوم ہے

تب۔

”اوہ اگر ایسی بات ہے تو پھر..... کرنل رستم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”اس کے لئے ہمیں باقاعدہ پلاننگ بنانی پڑے گی۔ میرا خیال ہے کہ ہم اعظم خان اور سردار خان کے میک اپ میں اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر وہاں جائیں..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے آپ پلان کریں میری اور فوج کی خدمات حاضر میں.....“ کرنل رستم نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کے بھرے پر گہرے تفکر کے تاثرات نمودار ہو گئے تھے۔

تیز آواز سیور سے نکل کر عمران کے کانوں تک بھی بخوبی پہنچ رہی تھی۔ ”میں سمجھ گیا ہوں سر۔ اب آپ کو کوئی شکایت نہ ہو گی سر۔“ کرنل رستم نے جواب دیا تو دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا۔ کرنل رستم نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے سیور فوجی کے ہاتھ میں دے دیا جو فون اٹھائے کھڑا تھا اور فوجی سیور کریڈل پر رکھ کر تیزی سے واپس مڑ گیا۔

”میں معذرت خواہ ہوں عمران صاحب کہ آپ کو میری وجہ سے یہ ساری کارروائی کرنی پڑی.....“ کرنل رستم نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں۔ بلکہ مجھے جہاری فرض شناسی پسند آتی ہے.....“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو کرنل رستم کے بھرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

”اب آپ حکم دیں آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی.....“ کرنل رستم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اس فیکٹری تک اس طرح پہنچنا ہے کہ وہاں موجود افراد کو آخری لمحے تک یہ شبہ نہ ہو سکے کہ ہم غیر ہیں۔ ورنہ وہ فیکٹری میں موجود افراد کو ہلاک بھی کر سکتے ہیں۔ انہوں نے وہاں انتہائی حفاظتی اقدامات کر رکھے ہیں بقول ان کے پوزی فوج بھی وہاں قبضہ نہیں کر سکتی۔ حتیٰ کہ انہوں نے وہاں انٹی ایئر کرافٹ گنیں تک فٹ کر رکھی ہیں.....“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے

محکم دہائی اس وقت شدید خطرے میں ہے اور..... دوسری طرف
کہا گیا۔

کیا کہہ رہے ہو اعظم خان اور بڑے خان کو بے ہوشی کے عالم میں
فوجی لے آیا گیا ہے کیا مطلب اور فیکٹری کیسے خطرے میں ہے۔
فصل سے بات کرو اور..... محبت خان نے حلق کے بل جھٹکتے
کہا۔

میں تفصیل بتاتا ہوں اسی لئے تو میں نے جان پر کھیل کر تمہیں
گاہ کیا ہے۔ دارالحکومت سے ایک گروپ جس کا تعلق سیکرٹ
روس سے ہے سبہاں را کوش پہنچا ہے۔ انہوں نے بڑے خان کو پکڑ
لیا۔ لیکن اعظم خان کو معلوم ہو گیا۔ انہوں نے فوری کارروائی کرتے
ہوئے اس گروپ کو پکڑ لیا اور ان سے مزید پوچھ گچھ کے لئے اسے
پولیس سپیشل سنٹر میں پہنچا دیا گیا۔ اعظم خان اور بڑے خان وہاں ان
سے پوچھ گچھ کے لئے پہنچے لیکن وہاں اس گروپ کے سرغنہ جس کا نام
اخلی عمران ہے۔ اس نے ان دونوں کو بے ہوش کر دیا اور کسی طرح
ٹرینل رستم کو فون کر دیا۔ کرنل رستم نے ملزنی کے آدمیوں کے
ساتھ پولیس سپیشل سنٹر پر چھاپہ مارا اور وہاں سے اس گروپ کے
آدمیوں کے ساتھ ساتھ اعظم خان اور بڑے خان کو بے ہوشی کے عالم
میں نکال کر یہاں چھافونی لے آئے ہیں۔ پھر اس عمران نے
دارالحکومت کال کیا۔ وہاں سے جنرل اسفند خان نے کرنل رستم کو
نہم دیا ہے کہ وہ اس عمران کے احکامات کی اس طرح تعمیل کرے

میر پر موجود خصوصی ساخت کے ٹرانسمیٹر سے اچانک ٹوں ٹوں کی
تیز آوازیں نکلنے لگیں تو میر کے پیچھے کرسی پر بیٹھا ہوا نوجوان بے اختیار
چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔
”ہیلو ہیلو وہاب کاننگ اور..... ٹرانسمیٹر کا بٹن دبے ہی ایک
بھاری سی آواز سنائی دی تو نوجوان اور زیادہ چونک پڑا۔
”میں محبت خان بول رہا ہوں وہاب۔ کیسے کال کی ہے اور۔
نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”محبت خان میں فوجی چھافونی سے بول رہا ہوں۔ اعظم خان اور
بڑے خان کو بے ہوشی کے عالم میں یہاں لایا گیا ہے میں نے جب
انہیں اس حالت میں دیکھا تو میں بے حد پریشان ہوا۔ میں نے
فوری طور پر ایسے انتظامات کئے کہ مجھے اصل صورت حال کا علم ہو سکے
اور جب مجھے حالات کا علم ہوا تو میں اور زیادہ پریشان ہو گیا ہوں۔

۔ اس کے بعد وہ حالات کو خود ہی سنبھال لیں گے اور ”۔ محبت نے کہا۔

مری ڈیوٹی تھوڑی دیر بعد ختم ہو جائے گی۔ پھر میں کیسے ٹرانسمیٹر لہال کر سکوں گا۔ ویسے بھی فوج کا دست ساتھ ہوگا۔ اس لئے ایسا ناممکن ہے۔ تم ایسا کرو کہ خود اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے بھاؤ۔ اگر کوئی آدمی ہاتھ نہ لگ سکا تو کوئی ثبوت نہ ملے گا۔ پھر بڑا خود ہی سنبھال لے گا۔ اب یہی ہو سکتا ہے۔ آگے تمہاری مرضی کام اطلاق دینی تھی دے دی۔ اور اینڈ آف..... دوسری طرف رہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ محبت خان نے جلدی ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر میز پر رکھی ہوئی ہاتھ سے بچانے والی گھنٹی پر زور سے ہاتھ مارنے لگا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ایک مسلح جوان اندر داخل ہوا۔

زیر کو بلاؤ جلدی فوراً..... محبت خان نے کہا اور نوجوان سر ملاتا واپس چلا گیا۔ محبت خان کے ہونٹ ہچکچہ ہوئے تھے۔ اس کے دے پر پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ بے چینی سے کرسی پر بار و پہلو بدل رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک درمیانی عمر کا بچی اندر داخل ہوا۔

”کیا بات ہے خان۔ بہت پریشان لگ رہے ہو..... آنے والے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ تھوڑا دیر۔ ہمارے لئے ایک پریشان کن اطلاع ہے..... محبت

جیسے جنرل اسفندی کی کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس عمران نے کمر سے مل کر فیکٹری پر قبضہ کرنے کی جو پلاننگ بنائی ہے۔ انتہائی خطرناک ہے۔ اس کے مطابق عمران اپنے دو آدمیوں پر خان اور بڑے خان کا میک اپ کرے گا اور پھر اعظم خان اور خان ان لوگوں کو ساتھ لے کر فیکٹری پہنچیں گے اور اس کے گروپ وہاں قبضہ کرے گا۔ انہوں نے اس پلاننگ پر عمل شروع دیا ہے۔ وہ اس وقت اعظم خان اور بڑے خان کو ہوش میں لاکر سے فیکٹری کے بارے میں پوری تفصیلات معلوم کر رہے ہیں۔ یقین ہے کہ یہ آج ہی فیکٹری پہنچ جائیں گے اور فوج بھی ان کے ہوگی اور..... وہاب نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ تو واقعی انتہائی خطرناک بات ہے۔ لیکن کیا تم خان اور بڑے خان کو وہاں سے کسی طرح رہائی نہیں دلاؤ اور..... محبت خان نے انتہائی حشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں میری پوزیشن کے مطابق ایسا ممکن نہیں ہے ویسے مجھ کو نسل رسم کی وجہ سے وہاں انتہائی سخت حفاظتی انتظامات کئے گئے۔ تم کسی طرح فیکٹری کو ان لوگوں سے بچاؤ۔ جلد میں جو ہو گا وہ جانے گا اور..... وہاب نے تیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم ایسا کرو کہ جب یہ لوگ چھاؤنی سے یہاں کے لئے چلے تو مجھے ایک بار پھر کال کر دینا۔ میں ان کا خاتمہ راستے میں ہی کر دوں گا اور تم کو شش کر کے اعظم خان اور بڑے خان کو چھاؤنی سے قرا

لبرس رستم کو احکامات دے دیئے ہیں اور میں کرنل رستم کو اچھی طرح جانتا ہوں وہ اب بھوت کی طرح اس فیکٹری کے پیچھے لگ جائے گا۔ کب تک اور کہاں تک فوج کو روک سکیں گے..... ذبیر نے استجائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

جہاڑی بات درست ہے لیکن انہیں یہ معلوم ہی نہ ہوگا کہ مجارے پاس ان کی آمد کے بارے میں اطلاع موجود ہے۔ اس لئے وہ ففست میں مار کھیا جائیں گے اور ہم کسی بھی پہاڑی سے ان کی جیسوں پر فائر کھول کر ان کا خاتمہ کر دیں گے..... محبت خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن ان کی موت کے بعد باقی فوج کو کون سنبھالے گا۔ وہ تو پورے راکوش پہاڑی سلسلے پر قیامت برپا کر دیں گے۔ ہم کب تک لڑیں گے..... ذبیر نے جواب دیا۔

”پھر جہاڑا کیا خیال ہے۔ ایسی صورت حال میں کیا کیا جائے۔“ محبت خان نے کہا۔

”ایسی صورت حال میں صرف ایک کام ہو سکتا ہے کہ یہاں موجود فیکٹری۔ اسلحہ۔ بارود اور لیبر کو نکال کر پوائنٹ نوپر شفٹ کر دو۔ بڑی بڑی تمام مشینیں بھی اکٹھا کر لے جاؤ۔ فیکٹری والی جگہ کو یکسر خالی کر دو۔ اگر وہ لوگ یہاں آئیں گے تو یہاں کچھ بھی انہیں نہ ملے گا۔ زیادہ سے زیادہ خالی شیڈز ہوں گے۔ وہ ان کا کیا کریں گے۔ اب وہ پورے جہاڑی علاقے میں تو ہمیں تلاش کرنے سے رہے۔ اور ثبوت نہ ملنے پر

خان نے کہا تو ذبیر میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔

”پریشان کن اطلاع کیا مطلب..... ذبیر کے لہجے میں شہادت ابھرائی تھی۔ محبت خان نے اسے وہ تفصیل بتادی جو ٹرانسمیٹر سے وہاں نے دی تھی۔ تو ذبیر کے ہجرے پر بھی شدید پریشانی کا تاثرات ابھرائے۔

”اوہ واقعی یہ تو انتہائی خطرناک بات ہے۔ سیکرٹ سروس انتہائی خطرناک تنظیم ہوتی ہے..... ذبیر نے پریشان سے لہجے میں کہا۔ میں انہیں راستے میں ہی کہیں ختم کرانا چاہتا ہوں اور اسی میں نے تمہیں بلوایا ہے۔“ محبت خان نے ذبیر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ان کی تعداد کتنی ہوگی..... ذبیر نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ زیادہ سے زیادہ دس افراد ہوں گے..... محبت خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن وہاں نے تو بتایا ہے کہ فوج کا دستہ ساتھ ہوگا..... ذبیر نے کہا۔

”ہاں بتایا تو ہے لیکن پھر کیا کیا جائے۔ اسے بھی تو ساتھ ہی کرانا ہوگا..... محبت خان نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

”دیکھو محبت خان اس معاملے کو استا آسان نہ لو۔ بلکہ اس پر پوری سنجیدگی سے غور کرو۔ تم نے جو تفصیلات بتائی ہیں اس کے مطابق بڑے خان اور اعظم خان دونوں ملٹری چھاونی میں قید ہیں۔ فوج کے اعلیٰ حکام اس عمران کے ساتھ دے رہے ہیں۔ جنرل اسفند نے بھی

فوج خود ہی بڑے خان کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گی۔ اس کے بعد بڑے خان کا پلو واپس ہی بھاری ہو جائے گا اور فوج بھی سہی کھجے گی کم سیکرٹ سروس کی اطلاع غلط ہے۔ وزیر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو محبت خان بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ گڈ تم نے واقعی بہترین ترکیب بتائی ہے۔ اگر ہمیں وقت مل جائے تو ہم لوہے کے بنے ہوئے ان شیلڈز کو بھی کھول کر لے جا سکتے ہیں۔ یہاں صرف جنگل ہی جنگل رہ جائے گا۔“ فیکٹری بعد میں بھی بنائی جا سکتی ہے۔“ محبت خان نے کہا تو زبیر کی آنکھوں میں بھی ہنسنے لگا۔

”تمہیں کتنا وقت چاہئے۔ ان لوہے کے شیز کو کھولنے اور ہوائنٹ لوپر پہنچانے کے لئے۔۔۔“ زبیر نے کہا۔

”اگر ابھی سے فوری کام شروع کر دیا جائے تو چار گھنٹے تو بہر حال لگ ہی جائیں گے۔“ محبت خان نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے میں دس محافظوں کو لے کر کریانیاں پہاڑی پر پہنچ جانا ہوں۔ یہ لوگ ہر صورت میں وہاں سے گزریں گے۔ سپیشل ٹرانسمیٹر ساتھ لے جاؤں گا۔ تم فوری طور پر کام شروع کر دو۔ اگر یہ لوگ شیفنگ سے پہلے کریانیاں پہنچ گئے تو پھر میں ان پر فائر کھول کر انہیں مٹا لوں گا۔ لیکن اگر تم پہلے مکمل شیفنگ کر لو تو مجھے کال کر دینا میں ساتھیوں سمیت خاموشی سے پوائنٹ نو پر پہنچ جاؤں گا۔ پھر وہ جس طرح چاہیں آئیں مارتے پھریں۔ خود ہی ناکام ہو کر واپس لوٹ

فحشیک نے تم جاؤ میں کام شروع کر دیتا ہوں۔ چار گھنٹے تو میں نے زیادہ سے زیادہ کیے ہیں میں کوشش کروں گا کہ پوری قوت سے پھر کر اگر کام دو تین گھنٹوں میں ہی مکمل ہو جائے اور انہیں راکوش سے روانہ ہونے کے بعد کربانی پہنچتے پہنچتے بہر حال دو گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے اس طرف ہم انہیں مکمل طور پر ذبح دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ محبت خان نے کہا۔

خیال رکھنا شفتنگ اس طرح کرنا کہ کوئی کلیو وہاں تک نہ پہنچے
ورنہ یہ سیکرٹ سروس والے ماہر کھوجیں گی طرح جہاز سے سر پر بھی
پتہ چکے ہیں..... ذہن نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اس بات کی تم فکر مت کرو۔ میں معمولی سا کلو بھی نہ چھوڑوں گا۔“ محبت خان نے جواب دیا تو زہرا اپنے گمراہ ہوا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

کوئی فون استعمال ہوتا تھا اور نہ کوئی ٹرانسمیٹر۔ بلکہ جب بھی اعظم خان اور سردار خان کو وہاں جانا ہوتا تھا وہ سرنگ کے دہانے پر پہنچ کر رہو اور سے چھ ہوائی فائر کرتے تھے۔ یہ چھ فائر اس بات کی نشانی ہوتی تھی کہ سرنگ کے دہانے پر اعظم خان یا سردار خان یا دونوں موجود ہیں کیونکہ اس جنگل میں رہو اور کی فائرنگ کی آوازیں دور دور تک گونجتی تھیں اس لئے نسام پہاڑی کی دوسری طرف وادی میں موجود فیکٹری کے لوگ بھی اسے سن لیتے تھے۔ پھر پہاڑی کے اوپر بنے ہوئے مورچوں سے دور بین کی مدد سے انہیں چیک کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد سرنگ کا دہانہ اندر سے کھول دیا جاتا تھا اور محبت خان خود آکر انہیں اندر لے جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اور رابطہ کی کوئی صورت نہ تھی اس بات کو سامنے رکھ کر عمران نے فیکٹری میں داخل ہونے کی پلاننگ بنائی تھی اور چوہان کو سردار خان اور نعمانی کو اعظم خان کا روپ دے دیا تھا۔ ضروری اسلحہ انہوں نے ساتھ لے لیا تھا۔ ویسے عمران نے ملٹری کے خصوصی سنور سے انتہائی زود اثر بے ہوش کر دینے والی وسیع رینج گیس کے مخصوص کیپسول بھی حاصل کر لئے تھے اور عمران کا پروگرام یہی تھا کہ فیکٹری میں پہنچتے ہی اعظم خان اور گرد پہاڑیوں پر موجود حفاظتی مورچوں سے بھی سب کو وہیں فیکٹری میں ہی بلا لے گا۔ اس کے بعد یہ گیس اچانک فائر کر دی جائے گی۔ اس طرح ہر شخص پر آسانی سے قابو پایا جاسکے گا۔ جب سب پر قابو پایا جائے گا پھر کرنل رستم خصوصی ٹرانسمیٹر فوج کو وہاں کال کر لے گا اور فوج کی

پہاڑی سڑک پر وہ بڑی جیسپ تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھیں۔ سڑک خاصی تنگ تھی۔ لیکن اس کے باوجود دونوں جیسپ خاص رفتار سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ سب سے آگے والی جیسپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر کرنل آفتاب تھا جب کہ اس کی سائیڈ سیٹ پر چوہان بیٹھا ہوا تھا جو بڑے خان کے میک اپ میں تھا۔ عقبی سیٹ پر نعمانی اعظم خان کے روپ میں اور اس سے عقبی سیٹوں پر عمران اور کرنل رستم بیٹھے ہوئے تھے۔ کرنل رستم اس وقت عام ڈرائیو میں تھا جب کہ دوسری جیسپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر ٹائیگر تھا۔ سائیڈ سیٹ پر خاور اور عقبی سیٹ پر سدیقی بیٹھا ہوا تھا۔ جیسپ کے پچھلے حصے میں سیاہ رنگ کے دو بڑے بڑے تھیلے پڑے ہوئے تھے۔ عمران نے اعظم خان اور سردار خان دونوں سے جو پوچھ گچھ کی تھی۔ اس کے مطابق فیکٹری کا فل انچارج ایک نوجوان محبت خان تھا۔ وہاں رابطہ کے لئے نہ ہی

ریٹھا اچھل رہا ہوں کہ چہاری شکل انہیں دور سے نظر آ جائے۔
 عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور کرنل رستم سمیت جیپ میں
 موجود سب افراد بے اختیار ہنس پڑے۔

”عمران صاحب اس فیکٹری کے بارے میں آپ کو اطلاع کیسے ملی
 جب کہ ہم یہاں رہتے ہیں ہمیں تو ان تک اس بارے میں علم نہیں ہو
 سکا۔۔۔۔۔ کرنل رستم نے کہا۔

”مجھے تو یہی اطلاع ملی تھی کہ سردار خان کی راکوش پہاڑیوں میں
 بہت سی فیکٹریاں ہیں۔ لیکن یہاں آکر آدم خان سے معلوم ہوا کہ ایک
 ہی فیکٹری ہے۔ عمران نے جواب دیا۔

”بوسنتا بے عمران صاحب کہ آدم خان کو اس فیکٹری کے بارے
 میں سی علم ہو۔ دوسری فیکٹریوں کے بارے میں علم نہ ہو۔۔۔۔۔ اس
 بار اعظم خان کے روپ میں بیٹھے ہوئے نعمانی نے بات کرتے ہوئے
 کہا۔

”نہیں میں نے سردار خان اور اعظم خان سے پوچھ گچھ کی ہے۔ ان
 کی یہی ایک اسلو فیکٹری ہے۔ اسلو پاکیشیا میں فروخت کرنے کی
 بجائے ہمسایہ ملک بھارتستان میں منسلک کر دیتے ہیں وہاں سے انہیں
 اچھی خاصی رقم مل جاتی ہے۔ جہاں تک بچوں کے اغوا کا تعلق ہے۔ یہ
 بچوں کو باقاعدہ دوسرے ممالک میں فروخت کرنے کا سندھ کرتے ہیں
 اور یہ کام بھی بھارتستان کے راستے ہی ہوتا ہے۔ عمران نے
 انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

مدد سے وہاں موجود اعظم خان اور سردار خان کے آدمیوں کو گرفتار کر
 لیا جائے گا اور یہکار میں پکڑے ہوئے افراد کو فوج کی مدد سے وہاں سے
 نکال کر راکوش پہنچا دیا جائے گا۔ اس کے بعد اعظم خان اور سردار خان
 کے خلاف اسلحہ فیکٹری بند کرنے اور لوگوں کو اغوا کر کے ان سے یہکار
 لینے کے جرم میں باقات و مقدمہ قائم کر کے انہیں جیل بھجوا دیا جائے گا
 اس پلاننگ کے باوجود عمران نے انتہائی جدید ترین اسلحے سے ہمراہ
 ہوئے دو بڑے تھیلے دوسری جیپ میں رکھوا دیئے تھے کیونکہ کسی قسم
 کے حالات بھی پیش آ سکتے تھے۔ دونوں جیپیں تیار رفتاری سے آگے
 بڑھی علی جاری تھیں۔

”اس راکوش درے تک پہنچنے میں ہمیں مزید کتنی۔۔۔۔۔ تک جائے
 گی۔۔۔۔۔ عمران نے ڈرائیونگ سیٹ پر موجود کرنل آفتاب سے
 مخاطب ہو کر کہا۔

”کافی لمبا سفر ہے عمران صاحب ابھی ہمیں تھوڑی سی چلے ہوئے
 ایک گھنٹہ گزرا ہے۔ ابھی کم از کم دو گھنٹوں کا مزید سفر موجود
 ہے۔ کرنل آفتاب نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا
 دیا۔

”عمران صاحب ہو سکتا ہے کہ راستے میں بھی ان لوگوں نے کوئی
 مورچہ وغیرہ بنا رکھا ہو ایسے حالات میں ہم پر اچانک فائر بھی کھولا جا
 سکتا ہے۔۔۔۔۔ سائیز سیٹ پر بیٹھے ہوئے چوہان نے کہا۔

”جہیں اسی لئے تو سائیز سیٹ پر بٹھایا ہے اور خود میں عقبی سیٹ

مانیگر نے کہا تو وہ سب چونک کر اس طرف دیکھنے لگے۔ بعد مرنا نیگر کی نظرس جچی ہوئی تھیں اور واقعی ایک بہت بڑی پہاڑی چٹان کے درمیان بنی ہوئی سرنگ کا دہانہ صاف نظر آ رہا تھا۔ سرنگ قدرتی تھی۔ انسانی ہاتھوں کی بنی ہوئی نہ تھی۔

”ہاں یہ واقعی سرنگ کا ہی دہانہ ہے۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور تیزی سے اس دہانے کی طرف بڑھ گیا۔

”تھیلے ساتھ لے لو۔ ہو سکتا ہے ہمارے لئے کوئی خاص جال پکھایا گیا ہو۔۔۔۔۔۔ عمران نے دہانے پر رکتے ہوئے مڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا اور پھر وہ سرنگ کے اندر داخل ہو گیا۔ لیکن یہ طویل سرنگ خالی تھی اور اس سرنگ کے دوسرے دہانے سے ہلکی سی روشنی نظر آ رہی تھی اس سرنگ کو کراس کر کے تھوڑی دیر بعد وہ دوسری طرف وادی میں پہنچ گئے۔ لیکن یہاں دور دور تک جنگل اور بھاریاں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہاں نہ کوئی فیکٹری تھی نہ کوئی مشین اور نہ کوئی آدمی۔

”کیا مطلب یہ فیکٹری کہاں چلی گئی۔۔۔۔۔۔ عمران کے لہجے میں بے حد حیرت تھی۔

”میرا خیال ہے عمران صاحب آپ کو غلط اطلاع ملی ہے یہاں سرے سے کوئی فیکٹری ہی نہ تھی۔۔۔۔۔۔ کرنل رستم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”نہیں کرنل رستم یہاں فیکٹری بہر حال موجود تھی۔ تم ہوا میں بارود کی ہلکی سی محسوس نہیں کر رہے۔ ویسے اس کے نشانات آگے

”یہ انتہائی غیر انسانی دھندہ ہے۔ نہ جانے یہ لوگ اس قسم کا کمرہ دھندہ کیسے کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔ کرنل رستم نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس فیکٹری پر قبضہ ہو جائے۔ پھر اس اعظم خان اور سردار خاص سے ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا جنہیں یہ بچے فروخت کرتے ہیں اور میری کوشش ہوگی کہ ایک ایک بچے کو واپس لایا جائے۔ چاہے وہ کہیں بھی موجود ہو۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور سب نے اس طرح اثبات میں سر ہلائے جیسے وہ عمران کی بات سے پوری طرح مصفق ہوں۔ پھر اس طرح کی مختلف باتوں میں سفر کھٹا چلا گیا۔

”اب ہم درے کے قریب پہنچنے والے ہیں۔۔۔۔۔۔ اچانک کرنل آفتاب نے کہا تو سب ہلکتے ہوئے کمرہ بیٹھ گئے۔

”تم دونوں نے فطری انداز میں اداکاری کرنی ہے سمجھے۔ انہیں تم پر معمولی سا شک بھی نہیں ہونا چاہیے۔۔۔۔۔۔ عمران نے چوہان اور نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا اور ان دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد کرنل آفتاب نے جیب کو سڑک سے اتارا اور ایک طرف روک دیا۔

”یہ نسام پہاڑی ہے سلسلے۔۔۔۔۔۔ کرنل آفتاب نے آہستہ سے کہا اور پھر وہ سب ایک ایک کر کے نیچے اتر آئے۔ ان کے عقب میں دوسری جیب بھی رک گئی تھی اور اس میں موجود افراد بھی نیچے اتر آئے تھے۔

”ارے یہ کیا۔ یہ سرنگ کا دہانہ تو کھلا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔ اچانک

ایک بڑی اور وسیع ہال منار میں اس وقت تین سو کے قریب انسان بکے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں سے زیادہ تعداد بارہ سے اٹھارہ بیس سال کے نرکوں کی تھی۔ جب کہ باقی نوجوان تھے۔ وہ سب جسمانی طور پر ڈھانچے ہی نظر آ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر شدید خوف کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ سب بکے ہوئے بیٹھے تھے۔ غار کا دہانہ باہر سے بڑی پتھان سے بند کر دیا گیا تھا۔ اس دہانے کے قریب ہی ایک نوجوان آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی عمر کے دو اور آدمی بھی موجود تھے۔

”یہ ہمیں اس طرح اچانک یہاں کیوں لایا گیا ہے مراد۔ ایک آدمی نے اس نوجوان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”میں نے جو کچھ سنا ہے اس کے مطابق فیکٹری پر فوج کے چھاپے کا خطرہ تھا اس لئے محبت خان نے وہاں سے فیکٹری ہی شفٹ کر دی

”اب واپس جانا ہو گا۔ اب اس سردار خان اور اعظم خان سے معلوم ہو سکے گا کہ فیکٹری کو اس طرح شفٹ کرنے کے بعد وہ کہا لے جاسکتے ہیں۔“ عمران نے کہا اور واپس سرنگ کے دہانے طرف مڑ گیا۔ اس کے چہرے پر شدید الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب ایک بار پھر جیسوں پر سوار واپس چھاؤنی کی طرف جا رہے تھے لیکن اب ان سب کے چہرے سے ہوتے ہوئے تھے۔ خاص طور عمران کی حالت دیکھنے والی تھی۔ کیونکہ ایک لحاظ سے اس کا سارا مشق ہی بیکسر ناکام ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی فراخ پیشانی پر شکنوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ دونوں جیسوں خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھیں کہ اچانک انہیں دور سے کسی کے چپخنے کی آواز سنائی دی۔ انسانی چیخ تھی۔ آواز سرنگ کی سائیڈ پر موجود ایک اونچی پہاڑی کی چوٹی سے آ رہی تھی۔

”رک جاؤ۔ خدا کے لئے رک جاؤ۔“ اچانک وہی انسانی نو سنائی دی اور عمران نے کرنل آفتاب کو جیپ روکنے کے لئے کہہ دیا۔ چند لمحوں بعد دونوں جیسوں ایک سائیڈ پر رک گئیں اور عمران کے ساتھ باقی ساتھی تیزی سے نیچے اترے۔ لیکن اب کوئی آواز سنائی دے رہی تھی اور نہ ہی کوئی انسان نظر آ رہا تھا۔

”ٹائیگر اور صدیقی اوپر جا کر چیک کرو جلدی کرو۔“ عمران نے کہا اور ٹائیگر اور صدیقی دونوں تیزی سے دوڑتے ہوئے اس پہاڑی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

یہ سر ملا دینے اور پھر وہ دونوں واپس مڑ کر غار سے باہر چلے گئے۔ بلکہ
نہ گھر گزرا نہ کسی کی آواز ابھری اور وہاں پتھان سلسلے آجانے کی وجہ سے بند
و گیا۔

”ہمیں فوج تک ضرور کسی نہ کسی طرح پیغام پہنچانا چاہیے۔
نہ۔۔۔ اچانک مراد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن فقرہ ادھورا چھوڑ کر
یہ خاموش ہو گیا۔

”کیسے۔۔۔ جہارے ذہن میں یہ خیال کیسے آیا۔۔۔ ساتھ بیٹھے
وئے عطفان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تپہ نہیں۔ اچانک کیوں یہ بات خود بخود میرے ذہن میں آگئی
تپہ۔ لیکن ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ حد درجہ قالم ہیں اور ان
کے آدمی باہر یقیناً موجود ہوں گے۔۔۔ مراد نے کہا۔

”جہاری بات نے مجھے بھی سوچنے پر مجبور کر دیا ہے مراد۔ اس بے
جی کی زندگی سے تو بہتر ہے کہ آدمی مر ہی جائے۔۔۔ عطفان نے
بے ہوش جھباتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہے تو ایسا لیکن۔۔۔ مراد نے بڑے بے بسی سے لہجے میں
کہا۔

”میں وہ کام نہیں ہوں مراد۔ اس لئے بھاگ نہیں سکتا۔ جب کہ
تم بہر حال مجھ سے زیادہ صحت مند ہو۔ اگر تم بہت کر دو تو ہو سکتا ہے
کہ قسمت ہم پر مہربان ہو جائے۔۔۔ عطفان نے چند لمحے خاموش
بننے کے بعد کہا۔

ہے۔۔۔ اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ایک بار پہلے بھی ہمیں یہاں لایا گیا تھا اور ہمیں تین روز
بھوکا رکھا گیا تھا۔ اب بھی یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ لیکن اب تو ہماری حالت
پہلے سے زیادہ خستہ ہو رہی ہے۔ اب تو ہم زندہ نہ بچ سکیں گے۔
تیسرے آدمی نے کہا۔

”اب ہم کون سے زندہ ہیں عطفان۔ ہماری حالت تو مردوں
بھی بدتر ہے۔ اس سے تو موت آجائے تو زیادہ اچھا ہے۔ مراد نے
اتہائی مایوسانہ لہجے میں کہا اور باقی افراد نے اثبات میں سر ہلا دینے۔
اسی لمحے وہاں پر موجود پتھان بیٹے کی آواز سنائی دی تو وہ سب یکجہت
مزید کہم سے گئے۔ دوسرے لمحے دھماکے سے دو آدمی اندر آئے۔ ان
میں سے ایک کے ہاتھ میں مشین گن اور دوسرے کے ہاتھ میں
خوفناک کوڑا تھا۔

”سنو تم میں سے کسی کی آواز غار سے باہر گئی تو اس کی ہڈیاں تو
دی جائیں گی۔۔۔ گھجے۔۔۔ کوڑے بردار نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے
کوڑے کو ہوا میں پھنکاتے ہوئے کہا اور غار میں موجود سب افراد نے
میکا کی انداز میں اثبات میں سر ہلا دیئے۔

”باہر کچھ بھی ہو جائے۔ کیسی ہی آوازیں تمہیں سنائی دیں۔ لیکن
تمہارے حلق سے معمولی سی آواز بھی نہیں نکلنی چاہئے۔ سن لیا تم
نے۔۔۔ کوڑے بردار نے ایک بار پھر کوڑے کو پھنکاتے ہوئے
کہا کہ اگر لہجے میں کہا اور ایک بار پھر سب نے پہلے کی طرح میکا کی انداز

لہن کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دہانے پر پڑے ہوئے ایک بڑے سے لہر کو اٹھایا جس کی ایک سائیز پر نوک تھی۔ اس نے یہ نوک دہانے پر چٹان کے درمیان رخنے میں پھنسنائی اور پھر اسے پوری قوت سے سائیز میں دہانے لگا۔ اس کے ایسا کرتے ہی ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور چٹان تھوڑا سا نیچے کی طرف ہٹ گئی۔

”نکل جاؤ۔ دہانے اس سے زیادہ نہ کھل سکے گا۔ خدا تمہاری حفاظت کرے گا۔“ الطاف نے بھینچے بھینچے لہجے میں کہا تو مراد کسی چھپکلی کی طرح رہنگتا ہوا اس سوراخ میں سے گھسٹ کر باہر نکل گیا۔ باہر اونچی اونچی جھڑیاں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں مراد پہلے تو سانس روکے وہیں پڑا دھرا دھرا دیکھتا رہا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ جھڑیوں کی آڑ لیتا ہوا آگے کی طرف رہنگتا چلا گیا۔ اسے وہ راستہ معلوم تھا جس راستے سے انہیں جہاں تک لایا گیا تھا۔ وہ مسلسل رہنگتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ انہیں فید کرنے والے شاید ان کی طرف سے پوری طرح مطمئن تھے۔ اس لئے انہوں نے یہاں پہرے کی طرف توجہ نہ دی تھی۔ کافی دور آنے کے بعد مراد اٹھا اور پھر اس نے بے تحاشا انداز میں دوڑنا شروع کر دیا۔ لیکن چونکہ جسمانی طور پر وہ خاصا کمزور تھا اس لئے جلد ہی ہانپنے لگا۔ تو اس نے تیز دوڑنا بند کر دیا۔ وہ اسی راستے پر جا رہا تھا جہاں سے انہیں لایا گیا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ وہاں پہنچ گیا جہاں پہلے فیکٹری تھی لیکن وہ جگہ خالی تھی۔ وہ سرنگ سے ہوتا ہوا باہر سڑک پر آیا تو اسے دور سے دو جیپیں جاتی ہوئی دکھائی دیں لیکن دونوں جیپیں سڑک کا

لیکن کس طرح چٹان کی وجہ سے راستہ تو بند ہے۔۔۔۔۔ مراد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اگر تم کہو تو میں اس چٹان کو اس حد تک کھول سکتا ہوں کہ تم باہر نکل جاؤ۔“ الطاف نے کہا تو مراد چونک کر اٹھ کھڑا ہوا اور قہر میں موجود سب افراد چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

”تم تیار ہو۔ سوچ لو اگر تم ان کے ہاتھ لگتے تو پھر جہاری ایک بھی ہڈی سلامت نہ رہے گی۔“ الطاف نے کہا۔

”میں تیار ہوں الطاف۔ اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ چاہے مجھے موت ہی کیوں نہ آجائے میں بہر حال یہاں سے ضرور نکلوں گا۔“ مراد تو یہاں بھی آہی جانے لگا۔۔۔۔۔ مراد نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

”ایک اور وعدہ بھی کر دو کہ تم صرف اپنی ذات کو نہیں بچاؤ گے بلکہ ہمیں بچانے کے لئے بھی کام کرو گے۔“ الطاف نے کہا تو مراد نے فوراً ہی وعدہ کر لیا۔

”سنو مراد فرار ہو رہا ہے تاکہ فوج کی مدد حاصل کر کے ہم سب کو ان درندوں کے چنگل سے چھڑوائے۔ اول تو مراد کی عدم موجودگی کا کسی کو علم نہ ہو سکے گا۔ لیکن اگر ہو جائے تو تم میں سے کسی نے نہیں بتانا کہ اسے کس نے فرار کرایا ہے۔“ الطاف نے غار میں موجود سب افراد سے مخاطب ہو کر کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

”آؤ میرے ساتھ۔“ الطاف نے کہا اور غار کے دہانے پر موجود

وہ تیزی سے نیچے اترنے ہی لگا تھا کہ یکٹ وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔
کیونکہ جیسوں سے اترنے والے افراد میں سے اس نے بڑے خان اور
اعظم خان کو بھی اترتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

”اُوہ اُدا یا یہ میں نے کیا کر دیا۔ یہ تو بڑے درندے ہیں۔“ مراد
نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا اور تیزی سے دوڑتا ہوا قریب ہی ایک غار
میں جا کر چھپ گیا۔ اس کا دل اس قدر تیزی سے دھڑک رہا تھا جیسے
ابھی سینہ بھڑا کر باہر آجائے گا خوف کی وجہ سے اس کی آنکھیں باہر کو
اُبل آئی تھیں لیکن یہاں معاملہ ایسا تھا کہ وہ بھاگ نہ سکتا تھا۔ اسے
معلوم تھا کہ بڑے خان کے ساتھی لامحالہ اسے تلاش کریں گے اور اگر
اس نے بھاگنے کی کوشش کی تو بہر حال وہ انہیں نظر آجائے گا۔ جب
کہ اس غار میں چھپ کر شاید وہ انہیں نظر نہ آئے اور وہ اسے تلاش
کرنے میں ناکام رہ کر واپس چلے جائیں۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اس نے
غار سے باہر دو آدمیوں کے قدموں کی آوازیں سنیں تو وہ بے اختیار
ہم کر غار کی دیوار سے جٹ گیا۔

”تم جو کوئی بھی ہو باہر آ جاؤ۔ ورنہ ہم غار میں بم بھینک دیں
گے۔“..... باہر سے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”م۔ م۔ مجھے معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو۔“..... مراد نے
ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا اور غار سے باہر آ کر وہ زمین پر اوندھے منہ
لیٹ سا گیا۔

”کو، ہو تم..... ان میں سے ایک نے جھٹک کر اس کا بازو پکڑ

سوز مڑ کر اس کی نظروں سے غائب ہو گئیں۔

”اوہ ان جیسوں کو روکنا چاہیے۔ ان کی مدد سے میں شہر پہنچ سکتا
ہوں۔ ورنہ اگر ان لوگوں کو میرے قرار کا علم ہو گیا تو وہ پورے
راکوش میں اپنے آدمیوں کو اطلاع کر دیں گے اور پھر میں کسی چوہے
کی طرح پکڑا جاؤں گا۔“ مراد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے
ساتھ ہی اس نے تیزی سے پہاڑی پر چڑھنا شروع کر دیا۔ کافی بلندی پر
پہنچ کر وہ اپنی پوری قوت سے دوڑنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ پہاڑی
سڑک گھوم کر اس پہاڑی کی دوسری طرف سے ہی گزرتی ہے اس لئے
جیسیں چکر کاٹ کر اس طرف ہی آئیں گی۔ اس لئے اسے امید تھی کہ وہ
بہر حال ان جیسوں کے دباں تک پہنچنے تک پہاڑی کے اس طرف پہنچ
جائے گا۔ اس کا خیال ہو جانے کا اور وہی ہوا تھوڑی دیر بعد وہ جب پہاڑی
کی دوسری طرف پہنچا تو اس نے دونوں جیسوں کو تیزی سے آتے ہوئے
دیکھا۔ اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں روکنے کے لئے
دوڑنا چاہا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کا پتہ ایک پتھان سے پھسلا اور اس
کے حلق سے خود بخود ایک تہ تیغ نکل گئی۔ لیکن شکر ہے کہ وہ گہرائی
میں نہ گرا تھا اور فوراً ہی سنبھل گیا تھا۔ لیکن جب تک وہ سنبھلتا
جیسیں وہاں سے گزر گئی تھیں۔

”رک جاؤ خدا کے لئے رک جاؤ۔“..... مراد نے اپنے آپ کو
سنبھالتے ہوئے اپنی پوری قوت سے چلتے ہوئے کہا اور پھر اس کا دل
بلیوں اچھل پڑا۔ جب اس نے ان دونوں جیسوں کو رکتے ہوئے دیکھا۔

نے اعظم خان اور بڑا خان صاف دکھائی دینے لگے اور اسے یقین ہو
 اب وہ کسی بھی صورت میں عبرت ناک موت سے نہیں بچ سکتا
 خوف کی شدت سے اس کا ذہن لکھت تار یک ہوتا چلا گیا۔ وہ خوف
 اجنبی شدت کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا تھا۔

کر اسے اٹھاتے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا۔
 "مم۔ مم۔ مجھے چھوڑ دو۔ تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ مجھے چھوڑ دو
 تو بڑے خان کا غلام ہوں۔ مجھے چھوڑ دو۔ معاف کر دو۔" مراد نے
 ہڈیانی انداز میں کہا۔ اس کا ذہن خوف کی شدت سے واقعی ماؤف سا
 کر رہ گیا تھا۔

"اوہ تو تم بڑے خان سے ڈر رہے ہو۔ کیا تمہارا تعلق اسلحہ فیکٹری
 سے تھا۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں ہاں مجھے معاف کر دو۔ مجھے چھوڑ دو میں مر جاؤں گا۔ خدا کے
 لئے مجھے چھوڑ دو۔" مراد نے گھگھکیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گھبراؤ نہیں ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں دوست ہیں آؤ ہمارے
 ساتھ۔" ایک آدمی نے کہا۔

"مم۔ مم مگر اعظم خان اور بڑا خان۔ وہ۔ وہ تو میری بونیاں اڑا
 دیں گے۔" مراد نے چختے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں کہیں گے وہ تمہیں آؤ ہمارے ساتھ۔" دوسرے آدمی
 نے کہا اور اس نے اس کا دوسرا بازو پکڑ لیا۔

"نہیں نہیں وہ مجھے مار ڈالیں گے وہ میری بونیاں اڑا دیں گے مجھ پر
 رحم کرو۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو مجھے چھوڑ دو۔" مراد نے

لاشعوری طور پر ان کی گرفت میں پھلتے ہوئے اور روتے ہوئے کہا۔
 لیکن وہ دونوں اسے دونوں بازوؤں سے پکڑے ہباڑی سے نیچے لے گئے

اب مراد کو سڑک پر موجود دونوں جیپیں اور ان کے سامنے کھڑے

اس کی حالت تو بے حد غراب ہے۔ اوہ اوہ یقیناً اس کا تعلق اسلحہ سے ہوگا۔ اس کے لباس پر بارود کے نشانات موجود ہیں۔“
 نے اس پر جھٹکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اس آدمی کا منہ اور دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم پر کت کے تاثرات نمودار ہوئے تو عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

جیب سے پانی کی بوتل نکالو..... عمران نے ٹانگیں سے کہا اور جیب کی طرف بڑھ گیا۔ اس آدمی نے چند لمحوں بعد آنکھیں کھولیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر ایک بار پھر انتہائی خوف اثرات ابھرائے۔

م۔ م۔ مجھے مت مارو۔ مجھے معاف کر دو۔ تمہیں تمہارے خدا کا مجھے مت مارو..... اس آدمی نے ہوش میں آتے ہی بجلی کی سی سے اٹھ کر چوہان کے جو بڑا خان بنا ہوا تھا پیر پکڑ لئے۔ اس کی اس قدر خست ہو رہی تھی کہ عمران کے ساتھ ساتھ باقی سب نے اس کے چہرے پر شدید افسوس کے تاثرات ابھرائے تھے۔

م۔ دوست ہیں۔ ڈرو نہیں۔ ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔“
 نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے انتہائی نرم لہجے میں کہا
 نے ٹانگیں پانی کی بوتل اس کی طرف بڑھادی۔

پانی پی لو۔ تمہاری حالت سنبھل جائے گی۔ حوصلہ کرو تم میں ہو دشمنوں میں نہیں ہو..... عمران نے اس کی پشت کو

”یہ کسے اس طرح اٹھائے لئے آ رہے ہیں کون ہے یہ.....؟“
 نے اوپر دیکھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ کیونکہ اس نے تھا کہ ٹانگیں اور صدیقی ایک آدمی کے دونوں بازو پکڑے اسے لحاظ سے اٹھائے نیچے آ رہے تھے اور وہ ان کی گرفت میں بری طرح رہا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ نیچے سڑک تک پہنچتے اس آدمی کا یکھٹ ڈھیلا پڑ گیا اور ٹانگیں نے اسے اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹانگیں اسے اٹھائے نیچے سڑک پر گیا۔

”کون ہے یہ..... عمران نے پوچھا۔

”یہ ایک غار میں چھپا ہوا تھا۔ انتہائی خوفزدہ ہے۔ کہہ رہا ہے اعظم خان اور بڑا خان اسے عبرتاک موت ماریں گے.....“
 نے کہا اور اسی لمحے ٹانگیں نے اسے کاندھے سے اتار کر نیچے سڑک پر

ابو نے کہا اور دوسرے لمحے وہ سڑک پر ہی سجدے میں کر گیا۔
 ”اب اسے پانی دو نا سیکر اب یہ کچھ سنبھل گیا ہے.....“ عمران نے

”بب بب بڑے خان نہیں ہو۔ کیا۔ کیا مطلب“..... اس قوم

مسکراتے ہوئے ٹائیگر سے کہا جس نے سڑک پر گرنے والی پانی کی بوتل اٹھالی تھی۔ چونکہ بوتل پلاسٹک کی تھی اس لئے ٹوٹی نہ تھی۔

”یہ لو پانی چلو“ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر اسے سجدے سے اٹھاتے ہوئے کہا اور اس بار اس آدمی نے دونوں ہاتھوں سے پانی کی بوتل پکڑی اور اسے منہ سے لگالیا۔ وہ اس طرح غناغٹ پانی پئے چلا جا رہا تھا جیسے صدیوں سے پیسا ہو۔

”اوہ خدا یا تیرا شکر ہے“ اس آدمی نے بوتل منہ سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ اب اس کے چہرے پر خوف کی بجائے گہرے اطمینان کے تاثرات نمودار ہو گئے تھے۔

”تمہارا نام کیا ہے“ عمران نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”میرا نام مراد ہے۔ میں دارالحکومت میں سوشل ویلفیئر آفیسر تھا۔ میں نے ایک بردہ فروش گروہ کی مخبری کی تو مجھے انکار کے یہاں بڑے خان اور اعظم خان کے سامنے پیش کیا گیا۔ جہاں مجھے بہت بری طرح زدوکوب کیا گیا۔ میں ذبیح تھا یا میری زندگی باقی تھی کہ میں پھر بھی مرنے سے بچ گیا تو انہوں نے مجھے اسلحہ ساز فیکٹری میں بھیج دیا وہاں تین سو کے قریب افراد اور ہیں۔ ان میں دو سو کے قریب دس بارہ سالوں سے اٹھارہ بیس سال کے لڑکے ہیں۔ باقی جوان اور بڑی عمر کے ہیں۔ ہم سے دن رات ریگولی جاتی تھی۔ ہمیں کھانے کو بہت تھوڑا دیا جاتا تھا۔ ہمیں ڈرایا دھمکایا جاتا تھا۔ بعض اوقات بغیر کسی وجہ کے بچوں کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ چار پانچ گھنٹے پہلے

نی بات ہے کہ فیکٹری کے انچارج محبت خان نے فیکٹری اکھاڑنے کا حکم دیا اور پھر وہ سب کچھ لے کر کچھ دور ایک پہاڑی میں پہنچ گئے جہاں جی بڑی غاریں ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی غار میں اسلحہ بارود اور مشینری رکھی گئی ہے اور دوسری بڑی غار میں ہم تین سو افراد کو بھیڑ بھریوں کی طرح قید کر دیا گیا ہے ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ فوج کے چھاپے کی وجہ سے فیکٹری اکھاڑی گئی ہے۔ کئی سال پہلے بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ میرے ساتھیوں نے کہا کہ یہ موقع ہے۔ میں فرار ہو کر اگر فوج تک پہنچ جاؤں تو شاید ان کی رہائی کی کوئی صورت نکل آئے۔ میں حیار ہو گیا۔ میرے ساتھیوں نے مجھے اس غار سے نکال دیا۔ وہ لوگ مطمئن تھے۔ اس لئے وہاں باہر کوئی پہرہ نہ تھا۔ میں وہاں سے پہلے اس جگہ پہنچا جہاں فیکٹری تھی وہاں سے سڑک پر میں نے ان دونوں جیسوں کو جاتے ہوئے دیکھا تو انہیں روکنے کے لئے میں پہاڑی پر چڑھ کر دوسری طرف گیا۔ میں نے آواز دی جیسیں رک گئیں۔ میں خوش ہو گیا لیکن جب میں نے جیسوں سے اعظم خان اور بڑے خان کو نکلنے دیکھا تو میری روح فنا ہو گئی۔ میں خوف کے مارے ایک غار میں چھپ گیا وہاں سے مجھے پکڑ کر یہاں لے آیا گیا ہے“..... مراد نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ہاں تم واقعی مراد ہو۔ تمہاری بیوی اور بچے سے میں مل چکا ہوں اور تمہاری تلاش کے چکر میں یہ سارا کس شروء ہوا۔ میں نے تمہارا نوٹ دیکھا تھا۔ لیکن تمہاری حالت اس قدر بدل چکی ہے کہ میں تمہیں

بہجان نہیں سکا۔ صرف استاحساس ہوا تھا کہ میں نے ہمیں پہلے کہیں دیکھا ہے۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ تم زندہ سلامت ہو۔ تمہاری بیوی اور تمہارے بیٹے کے لئے یہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی خوشخبری ہوگی۔ لیکن تمہارے ساتھ جو لڑکے اور لوگ قید ہیں۔ ان کے لواحقین بھی اسی طرح ان کی راہ دیکھ رہے ہوں گے جس طرح تمہاری بیوی اور تمہارا بچہ تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں اس لئے اب تم نے ہماری اس طرح مدد کرنی ہے کہ ہم ان سب کو صحیح سلامت ان کی قید سے رہا کر اسکیں۔ عمران نے کہا تو مراد کے چہرے پر انتہائی مسرت کے تاثرات ابھرائے۔

”بالکل۔ میں بالکل تمہاری مدد کروں گا۔ لیکن وہ لوگ بے حد ظالم ہیں۔ اگر انہیں ذرا بھی شب پڑ گیا تو وہ سب کو ہلاک کر کے اور سب کچھ تباہ کر کے بہاڑوں میں غائب ہو جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ اب تک انہیں میرے فرار کا بھی علم ہو گیا ہو۔ اور وہ مجھے تلاش کر رہے ہوں۔ وہ یہاں پہنچ جائیں گے وہ انتہائی ہوشیار اور باخبر لوگ ہیں۔۔۔۔۔ مراد نے ایک بار بھر ہنسے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کر نل آفتاب آپ اس پورے علاقے سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اس لئے اس بہاڑی کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر لیں تاکہ ان لوگوں کو پکڑا جاسکے۔ عمران نے کر نل آفتاب سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میرا خیال ہے میں فوج کا دستہ طلب کر لوں اس طرح ہمیں اپنے

کام میں آسانی ہو جائے گی۔۔۔۔۔ کر نل رستم نے کہا۔

”نہیں کر نل۔ فوج جہاں پہنچی تو انہیں فوراً خبر ہو جائے گی اور پھر یہ لوگ واقعی اپنا ہر نشان مٹا ڈالیں گے۔ پھر ہمیں وہاں سے ان مظلوم قیدیوں کی صرف لاشوں کے ٹکڑے ہی ملیں گے۔ مجھے اسلحہ فیکٹری کی مشینری یا اسلحہ بارود سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان بے کس اور مجبور قیدیوں کو زندہ سلامت ان بھڑیوں کے ہاتھوں سے رہائی دلا سکوں۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے پر عزم لہجے میں کہا۔

”لیکن وہ لوگ ہوشیار بھی ہوں گے اور مسلح بھی۔۔۔۔۔ کر نل رستم نے کہا۔

”آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور کر نل آفتاب مراد سے گفتگو میں مصروف تھا۔

”میں نے معلوم کر لیا ہے۔ نسیم بہاڑی سے جنوب کی طرف تقریباً دو کلو میٹر کے فاصلے پر ایک اور بہاڑی ہے نانگرہ۔ اس بہاڑی میں یہ غاریں ہیں۔ لیکن وہ علاقہ بے حد دشوار گزار ہے اور سامنے سے جانے پر انہیں دور سے ہی تپہ چل جائے گا۔۔۔۔۔ کر نل آفتاب نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہم عقبی طرف سے نہیں جاسکتے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”نہیں عقبی طرف سے بہاڑی بالکل عمودی ہے۔۔۔۔۔ کر نل آفتاب نے جواب دیا۔

”اور کوئی راستہ۔۔۔۔۔ عمران نے ہومٹ جباتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں سوائے سامنے کے رخ جانے کے اور کوئی راستہ نہیں ہے..... کرنل آفتاب نے جواب دیا۔

”اوکے ٹائیکر جیب کے نیچے بڑے ہوئے بیگ میں سے میک اپ باکس نکالو۔ میں مراد کا میک اپ کر کے وہاں جاؤں گا۔ تم لوگ اس جگہ رکو گے جہاں پہلے یہ فیکٹری تھی۔ سپیشل ٹرانسمیٹر پر میں جب کال کروں تو آپ لوگ وہاں پہنچ جائیں..... عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب کیا آپ اکیلے جائیں گے..... کرنل رستم اور کرنل آفتاب دونوں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں یہ ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انہیں مراد کے فرار کی خبر اب تک ہو چکی ہوگی اور وہ اسے تلاش کر رہے ہوں گے۔ اس لئے جب میں وہاں جاؤں گا تو وہ مجھے پکڑ لیں گے۔ اس کے بعد میں کوشش کروں گا کہ وہ مجھے اپنے ٹھکانے پر لے جائیں۔ پھر سب اوکے ہو جائے گا..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا لباس اتار اور پھر مراد کا لباس اتار کر اس نے خود پہنا اور اپنا لباس مراد کو پہنا کر اس نے ایک پتھان کی اوٹ میں اپنے بچے پر مراد کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔

”کمال ہے۔ تم۔ تم تو واقعی جادوگر ہو..... کرنل رستم اور کرنل آفتاب نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ مراد بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھ رہا تھا۔

”دعا کریں کہ یہ جادوگری آگے بھی کام آجائے..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اپنے لباس سے نکالی ہوئی چیزیں جو اس نے پہلے ایک طرف رکھ دی تھیں اٹھا اٹھا کر اس لباس کی جیبوں میں ڈالنا شروع کر دیں جو اس نے پہن رکھا تھا۔ پھر کرنل آفتاب اور مراد سے راستے کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر کے وہ تیزی سے دوڑتا ہوا پہاڑی کے اوپر چڑھنے لگا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ سڑک کے راستے جانے کی بجائے وہ پہاڑی کے اوپر سے ہو کر ان لوگوں کی طرف جائے گا۔ تاکہ انہیں کسی قسم کا شک نہ ہو سکے۔

جائیں گے۔ انہیں وہاں نگرین مارنے دو۔ خود ہی نگرین مار کر واپس چلے جائیں گے۔..... محبت خان نے جواب دیا۔

”میرا خیال ہے سردار کہ ہمیں کم از کم دو آدمیوں کو سلسلے کی پہاڑیوں پر ضرور بھیجنا چاہئے۔ تاکہ اگر وہ ادھر آ رہے ہوں تو کم از کم ہمیں ان کے متعلق پیشگی اطلاع تو مل جائے۔..... ایک اور آدمی نے کہا۔

”ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ رحمت اور احمد خان دونوں باہر جاؤ اور اوپر چوٹی پر ایسی جگہ چسپ جاؤ جہاں سے تم ہر طرف نگاہ رکھ سکو۔ اگر کوئی مشکوک بات ہو تو ایک آدمی فوراً ہمیں اگر اطلاع دے دے۔“ محبت خان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی محافظوں میں سے دو آدمی اٹھے اور تیز تیز قدم اٹھاتے غار سے باہر نکل گئے۔

”ان لوگوں کو کھانے کے لئے آج کیا دیا جائے گا۔ سب کچھ تو پیک ہو چکا ہے۔..... چند لمحوں بعد زبیر نے کہا۔

”لعنت بھٹو ان پر۔ ایک رات میں یہ سر نہیں جائیں گے اور سر بھی گئے تو کیا ہو گا۔ ان کی جگہ دوسرے لوگ آجائیں گے۔ پہلے یہ خطرہ تو دور ہو۔..... محبت خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم سیکرٹ سروس سے بے حد خوفزدہ ہو گئے ہو محبت خان پہلے تو میں نے جہادی ایسی کوئی کیفیت نہیں دیکھی تھی۔..... زبیر نے کہا۔

”محبت خان خوفزدہ نہیں ہو سکتا زبیر۔ لیکن میں محتاط ضرور ہو گیا ہوں۔ کیونکہ میں چار سال تک ملٹری انٹیلی جنس میں کام کرتا رہا ہوں

”ہم کب تک یہاں رہیں گے محبت خان۔..... زبیر نے محبت خان سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ دونوں ایک غار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ بیس کے قریب محافظ بھی تھے۔

”جہاد کیا مطلب ہے۔ کیا ہم واپس چلے جائیں۔..... محبت خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ بلکہ میرا مطلب ہے کہ ہمیں یہاں چسپ کر بیٹھنے کی بجائے اپنے آدمی وہاں بھیجنے چاہیں تاکہ معلوم تو ہو سکے کہ وہ لوگ وہاں پہنچے بھی یا نہیں۔ اگر پہنچے ہیں تو ان کا رد عمل کیا ہے۔..... زبیر نے جواب دیا۔

”نہیں ان لوگوں کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے۔ اگر ہمارا ایک آدمی بھی ان کی نظروں پر چڑھ گیا تو پھر وہ یہاں ہمارے سروں پر پہنچ

سرنگ پر اس کا پیر نہ آئے گا۔ ظاہر ہے وہ بہت سے آدمی ہوں گے۔ اس لئے لاحالہ ان میں سے کسی ایک کا پیر لازماً اس پر پڑے گا۔..... محبت خان نے کہا تو زیر بے اختیار ہنس پڑا۔

”اب تم جیسی عقل تو میرے پاس نہیں ہے محبت خان اسی وجہ سے تو تمہیں اس فیکٹری کا انچارج بنایا گیا ہے۔.....“ زیر نے قدرے خوشامدانہ لہجے میں کہا اور محبت خان بھی ہنس دیا۔ لیکن پھر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی۔ باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں تو وہ سب بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر محبت خان تیزی سے غار کے دہانے سے باہر آگیا۔ آنے والا احمد خان تھا جسے انہوں نے پہرے پر بھیجا تھا۔

”سردار سردار۔ وہ مراد فراد ہو گیا تھا۔ رحمت نے اسے پکڑ لیا ہے۔.....“ احمد خان نے تیز لہجے میں کہا۔

”مراد فراد ہو گیا۔ کیا مطلب وہ تو اس غار میں قید تھا۔ وہاں سے کیسے فرار ہو گیا۔.....“ محبت خان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ فرار ہو گیا ہے سردار۔ رحمت نے اچانک اس کی ایک جھلک دیکھ لی۔ وہ ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ رہا تھا پھر میں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ ہم نے بڑی مشکل سے اسے گھیر کر پکڑا ہے سردار بڑی مشکل سے۔ رحمت اسے لے آ رہا ہے۔.....“ احمد خان نے کہا تو محبت خان کے ہجرے پر شدید غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

”اوہ اوہ میں اس کی بونیاں اڑا دوں گا۔ لیکن یہ فرار کیسے ہوا۔ لازماً

مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ کس قدر خطرناک ہوتے ہیں۔.....“ محبت خان نے تلخ لہجے میں کہا۔

”اگر فرض کیا یہ اچانک جہاں پہنچ جاتے ہیں تو پھر تم نے کیا احتیاطی تدابیر کی ہیں۔.....“ زیر نے جلد لکھے خاموش رہنے کے بعد کہ تو محبت خان بے اختیار مسکرا دیا۔

”تو جہاد کیا خیال ہے میں ویسے ہی جہاں آکر بیٹھ گیا ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ جہاں کسی کے پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ وہی راستہ جہاں سے ہم آئے ہیں۔ میں نے راستہ میرا خاص خاص جگہوں پر ایسی بارودی سرنگیں دبا دی ہیں کہ اگر کوئی ادم آیا تو یقیناً ان میں سے کوئی نہ کوئی پھٹ جائے گی۔ اس طرح ایک تو کم از کم ان کا ایک آدمی تو بہر حال ہلاک ہو جائے گا۔ دوسرا دھماکہ کی آواز سننے ہم ہوشیار ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہم سب اوپر پہاڑی پہ چڑھ جائیں گے۔ پھر چاہے جہاں پوری فوج ہی کیوں نہ آجائے۔ ان میں سے ایک بھی بچ کر نہ جاسکے گا۔.....“ محبت خان نے جواب دیا۔

”لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ کسی نہ کسی کا پیر بارودی سرنگ پڑا بھی جائے گا۔.....“ زیر نے کہا۔

”ایک تو تم جیسا احمق آدمی پہلے میری نظروں سے نہیں گزرا۔ اگر تم بڑے خان کے دور کے رشتہ دار نہ ہوتے تو اپنی اس حماقت کی وجہ سے اب تک نجانے کتنی بار میرے ہاتھوں سے ہلاک ہو چکے ہوتے۔ احمق آدمی وہ ایک آدمی تو نہیں ہوگا۔ جو جہاں آئے گا اور بارود

اس کے ساتھ اور بھی ہوں گے۔ زہر دو آدمیوں کو ساتھ لے جاؤ اور
 چٹیکہ بروکھنے آدمی فرار ہوئے ہیں اور کہیے..... محبت خان نے غصے
 کی شدت سے چھتے ہوئے کہا تو زہر دو مسلح افراد کو ساتھ لے کر دوڑتا
 ہوا اس طرف کو بھاگ پڑا۔ بعد وہ غار تھا جہاں قیدیوں کو بند کیا گیا
 تھا تھوڑی دیر بعد دور سے رحمت ایک آدمی کو بازو سے پکڑے تقریباً
 گھسیٹتا ہوا آتا دکھائی دیا۔ اس آدمی کے بازو عقب میں بندھے ہوئے
 تھے۔

”ہاں یہ واقعی مراد ہے..... محبت خان نے کہا اور اس کے ساتھ
 بی وہ اپنے ساتھ کمرے ہوئے ایک محافظ کی طرف مڑ گیا۔

”میرا کوڑا لے آؤ۔ میں اس کی اور اس کے ساتھ دینے والوں کی
 کھالیں اتار دوں گا..... محبت خان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور
 محافظ سر ہلاتا ہوا تیزی سے غار کی طرف دوڑ گیا جب کہ محبت خان قبر
 بھری نظروں سے اپنی طرف ہنستے ہوئے مراد کو دیکھنے لگا۔ اس کا انداز
 بتا رہا تھا کہ وہ مراد کو انتہائی عبرتاک سزا دینے کا حتی فیصلہ کر چکا ہے۔

عمران مراد کے روپ میں پہاڑی جنگل میں تیزی سے چلتا ہوا آگے
 بڑھا چلا جا رہا تھا اور اسے صحیح معنوں میں اب اس بات کا احساس ہو رہا
 تھا کہ اگر کرنل آفتاب نے اس کی تفصیل سے رہنمائی نہ کی ہوتی تو
 اس دشوار گزار اور گھنے پہاڑی جنگل میں وہ لازماً راستہ بھول جاتا۔ لیکن
 کرنل آفتاب واقعی اس سارے علاقے سے پوری طرح واقف تھا۔
 اس نے عمران کو اس انداز میں راستہ بتایا تھا کہ عمران صحیح راستے پر
 تیزی سے آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اب وہ ایسے علاقے میں پہنچ چکا تھا
 جہاں سے وہ غاروں والی پہاڑی کے کافی قریب۔ اس نے اپنی رفتار کم
 کر دی تھی اور وہ بڑے محتاط انداز میں ہر طرف کا جائزہ لے رہا تھا کیونکہ
 اس نے ایک فرار ہونے والے آدمی کا کردار ادا کرنا تھا۔ اس کے ساتھ
 ساتھ اسے یہ بھی خیال رکھنا تھا کہ اس پر اچانک فائرنگ نہ کر دی
 جائے۔ کیونکہ ان لوگوں کا کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ فرار ہونے والے آدمی

ہوا تھا۔

”فراری کئے۔ فرار ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ اس آدمی نے عزاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے آدمی نے اسے پلٹ دیا اور پھر عمران کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر کر کے بڑی مہارت سے باندھ دیئے گئے۔“
 ”مم۔ مم مجھے جھوڑو۔ مجھے معاف کر دو۔ مجھے ست مارو۔“ عمران کے حلق سے مروا کی طرح خوفزدہ سی آوازیں نکل رہی تھیں۔
 ”تم نے کیا سمجھا تھا کہ فرار ہو جاؤ گے۔۔۔۔۔ ایک آدمی نے غصیلے انداز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا زوردار تھپو پوری قوت سے عمران کے پھرے پر پڑا اور عمران کے حلق سے ایک بار پھر خوفزدہ سی چیخ نکل گئی۔

”یہ فرار کیسے ہوا ہوگا رحمت یہ تو وہاں غار میں بند تھا۔“ دوسرے آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اب عمران کو بازو سے پکڑ کر اٹھا کر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ عمران کا جسم دائیہ طور پر کانپ رہا تھا۔
 ”اب جہیں پتہ چلے گا حرام خور کہ بھاگنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔“ اس رحمت نے عمران کی گردن پر ہلکا سا مارے ہوئے خراک کہا اور عمران نے خوف کی شدت سے واقعی رونما شروع کر دیا۔

”اب روتے ہو۔ فرار ہو رہے تھے۔ جہاری یہ جرات۔ جاؤ احمد خان جا کر محبت خان کو اطلاع دو۔ میں اسے لے آتا ہوں۔۔۔۔۔ رحمت نے تیز لہجے میں کہا اور احمد خان سر ملاتا ہوا واپس دوڑ پڑا۔ جب کہ رحمت خان عمران کو بازو سے پکڑے دھکیلتا ہوا غاروں والی پہاڑی کی

سے کس انداز میں پیش آتے ہیں۔ اسے گرفتار کرتے ہیں یا اس پر براہ راست فائر کھول دیتے ہیں۔ محتاط انداز میں آگے بڑھتے بڑھتے چاٹنک وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کی تیز نظریں وہاں سے کچھ فاصلے پر موجود ایک جھاڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے وہاں کسی آدمی کی جھلک دیکھی تھی اور پھر چند لمحوں بعد جب اس نے واقعی ایک مسلح آدمی کو اس بڑی جھاڑی کے پیچھے سے نکل کر دوسری جھاڑی کے پیچھے چھپتے ہوئے دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ اسے دیکھ لیا گیا ہے۔ وہ تیزی سے مڑا اور پھر ایک ایسی جٹان کے پیچھے دبک کر بیٹھ گیا کہ جب تک کوئی اس کے سر پر نہ پہنچ جائے تب تک اس پر دور سے فائر نہ کھولا جاسکتا تھا۔ اس کی پوری توجہ اب اس طرف تھی جہاں سے اس نے اس آدمی کو دیکھا تھا اور چند لمحوں بعد اسے احساس ہو گیا کہ آنے والے دو آدمی ہیں اور بڑے ماہرانہ انداز میں اسے دونوں اطراف سے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ عمران ویسے ہی دیکھا پڑا رہا۔

”خبردار۔۔۔۔۔ چاٹنک ایک کرخت سی آواز اسے سنائی دی اور دوسرے لمحے ایک آدمی اس پر اس طرح آن پڑا۔ جیسے عقاب کسی چڑیا پر جھپٹتا ہے۔ عمران چاہتا تو ایک لمحے میں اسے جھٹک کر نیچے گہرائی میں گرا سکتا تھا۔ لیکن وہ چونکہ اس وقت مراد کا روپ دھارے ہوئے تھا۔ اس لئے اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی اور سبھی ہوئی چیخ نکلی اور وہ نیچے گر کر اس طرح ہاتھ پیر مارنے لگا جیسے اپنے آپ کو چرانے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس پر جھپٹنے والے نے اس کے سینے پر اپنا گھسنار کھا

کھٹاک کی آوازیں ابھریں اور چٹان کے پیچھے سے سرخ رنگ کے کیپول نکل کر محبت خان اور اس کے ساتھیوں کے درمیان زمین پر گر کر پھٹے اور ہر طرف سرخ رنگ کا دھواں تیزی سے پھیلنا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ریٹ ریٹ کی تیز آوازیں گونجیں اور ایک طرف سے آنے والے تین مسلح افراد چیتے ہوئے نیچے گرے اور بری طرح تھپنے لگے۔ محبت خان اور اس کے ساتھی اس دھواں میں گھر کر اس طرح گرے جس طرح زہریلی دوا چردکنے سے حشرات الارض زمین پر گرتے اور تڑپ تڑپ کر سناکت ہو جاتے ہیں۔ چند لمحوں بعد دھواں جھٹ گیا لیکن عمران چٹان کی اوٹ میں سانس روکے بیٹھا پوری صورت حال کو دیکھتا رہا۔ اسے صرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں اس محبت خان کے اور ساتھی ادھر ادھر موجود نہ ہوں۔ اس نے ایک طرف سے آنے والوں پر مشین گن کی فائرنگ بھی اس لئے کی تھی تاکہ اگر ادھر ادھر لوگ موجود ہوں تو وہ سلسلے آجائیں مشین گن اس نے رحمت کو محبت خان پر اچھلتے ہوئے اس کے ہاتھ سے چھپٹی لی تھی۔ بے ہوش کر دینے والی اچھٹائی زود اثر گیس کے کیپول فائر کرنے والا پشیل پہلے سے اس کی جیب میں موجود تھا اور رحمت اور احمد خان نے صرف اس کے ہاتھ ہی باندھنے پر اکتفا کیا تھا اس کی تلاشی لینے کی زحمت ہی نہ کی تھی۔ اس میں عمران کی شاندار اداکاری کا بھی دخل تھا۔ اس کی اداکاری کی وجہ سے انہیں آخری لمحے تک یہ شک ہی نہ ہو سکا تھا کہ جسے انہوں نے پکڑا ہے وہ مراد کی بجائے کوئی اور بھی ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے مراد کے

طرف لے جانے لگا۔ عمران مسلسل اس سے معافیاں مانگ رہا تھا اور انتہائی کامیابی سے حد درجہ خوفزدہ آدمی کی اداکاری بھی ساتھ ساتھ کرتا چلا جا رہا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے ناخنوں میں گئے ہوئے بلیڈ بھی اپنا کام کرتے چلے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ ایک پہاڑی چٹان کے پیچھے سے نکل کر آگے بڑھے تو اس نے ایک آدمی کو ہاتھ میں کوڑا پکڑے بڑے بے رحمانہ انداز میں کھڑے ہوئے دیکھا۔ اس کے پیچھے بارہ تیرہ مشین گنوں سے مسلح افراد بھی کھڑے ہوئے تھے۔

”یہ فرار ہو رہا تھا محبت خان..... رحمت نے اس کوڑا بردار کے سلسلے لے جا کر عمران کو دھکیلے ہوئے کہا۔

”کیوں حرام خور کیوں فرار ہو رہے تھے تم..... محبت خان نے انتہائی جارحانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کوڑا الٹت گھما کر عمران کو مارنا چاہا۔ لیکن عمران بے اختیار اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا اور کوڑا ہوا میں ہی گھوم کر رہ گیا۔

”جہادری یہ جرات کہ تم میرے کوڑے کے سلسلے سے ہٹ جاؤ..... محبت خان نے غصے سے پاگل ہوتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے عمران کے ساتھ کھڑا ہوا رحمت خان الٹت بیچتا ہوا فضا میں اڑتا ہوا محبت خان سے نکل آیا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکر کر نیچے گر گئے۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے چھلانگ لگائی اور وہ ایک قریبی چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔ دوسرے لمحے کے بعد دیگرے کئی بار کھٹاک

پاس کسی اسلحے کی موجودگی کا تو انہیں تصور بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جب کوئی اور آدمی سامنے نہ آیا تو عمران چٹان کی اوٹ سے نکلا اور تیزی سے چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ محبت خان اور اس کے ساتھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے اور اسے معلوم تھا کہ اب جب تک انہیں خاص طور پر ہوش میں نہ لایا جائے گا یہ ہوش میں نہ آسکیں گے اس لئے وہ ان کی طرف سے پوری طرح مطمئن تھا۔ کچھ آگے بڑھنے کے بعد عمران کو ایک غار کا دہانہ نظر آگیا جو کھلا ہوا تھا۔ عمران نے مختلف عمر زمین سے ایک پتھر اٹھایا اور اسے غار کے اس کھلے دہانے سے اندر پھینک دیا۔ تاکہ اگر کوئی اندر موجود بھی ہو تو باہر آجائے لیکن جب کوئی باہر نہ آیا تو عمران مشین گن پکڑے غار میں داخل ہو گیا۔ غار کافی بڑا تھا۔ اس میں مختلف قسم کی پیٹیوں اور دوسرے عام استعمال کے سامان کا ذخیرہ موجود تھا لیکن وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ عمران باہر آیا اور اس نے دوسری غار کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ جس میں مراد کے بقول مشینری رکھی گئی تھی اور تھوڑی سی تلاش کے بعد اس نے وہ غار بھی دریافت کر لیا۔ اس بڑے اور وسیع غار میں واقعی اکھاڑی گئی مشینری موجود تھی۔ مشینری خاصی جدید تھی۔ اسے پیک کرنے کی بجائے ویسے ہی اکھاڑ کر اور مختلف پارٹس میں تبدیل کر کے یہاں رکھا گیا تھا۔ عمران کچھ دیر غور سے یہاں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر وہ اس غار سے باہر آگیا۔ اب صرف ایک غار باقی رہ گیا تھا جہاں یہ گار میں پکڑے گئے مراد کے ساتھی قید تھے۔ عمران کو اندازہ تھا کہ جن تین

انہ کو اس نے فائرنگ سے ہلاک کیا ہے۔ وہ یقیناً اسی غار سے ہی آئے ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ مراد کے فرار اور پکڑے جانے کی اطلاع ملنے پر وہ وہاں چینگنگ کے لئے گئے ہوں کہ دیکھ سکیں کہ کتنے افراد فرار ہوئے ہیں اس لئے وہ ادھر کو چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد ہی اس نے ایک غار کے دہانے کو چیک کر لیا جس کے باہر ایک بھاری چٹان موجود تھی اور عمران نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا کہ یہ چٹان باقاعدہ دہانے پر اس طرح نصب کی گئی تھی کہ اندر سے اسے کسی صورت بھی دیکھیں نہ سکیں۔ عمران آگے بڑھنے کی بجائے واپس ہٹا۔ اسے معلوم تھا کہ اندر تین سو افراد موجود ہوں گے۔ لیکن وہ انہیں آزاد کرانے سے پہلے مراد اور اپنے ساتھیوں کو یہاں بلانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ اگر اس نے خود انہیں آزاد کر دیا تو پھر یہ خوف کی شدت سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح انہیں سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جو حالت مراد کی تھی وہی حالت ان افراد کی بھی ہوگی اور وہ واپس اس جگہ آیا جہاں محبت خان اور اس کے مسلح ساتھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ عمران نے مشین گن ایک چٹان سے لٹکائی اور پھر اندرونی جیب سے اس نے ریویو کٹرول جتنا چھوٹا آلہ نکال کر اس کا بزن دبا دیا۔ یہ فکسڈ فریکوئنسی کا سپیشل ٹرانسمیٹر تھا۔ اس کا دوسرا سیٹ چوہان کے پاس موجود تھا۔ آلے میں ٹو ٹو ٹو کی آوازیں نکلنے لگیں اور ایک چھوٹا سا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی بلب مسلسل جلنے لگا۔

”ہیلو عمران کا لنگ اور عمران نے ایک بن دبا ہے ہوئے کہا۔

”میں چوہان بول رہا ہوں اور..... دوسری طرف سے چوہان کی آواز سنائی دی۔

”ارے میں نے تو کال بڑے خان کو کیا تھا۔ یہ چوہان کی آواز کہاں سے آئے گی تب اور..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ مجھے چوہان ہی رہنے دیں۔ مجھے بڑا خان بننے کی کوئی خواہش نہیں ہے اور..... دوسری طرف سے چوہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”چلو بڑا خان نہ ہی کیے از فور سٹارز ہی۔ بہر حال میں نے کورنگ کر لی ہے۔ ساتھیوں سمیت یہاں آ جاؤ۔ تاکہ مراد کے دوسرے ساتھیوں کو رہا کرایا جاسکے اور..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا وہ لوگ قابو میں آ گئے ہیں اور..... چوہان نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہاں کا انچارج محبت خان تھا اور محبت میں کسی کو ناکام کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ اس لئے وہ اپنے ساتھیوں سمیت ناکام محبت خان بنا بے ہوش پڑا ہوا ہے اور..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ہم آ رہے ہیں۔ عمران صاحب اور..... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے اور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کیا پھر اسے جیب میں

وہ چٹان پر بیٹھ گیا۔ پھر تقریباً چالیس پینتالیس منٹ کے بعد نے اپنے ساتھیوں کو سامنے کی پہاڑی سے نیچے اترتے ہوئے دیکھا

ن کی رہنمائی کر رہا تھا۔

عمران صاحب اگر مراد ہمارے ساتھ نہ ہوتا تو شاید ہم سب یہاں عامت نہ پہنچ سکتے..... قریب آنے پر چوہان نے کہا۔

وہ کیوں کیا تم راست بھول گئے تھے۔ یہ تو بالکل ہی صاف اور راست ہے..... عمران نے حیران ہو کر کہا۔

یہ بات نہیں۔ مراد نے ہمیں بتایا ہے کہ محبت خان نے یوں سے لے کر غاروں تک پہنچنے کے درمیانی راستے میں کئی ن پر انتہائی حساس بارودی سرنگیں دفن کرائی تھیں اور اب یہ ق ہے کہ یہ بارودی سرنگیں اس نے مراد کے ذریعے ہی دفن کرائی۔ اس لئے مراد کو معلوم تھا کہ کہاں کہاں بارودی سرنگیں موجود اور ویسے یہ سرنگیں واقعی ایسی جگہوں پر مدفون ہیں کہ لامحالہ ہم سے کسی نہ کسی کا پیر اس پر لازماً آ جاتا..... چوہان نے جواب پتے ہوئے کہا۔

لیکن مراد نے پہلے تو ان سرنگوں کے بارے میں کوئی بات نہ کی لی..... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”مم۔ مم۔ میں اس وقت پوری طرح ہوش میں ہی نہ تھا جتنا اب نہ ضرور بتا دیتا..... مراد نے ایک بار پھر خوفزدہ لہجے میں بات

رتے ہوئے کہا۔ وہ عمران کے سنجیدہ لہجے سے ہی خوفزدہ ہو گیا تھا۔

”ہاں واقعی تمہاری حالت ایسی تھی۔ بہر حال اللہ کا شکر ہے کہ پیران پر نہیں آیا۔ ورنہ میرے تو واقعی یہاں نکلنے بکھرے پڑے رہے ہوتے۔“ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”جی جی جناب غلطی ہو گئی تھی۔ آپ کو اللہ کا واسطہ سمجھئے صحت

دیں جناب۔“ مراد نے عمران کے سامنے بے چارگی کے انداز میں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

”ارے ارے یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اب تو تم ان ظالموں کی سے نکل آئے ہو۔ اب کیوں در رہے ہو۔ حوصلہ کرو۔“ عمران اسے کھینچ کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

”اس کے ذہن میں خوف راجح ہو چکا ہے عمران صاحب! آہستہ ہی یہ سنبھلے گا۔“ کرنل رستم نے کہا اور عمران نے انہیں میں سر ہلادیا۔

”دیکھو مراد مجھے معلوم ہے کہ تم پر اتنے طویل عرصے سے گزرا رہی ہے۔ تمہارا خوف اپنی جگہ درست ہے۔ لیکن اب تم اپنے آپ کو پوری طرح سنبھال لو کیونکہ اب تم نے اپنے ساتھیوں کو رہائی بخودلائی ہے اور انہیں حوصلہ بھی دینا ہے۔ کیونکہ ان کی حالت بھی تم سے مختلف نہ ہوگی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ انتہائی خوف کی وجہ سے ذہم ہونے کی کوشش کریں اس طرح پہاڑوں میں ان کے ہلاک ہو جانے کا خدشہ بھی سامنے آسکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان سب کو راکوش طرزی چھاؤنی لے جایا جائے اور وہاں ان سے ان کے پتے حاصل کر کے

نے لواحقین کو وہیں بلا کر انہیں ان کے حوالے کیا جائے اور یہ ہم اب تم نے سرانجام دینا ہے۔“ عمران نے مراد کے شانے میں دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔ یہ آپ کی مہربانی ہے۔ ورنہ ہم لوگ تو لڑکی بازی نبھانے کب سے ہار چکے تھے۔“ مراد نے جواب دیا اور نے ایک بار پھر اس کے شانے پر تھپکی دی۔ پھر وہ سب اس غار کی طرف بڑھ گئے جہاں مراد کے ساتھی بند تھے۔

درمیان میں نہ ہوتا تو پھر واقعی سردار خان کو اس کے جرائم کی سزا میں خود دے دیتے لیکن ظاہر ہے کرنل رستم کے درمیان میں آجانے کے بعد اب اس کے خلاف ہم براہ راست کوئی ایسی کارروائی نہیں کر سکتے جسے کرنل رستم غیر قانونی سمجھتا ہو۔ عمران نے جواب دیا۔

”لیکن عمران صاحب جہرگہ تو یہاں کے مقامی سرداروں پر ہی مشتمل ہوگا اور سردار خان بھی یہاں کا بڑا سردار ہے۔ پھر جہرگہ اس کے خلاف کیسے فیصلہ کرے گا۔ وہ تو لامحالہ اس کی ہی سائیڈ لیں گے۔“ نعمانی نے ہنست چہاتے ہوئے کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ علاقہ خیت مند لوگوں کا علاقہ ہے یہاں کے لوگ جرائم کے خلاف ہم سے بھی زیادہ سخت موقف رکھتے ہیں۔ البتہ انہیں اس بارے میں ٹھوس ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے اور ٹھوس ثبوت ہمارے پاس موجود ہے۔ قیدی لڑے اور آدمی بذات خود ان کے لواحقین محبت خان اور اس کے ساتھی کرنل رستم کرنل آفتاب سے اس کے خلاف ٹھوس ثبوت ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ان ثبوتوں کے بعد جہرگہ اپنے اس بڑے خان کو ایسی عبرتاک سزا دے گا کہ شاید اس کا تصور بھی تمہارے ذہنوں میں نہ ہو۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب۔ اسلحہ ساز فیکٹری کی مشینری اور اسلحہ وغیرہ کیا یہ ثبوت نہیں ہیں آپ نے ان کا ذکر نہیں کیا۔“ اس بار صدیقی نے بات کرتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب یہ جہرگہ کا کیا سلسلہ ہے۔ اگر کرنل رستم سے آپ سردار خان کے خلاف خود کوئی کارروائی نہیں کر سکتے تو اسے دارالحکومت لے جایا جاسکتا تھا۔ وہاں اس کے خلاف کارروائی ہو سکتی تھی۔ ہمارے پاس گواہ اور ثبوت سب کچھ تو مہیا ہے۔“ صدیقی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ سب اس کی کرنل رستم کی ذاتی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ”اعظم خان تو سرکاری ملازم ہے۔ اس لئے اس کے خلاف تو کارروائی ہی ہوگی اور اس سلسلے میں آج رات کو سو پر فیاض رہا ہے۔ لیکن جہاں تک سردار خان کا تعلق ہے۔ اس کے دارالحکومت میں کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ وہ یہاں راکوٹھا سردار ہے۔ یہاں اس علاقے میں جہرگہ کا قانون نافذ ہے۔ اس کے خلاف کوئی بھی فیصلہ جہرگہ ہی کر سکتا ہے کرنل رستم“

کہا۔

”اگر وہ اس کے خلاف پیش کئے گئے ثبوتوں اور شہادتوں سے مطمئن ہو گئے تو یقیناً فیصلہ اس کے خلاف ہوگا ورنہ نہیں۔“ کرنل رستم نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جرگے کا سرچ کون ہے..... عمران نے پوچھا۔

”اصل سرچ تو سردار خان خود تھا۔ لیکن آپ چونکہ سردار خان طرز کے طور پر پیش ہو رہا ہے۔ اس لئے ایک اور بڑے قبیلے کا سردار سرچ ہوگا..... کرنل رستم نے جواب دیا۔

”کیا ہمیں جرگے کی کارروائی دیکھنے کی اجازت ہوگی.....“ چوہان

نے پوچھا۔

”ہاں کیوں نہیں۔ جرگے کی کارروائی کھلے عام ہوتی ہے۔ ہر شخص

اسے دیکھ سکتا ہے۔ دیے آپ سب کے لئے میں نے وہاں خصوصی

انتظامات کئے ہیں۔ ابھی ہم وہاں کے لئے روانہ ہو جاتیں گے۔“ کرنل

رستم نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ملڑی کی جیسوں

میں سوار ہو کر اس کھلے اور وسیع میدان میں پہنچ گئے۔ جہاں ایک

طرف ایک بڑا سا سیٹھ بنایا گیا تھا۔ یہ سیٹھ زمین سے تھوڑا سا اونچا تھا۔

اس پر قالین اور گاؤں بچے رکھے ہوئے تھے۔ جب کہ ایک طرف کرسیاں

رکھی گئی تھیں۔ وہاں کافی تعداد میں لوگ جمع تھے۔ عمران اور اس کے

ساتھیوں کو ان کرسیوں پر بٹھا دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد میدان لوگوں

سے بھر گیا۔ وہ سب سردار خان کے بارے میں ہی باتیں کر رہے تھے۔

”نہیں یہاں اسلحہ بٹانا یا اسے فروخت کرنا جرم نہیں سمجھا جاتا۔

اسے ناجائز صرف اس سے کہا جاتا ہے کہ پاکیشیا کی حکومت اسے ناجائز

اور غیر قانونی سمجھتی ہے۔ جب کہ یہ آزاد علاقہ ہے۔ البتہ بردہ فروشی

اور لوگوں سے یہ گار لینا جیسے انتہائی مکروہ ترین غیر انسانی جرائم کو

یہاں بھی بہت بڑا جرم سمجھا جاتا ہے یہ آزاد لوگوں کا علاقہ ہے اور

آزادی کی قدر یہ لوگ ہم سے بھی زیادہ جانتے ہیں.....“ عمران نے

جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی

کرنل رستم کمرے میں داخل ہوا۔

”کیا ہوا کرنل صاحب.....“ عمران نے چونک کر کرنل کی طرف

دیکھتے ہوئے کہا۔

”سب کچھ اوکے ہو گیا ہے۔ علاقے کا بڑا جرگہ ایک گھنٹے بعد بنیو

رہا ہے۔ میں نے تمام انتظامات مکمل کر لئے ہیں.....“ کرنل رستم

نے انتہائی اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو عمران کے چہرے پر بھی

اطمینان کے تاثرات ابھرتے۔

یہ جرگہ کہاں بیٹھے گا.....“ عمران نے پوچھا۔

”راکوٹش کے بڑے میدان میں۔ بڑا جرگہ وہیں ہوتا ہے۔ راکوٹش

کے تمام بڑے قبیلوں کے سرداروں پر یہ جرگہ مشتمل ہوتا ہے۔“

کرنل رستم نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلادیا۔

”آپ کا کیا خیال ہے کرنل صاحب کیا جرگہ سردار خان کے خلاف

فیصلہ دے گا یا نہیں.....“ چوہان نے کرنل رستم سے مخاطب ہو کر

لے گا..... کرنل رستم نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے ہم کرنل آفتاب کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہم اجازت دیتے ہیں کہ وہ سردار خان کے خلاف الزامات کے بارے میں ہمیں بتائے.....“ جرگے کے بڑے سردار خان نے کہا تو میدان کے ایک کونے سے کرنل آفتاب آگے بڑھا۔ جب کہ کرنل رستم تیزی سے مرکز عمران کے ساتھ پڑی ہوئی خالی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ کرنل آفتاب نے سردار خان کے قریب کھڑے ہو کر عمران اور اس کے ساتھیوں کی آمد اس سے ملنے سے لے کر آخری لمحے تک جب کہ اس غار میں قید لوگوں کو چھوڑ دیا گیا۔ پوری تفصیل بیان کر دی۔ اس کا انداز بالکل صاف اور سادہ تھا۔

”تو سردار خان پر یہ الزام ہے کہ وہ بردہ فروشن کی سہرستی کرتا رہا ہے اور اس نے دارالحکومت سے اغوا کئے گئے۔ لڑکوں اور آدمیوں کو ناحق قید میں رکھا اور ان سے رینگاری.....“ جرگے کے سردار نے کہا۔

”جی ہاں سردار۔ یہی الزام ہے سردار خان پر.....“ کرنل آفتاب احمد نے سادہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سردار خان تمہیں معلوم ہے کہ بردہ فروشی کی ہمارے ہاں کیا سزا ہوتی ہے اور تم اس سارے علاقے کے بڑے خان اور جرگے کے سردار ہو۔ اگر تم بردہ فروشی میں ملوث ہو تو پھر یہ سزا اور زیادہ بڑھ جائے گی کیونکہ تمہاری وجہ سے یہ جرم اور زیادہ بھیاں تک ہو جاتا ہے۔ بڑے

پھر جرگے کے لوگ آنا شروع ہو گئے۔ وہ سب اس سیٹج پر بیٹھ رہے تھے وہ سب اپنے اپنے قبیلے کے مخصوص لباسوں میں تھے۔ ان میں بوڑھے بھی تھے۔ اوجیر عمر بھی اور جوان بھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھا خان آیا اور وہ درمیان میں آکر بیٹھ گیا۔ اس کے پیٹھے ہی میدان میں ٹکھٹ خاموشی سی چھا گئی۔ عمران کے ساتھیوں کے لئے چونکہ یہ سب کچھ نیا بھی تھا اور دلچسپ بھی۔ اس لئے وہ بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سیٹج کے سلسلے کچھ فاصلے پر ایک کرسی رکھ دی گئی اور پھر کرنل رستم کے ساتھ سردار خان میدان میں داخل ہوا۔ وہ بڑے اطمینان بھرے انداز میں چلتا ہوا سیٹج کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔ کرنل رستم اپنی یونیفارم میں تھا۔ وہ سردار خان کے ساتھ سیٹج کے سلسلے پہنچا۔ سردار خان اطمینان سے اس کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔

”سردار خان پر کیا الزامات ہیں.....“ سیٹج کے درمیان میں بیٹھے ہوئے بوڑھے سردار نے اونچی مگر رعب دار آواز میں کرنل رستم سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں چونکہ سرکاری ملازم ہوں سردار۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اس کارروائی کے لئے ایک ایسے آدمی کو منتخب کروں جو اس سارے سلسلے میں مجھ سے بھی پہلے شامل ہوا ہے اور وہ اس وقت سرکاری ملازمت میں بھی نہیں ہے۔ کرنل ریٹائرڈ آفتاب احمد کو آپ سب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس لئے وہی اس ساری کارروائی میں حصہ

کرفوجی جھادنی میں لے آیا۔ وہاں اعظم خان اور تجھے قید کرسدیا گیا۔
اعظم خان اب تک وہاں قید ہے۔ جب کہ تجھے ابھی کرنل رستم سب
کے سامنے جھادنی سے لے کر یہاں آیا ہے اور اب یہ لوگ کسی اسلحہ
ساز فیکٹری اور وہاں قید کئے گئے لڑکوں اور آدمیوں کا قصہ سنارہے ہیں
جب کہ تجھے تو کسی بات کا علم ہی نہیں ہے۔ میں بے قصور
ہوں..... سردار خان نے کھڑے ہو کر بڑے بارعب اور کلک دار
لہجے میں جرجے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اب بیٹھ جاؤ۔ ہم نے تمہاری بات سن لی ہے اور
یقین کرو تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا..... جرجے کے
سردار نے کہا اور سردار خان دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر
انتہائی اطمینان کے تاثرات ابھرائے تھے اور اب اس نے اپنی بڑی بڑی
موٹھوں کو تاؤ بھی دینا شروع کر دیا۔

”کرنل آفتاب سردار خان کا بیان تم نے سن لیا۔ کیا اس کا بیان
درست ہے..... جرجے کے سردار نے کرنل آفتاب سے مخاطب ہو کر
کہا۔

”اس حد تک درست ہے کہ عمران اور اس کے ساتھیوں نے آدم
خان کو پکڑا اور پھر اس سے اس فیکٹری کے بارے میں معلومات حاصل
کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ پھر عمران اپنے ایک ساتھی کے ساتھ سردار
خان کے ڈیرے پر چلا گیا۔ وہاں کیا ہوا اس بارے میں مجھے معلوم
نہیں ہے۔ البتہ تجھے اور عمران کے دوسرے ساتھیوں کو کسی گیس کی

خان کا ایسے مکروہ جرم میں ملوث ہونا اس علاقے کے رہنے والے
باغیرت لوگوں کے منہ پر طمانچہ ہے۔ لیکن تم جرجے کے اس قانون
سے واقف ہو کہ اگر ملزم اعتراف جرم کر لے تو پھر اس کی سزا میں نرمی
کا اختیار بھی جرجے کو حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے تم بتاؤ کہ کیا تم پر یہ
الزام درست ہے یا غلط اور اگر درست ہے تو کیا تم اس کا اعتراف
کرتے ہو..... جرجے کے سردار نے اونچی بات دار آواز میں سامنے
کرسی پر بیٹھے ہوئے سردار خان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یہ سب جھوٹ ہے۔ تجھ پر قہمت ہے۔ آپ سب لوگ اچھی طرح
جانتے ہیں کہ میرا کیا کردار ہے میں اور ایسے مکروہ جرم میں ملوث ہو
سکتا ہوں۔ یہ سب میرے اور اعظم خان کے خلاف ایک بھیانک
سازش ہے۔ لکڑی کے کاروبار کی وجہ سے ایک گہری سازش کر کے
مجھے اور اعظم خان کو رستے سے ہٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور
کرنل آفتاب اس سازش کا سرغنہ ہے۔ انہوں نے اعظم خان کے شیجر
آدم خان کو ہلاک کر دیا۔ انہوں نے میرے ڈیرے پر زبردستی قبضہ کر
کے میرے باڈی گارڈوں اور میرے بے گناہ ملازموں کو ہلاک کر دیا۔
جب اعظم خان کو اطلاع ملی تو اس نے پولیس کی مدد سے ان افراد کو
میرے ڈیرے سے گرفتار کیا اور ان سب کو مزید تفتیش کے لئے
پولیس کے سپیشل سنٹر میں لے گیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ مزید
انکوائری ہوتی۔ کرنل رستم جو ان سازشیوں کا ساتھی ہے نے فوج کے
دستے کی مدد سے وہاں چھاپہ مارا اور مجھے اور اعظم خان کو وہاں سے اٹھا

مدد سے اچانک بے ہوش کر دیا گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو ہم سپیشل سنٹر کے بلیک روم میں زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے۔ اور اعظم خان اور سردار خان اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ پھر عمران نے کسی نامعلوم طریقے سے اپنے ہاتھوں میں موجود زنجیریں کھول دیں اس کے بعد وہاں صورت حال بدل گئی۔ سردار خان اور اعظم خان کو بے ہوش کر دیا گیا۔ وہیں سے عمران نے کرنل رستم کو فون کیا۔ کرنل رستم سے میری بھی بات کرائی۔ اس کے بعد کرنل رستم فوجیوں کے ساتھ وہاں آئے اور ہم سب کو اور سردار خان اور اعظم خان کو ساتھ لے کر فوجی چھاؤنی میں آگئے۔ جہاں میرے سامنے عمران نے سردار خان اور اعظم خان سے اس فیکٹری اور وہاں محبوس لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد ہم سب وہاں پہنچے اور جس کی میں نے پہلے تفصیل بتائی ہے۔ وہاں سے تین سو افراد کو جن میں سے ڈھائی سو کے قریب لڑکے ہیں آزادی دلائی گئی۔ یہ فیکٹری سردار خان کی ہے۔ اعظم خان اس کا برنس پارٹنر تھا۔ اعظم خان چونکہ سرکاری ملازم ہے۔ اس لئے اس کے خلاف حکومت پاکستان اپنے قانون کے تحت کارروائی کرے گی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کا تعلق بھی حکومت سے ہے۔ اس لئے ان کے خلاف بھی کارروائی کرنے کی مجاز حکومت ہی ہے۔ البتہ سردار خان کے خلاف جرگہ فیصلہ کرنے کا مجاز ہے۔ کرنل آفتاب نے ایک بار پھر صاف انداز میں سب کچھ بتاتے ہوئے کہا۔

”جہارے پاس سردار خان کے ملزم ہونے کے بارے میں کیا ثبوت ہیں۔ اگر ہیں تو پیش کئے جائیں۔“..... جرگے کے سردار نے کہا اور کرنل آفتاب نے سب سے پہلے مراد کو پیش کیا۔ مراد نے حلف اٹھا کر سارے واقعات بتائے۔ پھر ان محبوس لڑکوں اور دوسرے افراد کو جرگے کے سامنے اکٹھا پیش کیا گیا اور ان سب نے حلف اٹھا کر بیانات دیئے۔ اس کے بعد محبت خان اور اس کے ساتھیوں کو پیش کیا گیا۔ محبت خان نے حلف اٹھا کر سب باتوں کا اعتراف کر لیا اور اس نے واضح طور پر سب کچھ بتا دیا۔

”محبت خان تم تو خود اس جرم میں برابر کے شریک ہو۔ جہاری گواہی کو ہم کیسے قبول کر سکتے ہیں“..... جرگے کے سردار نے محبت خان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بڑے سردار میں نے حلف اٹھا کر جو کچھ تھا وہ بتا دیا ہے۔ میں جرم میں واقعی برابر کا شریک ہوں۔ لیکن میں جرگے کے سامنے حلف اٹھا کر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اب یہ آپ کی مرضی کہ آپ میرے بیان کو قبول کریں یا نہ کریں۔“..... محبت خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں جہاری گواہی قانون کے مطابق قبول نہیں کی جاسکتی۔ کوئی مجرم جب اپنے خلاف گواہی دیتا ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ وہ کسی بڑے لالچ کے تحت ایسا کر رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہمیں بھی کوئی بڑا لالچ دے کر تم سے گواہی دلانی گئی ہے۔ ورنہ اگر سردار خان ملزم ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اس کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی سزا مل

کا..... جرگے کے سردار بوڑھے نے اپنی پات دار آواز میں کہا تو کرسی پر بیٹھے ہوئے سردار خان کا ہرہ بھٹک چمک اٹھا۔

”عمران صاحب جرگے کا فیصلہ سردار خان کے حق میں جا رہا ہے اور یہ ہمارے لئے بہت برا ہوگا۔ اس طرح ملکی سطح پر بھی بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں.....“ عمران کے ساتھ بیٹھے ہوئے کرنل رستم نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا۔ میدان میں موجود افراد میں بے اختیار چرمگیں شروء ہو گئیں۔ یقیناً سب افراد نے سردار خان کی برکت کی اندازہ لگایا تھا۔

”جناب میں مزید کیا کہہ سکتا ہوں.....“ کرنل آفتاب نے سبے بس سے لہجے میں کہا اس کا منہ بھی ٹٹک گیا تھا۔

”کیا مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے جناب.....“ اچانک عمران نے کرسی سے اٹھ کر اونچی آواز میں کہا تو سب کی توجہ اس کی طرف ہو گئی سردار خان بھی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”آپ کون ہیں.....“ جرگے کے سردار نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرا نام علی عمران ہے اور میرا تعلق دارالحکومت سے ہے۔“

عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

”آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ یہاں جرگے میں کچھ کہنے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہر شخص کو یہاں کھل کر بات کرنے کی اجازت ہے.....“ جرگے کے سردار نے کہا۔

سکتی ہے.....“ جرگے کے سردار نے اونچی آواز میں فیصلہ کن لہجے میں کہا تو محبت خان بیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

”جہارے پاس اور کوئی ثبوت ہے کرنل آفتاب.....“ جرگے کے سردار نے کرنل آفتاب سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں سردار میرے پاس بھی ثبوت تھے جو میں نے پیش کر دیئے ہیں.....“ کرنل آفتاب نے جواب دیا۔

”کرنل آفتاب میں کوئی فیصلہ نہیں کر رہا۔ فیصلہ جرگہ مشورے سے کرے گا۔“ جرگے نے سب کچھ سن بھی لیا ہے اور سمجھ بھی لیا ہے

بحیثیت جرگے کے سردار یہ میرا فرض ہے کہ میں تمہیں بتا دوں کہ سوائے محبت خان کے اعتراف جرم کے اور کوئی ایسی گواہی نہیں ہے

جو حتی طور پر سردار خان کو برہہ فردشی کا جرم ثابت کر سکے۔ نہ ہی سردار خان موقع سے پکڑا گیا ہے۔ نہ ہی اس کے ذریعے یا اس کے زیر

قبضہ کسی عمارت سے کوئی قیدی برآمد ہوا ہے اور نہ ہی کسی قیدی نے کہا ہے کہ اسے سردار خان نے خود پکڑا ہے اور نہ ہی کسی نے ایسے

کسی آدمی کا نام لیا ہے جس نے ان قیدیوں کو پکڑا ہو اور وہ سردار خان کا ماتحت ہو۔ محبت خان چونکہ خود سردار خان کا ماتحت ہے۔ اس لئے

اس کا اعتراف جرم میرے نزدیک حتی گواہی نہیں بن سکتی۔ اس لئے میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں کہ اگر کوئی اور ٹھوس ثبوت

جہارے پاس ہو تو تم پیش کرو۔ ورنہ اس کے بعد تمہیں کوئی موقع نہ دیا جائے گا اور پھر جرگہ مشورہ کر کے اپنے فیصلے کا اعلان کر دے

کے ساتھ ہی کوئی فیصلہ کریں گے اس لئے میں بھی اس سلسلے میں ایک ثبوت جرگے کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ یہاں سامنے آجائیں اور جو ثبوت آپ کے پاس ہو وہ پیش کریں.....“ جرگے کے سردار نے کہا تو عمران قدم بڑھاتا سٹیج کے سامنے جا کر سردار خان اور کرنل آفتاب کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

”معزز جرگے کے سامنے اگر سردار خان کا اعتراف جرم پیش کر دیا جائے تو کیا یہ ثبوت نہ ہوگا.....“ عمران نے کہا۔

”میں نے کوئی اعتراف جرم نہیں کیا اور کیوں کروں جب میں نے کوئی جرم ہی نہیں کیا.....“ سردار خان نے چمک کر کہا۔

”سردار خان نے اپنے ڈیرے پر میرے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے اس فیکٹری کے بارے میں اپنے ملوث ہونے کے سلسلے میں تفصیلی بیان دیا تھا۔ سردار خان کو البتہ یہ معلوم نہ تھا کہ میری جیب میں ایک جدید ساخت کا ٹیپ ریکارڈر بھی موجود ہے۔ ہمارا تعلق دارالحکومت کے ایک قانون نافذ کرنے والے ادارے سے ہے۔ اس لئے ہم ایسے آلات استعمال کرتے ہیں تاکہ مجرموں کے خلاف عدالت کو ثبوت مہیا کیا جاسکے.....“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جیب سے اس نے ایک جھونسا ریموٹ کنٹرول جھٹکا آلا نکالا اور پھر اس کا بٹن دبا دیا۔

”میں بتاتا ہوں۔ سب کچھ بتا دیتا ہوں.....“ سردار خان کی خوفزدہ

”آپ جرگے کے سردار مقرر ہوئے ہیں۔ جب کہ سردار خان بطور ملزم پیش ہوا ہے۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر بے حد افسوس ہو رہا ہے کہ آپ نے ملزم کو تو کرسی پر بٹھایا ہوا ہے۔ جب کہ کرنل آفتاب کو جو ان تین سو بے بس افراد کی نمائندگی کر رہے ہیں انہیں آپ نے کھڑا کیا ہوا ہے۔ کیا ایسا کا نام انصاف ہے۔ اگر آپ سردار خان کو اس کی معزز حیثیت کی وجہ سے کرسی پر بٹھانے کے لئے مجبور ہیں تو پھر کرنل آفتاب کو بھی کرسی دی جائے یا پھر دونوں کو کھڑا کیا جائے.....“ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

”آپ نے درست کہا ہے۔ یہ واقعی ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ سردار خان تم کھڑے ہو جاؤ.....“ جرگے کے سردار نے فوراً ہی اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے سردار خان کو اٹھ کر کھڑے ہونے کا حکم دیا تو سردار خان اس طرح اٹھ کھڑا ہوا جیسے وہ الیسا بادل غماستہ کر رہا ہو۔ اس کے چہرے پر کبیدگی کے ساتھ ساتھ غصے کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”کرسی ہٹا دی جائے.....“ جرگے کے سردار نے کہا تو ایک آدمی نے آگے بڑھ کر وہ کرسی اٹھائی اور اسے دور لے گیا۔

”بس یا آپ کو اور بھی کچھ کہنا ہے.....“ جرگے کے سردار نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آپ نے جس طرح اپنی غلطی کا کھلے عام اعتراف کیا ہے اور جس طرح فوری طور پر اس کی تلافی کی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آپ لوگ واقعی کھلے ذہن کے ساتھ یہاں موجود ہیں اور آپ کھلے ذہن

کوئی جبر نہ تھا۔ یہ بیان سردار خان نے خود دیا ہے۔ ہاں اگر جبر کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر اس سے بیان لیا گیا تو پھر واقعی یہ جبر سے لیا گیا ہے۔ اسے بے بس کر کے جب اسے موت کی دھمکی دی گئی تب یہ تفصیل بتانے پر آمادہ ہوا تھا۔۔۔۔۔ عمران نے سچی اور کھری بات کرتے ہوئے کہا۔

”یہی جبر ہوتا ہے۔“ سردار خان نے چمک کر کہا۔
 ”اس کا فیصلہ جرگہ کرے گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”اور کوئی بات۔“ جرگے کے سردار نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اگر ابھی بھی مزید کسی بات کی آپ ضرورت محسوس کرتے ہیں تو پھر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ سردار خان آپ کے سامنے خود ہی اپنے جرم کا اعتراف کرے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”میں کیوں اعتراف کروں گا۔ میرا دماغ تو خراب نہیں ہے۔ تم سب میرے خلاف سازش کر رہے ہو۔“ سردار خان نے غصے سے چیخنے ہوئے کہا۔

”جرگہ تو اس کے متعلق کوئی بھی فیصلہ کر سکتا ہے۔ اسے آزاد بھی کر سکتا ہے اور اسے سزا بھی دے سکتا ہے اور سزا سخت بھی ہو سکتی ہے اور انتہائی نرم بھی۔ لیکن اگر سردار خان کو دارالحکومت کی کسی خصوصی عدالت میں پیش کر دیا گیا تو پھر اسے موت سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ پاکیشیا کے قانون میں اب بروہہ فروش کی سزا موت رکھ دی گئی

سی آواز سنائی دی اور اس کے بعد سردار خان نے تفصیل سے فیکٹری کے بارے میں اور وہاں قید کئے گئے افراد کے بارے میں اور پھر دارالحکومت سے اغوا ہونے والے لڑکوں اور آدمیوں کے بارے میں بیان دینا شروع کر دیا۔ جرگے سمیت پورے میدان میں موجود ہر شخص پر جیسے سکوت سا طاری ہو گیا۔ خاموشی کی وجہ سے ٹیپ ریکارڈر سے نکلنے والی آواز پورے میدان میں آسانی سے سنی جا رہی تھی۔ جب بیان ختم ہوا تو عمران نے بن آف کر دیا۔

”آپ سب لوگ سردار خان کی آواز پہنچاتے ہوں گے اور میرے خیال میں اس کے بعد کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔“ عمران نے کہا۔

”نہیں یہ غلط ہے۔ یہ بیان مجھ پر جبر کر کے لیا گیا تھا۔ مجھے قتل کرنے کی دھمکی دی گئی تھی۔“ سردار خان نے یقیناً چیتنے ہوئے کہا۔
 ”اس کا مطلب ہے کہ تم اس بات کا اعتراف کرتے ہو کہ یہ بیان تمہارا ہے۔“ جرگے کے سردار نے کہا۔

”ہاں! لیکن یہ مجھ سے جبر کر کے لیا گیا تھا اور آپ جانتے ہیں کہ جبر سے لیا گیا بیان قابل قبول نہیں ہوتا۔“ سردار خان نے اونچی آواز میں کہا۔

”کیا سردار خان درست کہہ رہا ہے۔ یہ بیان اس سے جبر کی حالت میں لیا گیا تھا۔“ جرگے کے سردار نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
 ”اگر جبر کا مطلب ہے کہ اس سے زبردستی غلط بیان لیا گیا۔ تو ایسا

”پہلے میرے ساتھ وعدہ کیا جائے کہ اگر میں اعتراف جرم کر لوں تو مجھے انتہائی نرم سزا دی جائے گی“..... سردار خان نے کہا۔
 - نہیں سردار خان کوئی وعدہ نہیں کیا جاسکتا..... جرگے کے سردار نے کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔ میں کوئی اعتراف جرم نہیں کر رہا۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ میرے خلاف جو ثبوت پیش کئے گئے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں“..... سردار خان نے بارعب لہجے میں کہا۔

”ہم فیصلہ کرتے ہیں۔ ہمارے فیصلے کا انتظار کیا جائے۔“ جرگے کے سردار نے کہا اور پھر بیٹھ بیٹھے ہوئے جرگے کے سب افراد اکٹھے ہو گئے اور ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں باتیں کرنے لگے۔

”کاش یہ اعتراف جرم کر لیتا“..... کرنل رستم نے کہا۔

”اس نے اعتراف جرم کر لیا ہے۔ اس کی یہ بات کہ اگر وہ اقرار جرم کرے تو اسے نرم سزا دی جائے۔ بلا واسطہ طور پر اقرار جرم ہی کہلانے کا اور میں نے دیکھا ہے کہ جرگے کا سردار بہر حال اس معاملے میں بے حد ذہین آدمی ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب آپ نے واقعی بہترین انداز میں سردار خان کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اس انداز کا اقرار جرم کرے“..... دوسری طرف بیٹھے ہوئے صدیقی نے کہا۔

”میں نے جان بوجھ کر آخری بات کی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ اب سردار خان یہ کوشش کرے گا کہ کسی طرح اسے جرگے سے ہی کوئی

ہے اور اسے انتہائی بھیانک جرم سمجھا جاتا ہے۔ البتہ پاکیشیا کا یہ قانون بھی ہے کہ اگر آزاد علاقے کا جرگہ کسی ملزم کو سزا دیتا ہے تو چاہے یہ سزا کتنی بھی نرم کیوں نہ ہو۔ پھر پاکیشیا کا قانون اس سزا کا احترام کرتا ہے۔ اب یہ سردار خان کی مرضی ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ بس مجھے اتنا ہی کہنا تھا“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ اور سرد لہجے میں کہا اور پھر مڑ کر واپس اپنی کرسی کی طرف بڑھ گیا۔

”سردار خان سب کچھ تم نے سن لیا ہے۔ اب آخری بار تم سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو“..... جرگے کے سردار نے سردار خان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں معذور سردار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جرگہ میری حیثیت کا خیال رکھے گا“..... سردار خان نے کہا۔

”تم اس دقت شخص ایک ملزم ہو سردار خان اور جرگہ صرف انصاف کرے گا“..... جرگے کے سردار نے پات دار لہجے میں کہا۔

”تم۔ تم نے پہلے کہا تھا کہ اگر میں اعتراف جرم کر لوں تو میری سزا نرم ہو جائے گی۔ کیا کیا اب ایسا ہو سکتا ہے“..... اچانک سردار خان نے کہا تو میدان میں موجود دھڑکنے والے شخص پڑا جب کہ عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”تم اگر اعتراف جرم کرنا چاہتے ہو تو کر سکتے ہو۔ فیصلہ بہر حال جرگہ کرے گا کہ تمہیں کیا سزا دی جائے اور کیا نہیں“..... جرگے کے سردار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں نہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ غلط ہے۔ مجھے موت کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ میں بڑا خان ہوں۔ میں معزز آدمی ہوں۔..... سردار خان نے ہڈیانی انداز میں چیتے ہوئے کہا اور اس نے مڑ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لچے دس مسلح افراد عقابوں کی طرح اس پر جھپٹ پڑے اور پھر اسے قابو میں کر کے وہیں ایک درخت کے تنے کے ساتھ رسی سے باندھ دیا گیا۔ سردار خان نے اب جہنگ سمیت سب کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ محبت خان اور اس کے ساتھیوں کو بھی سردار خان کے ساتھ ہی درختوں سے باندھ دیا گیا اور چند لمحوں بعد میدان فائرنگ کے دھماکوں اور گھنٹیاں اور مکروہ مجرموں کے حلق سے نکلنے والی آخری چیخوں سے گونج اٹھا۔

نرم سزا مل جائے۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اگر وہ بری ہو گیا تو پھر ہم اسے اغوا کر کے بھی دارالحکومت لے جاسکتے ہیں اور وہی ہوا۔ اس نے بہر حال میرے اندازے کے مطابق ایسی بات کر دی..... عمران نے کہا۔

”سنو جہنگ نے فیصلہ کر لیا ہے اور میں فیصلے کا اعلان کرتا ہوں۔ جہنگ کے متفقہ فیصلے کے مطابق سردار خان نے یہ بات کہہ کر کہ اگر وہ اعتراف جرم کرے تو اسے نرم سزا دیے جانے کا وعدہ کیا جائے۔ دراصل اقرار جرم کر لیا ہے اس لئے مزید کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اب رہ گئی یہ بات کہ سردار خان اس علاقے کا بڑا سردار ہے اور انتہائی معزز آدمی ہے۔ اس لئے اسے نرم سزا دی جائے۔ شرعی طور پر غلط ہے۔ بلکہ اتنے بڑے سردار نے اس طرح کا مکروہ گھنٹیاں اور قابل نفرت جرم کر کے اس پورے علاقے کی توہین کرائی ہے۔ اس لئے اسے انتہائی سخت ترین سزا دی جاتی ہے۔ جہنگ کے متفقہ فیصلے کے مطابق بدوہ فروشی کے انتہائی مکروہ جرم میں سردار خان محبت خان اور اس کے ساتھیوں کو سوائے اعظم خان کے کیونکہ وہ سرکاری ملازم ہے اس کے جرم کا فیصلہ پاکیشیا کی عدالت کرے گی۔ فوری طور پر موت کی سزا دی جاتی ہے اور جہنگ کے قانون کے مطابق اس سزا پر فوری عمل درآمد ہوگا اور سب کے سامنے ہوگا۔ تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ سزا پر عمل کیا جائے..... جہنگ کے سردار نے کلاٹ دار لچے میں کہا۔

”اوہ۔ انہیں اندر بلاؤ بیٹے۔ مہمانوں کو دروازے پر نہیں کھڑا کیا کرتے۔“ مسز مراد نے کہا۔

”آئیے اٹکل۔ اب تو می نے بھی کہہ دیا ہے۔“ عامر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں ضرور۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ عامر کے ساتھ اندر داخل ہوا اور عامر اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ اسی لمحے مسز مراد بھی اوٹی چادر لپیٹے اندر داخل ہوئی۔

”اب آپ کی طبیعت کیسی ہے مسز مراد۔“ سلام دعا کے بعد عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ٹھیک ہوں۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ مراد کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن پھر آپ کہیں باہر چلے گئے تھے کیا آپ نے کوئی کوشش کی ہے۔“ مسز مراد نے امید بھرے لہجے میں کہا۔

”نہ صرف میں نے خود کوشش کی بلکہ جہاں ایک ایسا گروپ ہے جو مجرموں کے خلاف اپنے طور پر کام کرتا رہتا ہے۔ فور سٹار گروپ۔ اس نے بھی مسز مراد کی تلاش پر کام کیا ہے اور۔“ عمران نے کہا اور پھر فقرہ مکمل کے بغیر ہی خاموش ہو گیا۔

”اوہ یہ کہ آپ سب ناکام رہے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ میرا بھی یہی خیال تھا۔ لیکن میں اپنے دل کو کیسے نکھڑاؤں کہ معمولی سی امید پر بے چین ہو جاتا ہے۔“ مسز مراد نے اتہائی مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”کیا عامر بھی اپنے ڈیڈی کو یاد کرتا ہے۔“ عمران نے عامر کی

عمران نے مسز مراد کے فلیٹ کے بند دروازے پر دستک دی اور پھر وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور مسز مراد کے لڑکے عامر نے باہر جھانکا۔

”کیا حال ہے ماسٹر عامر۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اٹکل آپ۔ السلام علیکم۔ آئیے اندر آجیئے۔“ عامر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”جہاری می کی طبیعت اب کیسی ہے۔ میں تو کچھ عرصہ دارالحکومت سے باہر رہا ہوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ٹھیک ہے۔ آئیے۔“ عامر نے کہا۔

”کون ہے دروازے پر عامر بیٹے۔“ اندر سے مسز مراد کی آواز سنائی دی۔

”اٹکل عمران ہیں می۔“ عامر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں آپ سے مٹھائی کھانے کے لئے آیا تھا۔ مگر آپ نے تو مایوس کی باتیں شروع کر دیں۔ اب مجھے مٹھائی کون کھلانے گا؟“..... عمران نے کہا تو مسمراد بے اختیار چو نک پڑیں۔

”مٹھائی۔ کیا مطلب۔ کس بات کی مٹھائی؟“..... مسمراد نے حیرت اور امید کے بٹے بٹے لہجے میں کہا۔

”عامر کے ڈیڑی کے مل جانے کی مٹھائی“..... عمران نے کہا تو مسمراد بے اختیار ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ جب کہ عامر کے ہجرے پر ابھر آنے والی کیفیات دیکھنے کے لائق تھیں۔

”کیا۔ کیا۔ آپ چاہتے رہے ہیں کیا یہ کوئی سنگین مذاق تو نہیں ہے؟“..... مسمراد نے لٹکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”نہیں مسمراد میں ایک دکھیا بہن کے ساتھ کیسے استا سنگین مذاق کر سکتا ہوں۔ میں اور فورسٹارڈ زگرڈپ مسلسل مراد صاحب کی تلاش میں لگے رہے ہیں اور نہ صرف ہم نے مراد صاحب کو ڈھونڈ نکالا ہے بلکہ ان کے ساتھ قید تین سو دوسرے افراد کو بھی مجرموں کے قبضے سے نجات دلائی ہے اور ان میں ڈھائی سو کے قریب عامر جتنے لڑکے بھی تھے“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ کہاں ہیں وہ بخریت تو ہیں۔ ان کی صحت کیسی ہے؟“..... مسمراد نے انتہائی جذباتی لہجے میں کہا۔

”انکل۔ میرے ڈیڑی مل گئے ہیں میرے اپنے ڈیڑی۔ میرے ڈیڑی“..... عامر نے بھی انتہائی جذباتی لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ

طرف دیکھتے ہوئے کہا جو سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔

”یہ بے چارہ تو بہت چھوٹا تھا۔ جب وہ غائب ہوئے ہیں لیکن اب بھی یہ ان کی تصویر اپنی جیب میں رکھتا ہے“..... مسمراد نے کہا۔

”کیوں عامر۔ کیا واقعی ایسا ہے؟“..... عمران نے عامر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس انکل مجھے ڈیڑی بے حد یاد آتے ہیں اور خاص طور پر اس وقت جب دوسرے بچوں کے ڈیڑی انہیں سکول سے لینے آتے ہیں اور جب می اچانک بیمار ہو جاتی ہیں“..... عامر نے تقریباً رونے والے لہجے میں کہا۔

”اگر اب تم اپنے ڈیڑی کو دیکھو تو کیا تم انہیں پہچان لو گے؟“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں بالکل میں انہیں ضرور پہچان لوں گا۔ لیکن۔ میں انہیں کیسے دیکھ سکتا ہوں؟“..... عامر نے کہا۔

”عامر اپنے ڈیڑی کے بارے میں بہت جذباتی ہے عمران صاحب۔ اس لئے پلیز اس سے ایسی باتیں نہ کریں جس سے اس کے دل کو مزید تکلیف پہنچے“..... مسمراد نے کہا تو عمران ہنس پڑا۔

”مسمراد آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گئی ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”نہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو میں مایوس نہیں ہوئی۔ لیکن ان حالات کا کیا کروں۔ اپنے دل کا کیا کروں“..... مسمراد نے کہا۔

ہی وہ بے اختیار رونے لگا۔

”ارے ارے تم تو بہادر بچے ہو اور بہادر تو رویا نہیں کرتے۔
ابھی آجاتے ہیں تمہارے ڈیڈی..... عمران نے عامر کو گلے سے لگا کر
تھپکی دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر پڑے ہوئے
فون کار سیور اٹھایا اور اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
”سلیمان بول رہا ہوں.....“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف
سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”سلیمان مراد صاحب کو ساتھ لے کر ان کے فلیٹ پر آ جاؤ۔“
عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”میں انہیں براہ راست سہان اس لئے نہیں لایا تھا کہ کہیں اچانک
ان سے ملاقات پر آپ دونوں پر شادی مرگ کی کیفیت نہ طاری ہو
جائے۔ لیکن اب آپ سنبھل گئے ہیں۔ اس لئے اب ایسا کوئی خطرہ
نہیں۔ اب مجھے مٹھائی مل سکتی ہے.....“ عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا اور عامر تیزی سے دوڑتا ہوا کمرے سے نکل کر فلیٹ کے
بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ مسز مراد کی نظریں بھی
دروازے پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

”ڈیڈی۔ میرے ڈیڈی۔ میرے اپنے ڈیڈی.....“ تھوڑی دیر بعد
بیرونی دروازے کی طرف سے عامر کی انتہائی مسرت بھری چیختی ہوئی
آواز سنائی دی تو مسز مراد نے اختیار اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ چند لمحوں
بعد دروازے پر مراد عامر کو اٹھانے اندر داخل ہوئے تو مسز مراد کا چہرہ

مسرت کی شدت سے جگمگا سا اٹھا۔

”خدا یا تیرا شکر ہے۔ تو نے میری دعائیں قبول کر لیں.....“ مسز
مراد کے منہ سے بے اختیار نکلا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے مڑیں اور
کمرے سے باہر نکل گئیں۔ مراد کے جسم پر اب صاف لباس تھا اور
چہرے پر مسرت کی جگمگاہٹ۔ اب وہ ایک نارمل انسان لگ رہا تھا۔
ان کے چہرے اور انداز میں وہ خوف کی کیفیت اب موجود نہ تھی۔

عمران صاحب میں آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا احسان تازہ نگہی
نہ اتار سوں گا۔ آپ نے واقعی مجھے اور میری فیملی کو نئی زندگی دی
ہے۔ مراد نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے عامر کو گود میں بٹھاتے ہوئے
انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ بس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ممکن ہوا ہے۔ ویسے مجھے آپ کی
خوش قسمتی پر رشک آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی نیک بخت
بیوی عطا کی ہے جس کی دعائیں شاید دنیا کے سب شوہر مانگتے رہتے
ہیں.....“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے عمران صاحب میں واقعی اللہ تعالیٰ کا بے
حد شکر گزار ہوں.....“ مراد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اچھا اب مجھے اجازت دیجئے تاکہ آپ سب مل کر جشن مسرت منا
سکیں.....“ عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”ارے ارے آپ بیٹھیں۔ آپ.....“ مراد نے بوکھلائے ہوئے
لہجے میں کہا۔

عمران بریز میں ایک دلچسپ اور منفرد انداز کی کہانی

عمران کا اغوا

مصنف - مظہر کلیم ایم۔ اے

"نہیں اب میں چلتا ہوں - پھر ملاقات ہوگی - او کے ماسٹر عامر -
اب تو آپ کو آپ کے اپنے ذیلی مل گئے ہیں - اب تو آپ خوش
ہیں عمران نے مسکراتے ہوئے عامر کے گال پر تھپکی دیتے
ہوئے کہا -

"تھینک یو اٹکل دی گریت عامر نے مسرت بھرے لہجے
میں کہا اور عمران مسکراتا ہوا کمرے سے نکل کر بیرونی دروازے کی
طرف بڑھ گیا -

ختم شد

- - عمران کو اس کے فلیٹ سے اغوا کر لیا گیا - کیوں - کس لئے - ؟
- - عمران جو زندگی میں پہلی بار انتہائی بے بسی کے عالم میں مسلسل ایک تنظیم
سے دوسری تنظیم کے ہاتھوں اغوا ہوتا رہا لیکن کیا وہ واقعی بے بس تھا -
- - ماہم سروس - بلیک شیڈ کی چیف جس نے عمران کو اپنے قبضے میں رکھنے
کے لئے اسے ہمیشہ کیلئے چلنے سے معذور کر دیا - کیا واقعی عمران معذور ہو گیا - یا ؟
- - پاکٹیا سیکرٹ سروس جو عمران کی تلاش میں مسلسل جگہ جگہ دھکے کھاتی
رہی لیکن عمران کو تلاش نہ کر سکی - کیوں - ؟
- - وہ لمحہ جب عمران اور پاکٹیا سیکرٹ سروس کو یقین ہو گیا کہ اب عمران کبھی
اپنے قدموں پر کھڑا نہ ہو سکے گا - پھر کیا ہوا - انتہائی حیرت انگیز سچرشن -
- - کیا عمران اپنی معذوری کا کوئی علاج کر سکا - یا ہمیشہ کے لئے
فیلڈ سے نمائے ہو گیا - ؟
- - عمران کے اغوا کا اصل مقصد کیا تھا - ؟
- - کیا عمران کو اغوا کرنے والے اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو سکے یا - ؟

انتہائی دلچسپ، حیرت انگیز اور منفرد انداز کی کہانی -

یوسف برادرز - پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور ہنگامہ خیز ایڈیو پیچر

تھرڈ فورس

مصنف :- منظم کلیم ایم اے

تھرڈ فورس — ایک ایسی بین الاقوامی مجرم تنظیم جس نے پاکستان میں ایک ایسی پلاننگ کی کہ عمران جی اس کا آلہ کار بن کر رہ گیا۔ انتہائی حیرت انگیز اور دلچسپ پلاننگ۔

تھرڈ فورس — جس کی کامیاب پلاننگ کی وجہ سے سر رحمان جیے شخص کو اخبارات میں معافی نامہ شائع کرنا پڑا — کیوں؟ — انتہائی حیرت انگیز پوئلش۔

تھرڈ فورس — جس سے فارمولا حاصل کرنے کے لئے عمران اور اس کے ساتھیوں کو کاسٹریک کے مختلف شہروں میں انتہائی بے چارگی کے عالم میں مارے مارے پھرنے پڑا۔

تھرڈ فورس — جس کے ہیڈ کوارٹر اور سربراہ کو تلاش کرنے کے لئے عمران نے اپنی پوری ذہنی صلاحیتیں صرف کر دیں مگر نتیجہ سوائے ناکامی کے اور کچھ نہ نکلا۔

تھرڈ فورس — جس کا ہیڈ کوارٹر اور سربراہ ایکسٹو سے بھی زیادہ

خفیہ تھا جسے عمران جی شخص بھی تلاش نہ کر سکا۔

تھرڈ فورس — جس کے ہیڈ کوارٹر کی تلاش کے لئے عمران اور نعمانی میں شرط لگ گئی اور عمران کو نعمانی کے مقابلے میں اپنی شکست تسلیم کرنی پڑی۔

تھرڈ فورس — جس کے ہیڈ کوارٹر اور سربراہ کو نعمانی نے انتہائی آسانی سے ٹریس کر لیا — کیسے؟ —

تھرڈ فورس — جس کا سربراہ جب نعمانی کی ذہانت کی وجہ سے سامنے آیا تو عمران حیرت سے ثبت بن کر رہ گیا — تھرڈ فورس کا سربراہ کون تھا —؟ انتہائی حیرت انگیز انکشاف۔

کیا عمران تھرڈ فورس کے سربراہ سے فارمولا حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکا — یا —؟

وہ لمحہ جب پاکستانی کرٹ سروس کے ممبر چوہان نے شادی کرنے کا اعلان کر دیا اور اکیسٹو اور عمران باوجود کوشش کے اُسے نہ روک سکے کیوں —؟ کیا چوہان کی شادی ہو گئی —؟

ایکٹین سپنس اور ذہنی صلاحیتوں کی مسلسل اور بھرپور جنگ

انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز میں لکھا گیا ہنگامہ خیز ایڈیو پیچر

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران اور اس کے ساتھیوں کا ایک یادگار اور لافانی شاہکار

ناقابل تسخیر مجرم

گوڈن جوبلی نمبر — مصنف: منظر حکیم ایم اے

و ناقابل تسخیر مجرم جنہوں نے قتل و غارت کا طوفان برپا کر دیا۔
و ایسے مجرم جن کے مقابلے میں دنیا کی طاقتور ترین سیکرٹ سروں پر جیسے ہو کر رہ گئیں
و ابھی کبھی گھراؤرا ٹیمک ریسرچ لیبارٹری تباہ کر دی گئی۔
و پل اور قلم اڑا دیتے گئے مگر مجرم آزادی سے دندلے پھر رہے تھے۔
و سیکرٹ سروں کے ہیڈ کوارٹر پر مجرموں کا خوفناک حملہ۔ ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا گیا۔
و ہر طرف تباہی ہی تباہی پھیل گئی موت کا جھانک قرض پورے عروج پر پہنچ گیا۔
و عمران اور اس کے ساتھی کیا کر رہے تھے؟ ناقابل تسخیر مجرم کون تھے؟
و عمران اور سیکرٹ سروں کے لئے انتہائی جھانک تجربہ۔
و انتہائی منفرد انداز میں لکھا گیا ایک یادگار ایڈونچر۔
و شائع ہو چکا ہے — آج ہی اپنی کاپی قریبی بک شال
پر بک کروا لیجئے۔

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

عمران اور سیکرٹ سروں کا ایک یادگار اور لافانی شاہکار

موت کا قرض

مصنف: منظر حکیم ایم اے

و ناقابل تسخیر مجرم جن کے گرد موت کا قرض ہر لمحے جاری رہا تھا۔
و قدم قدم پر تباہی — لمحہ بے لمحہ تباہ کن — خوفناک مقابلے۔
و دنیا کی طاقتور ترین سیکرٹ سروں اور موت کے جیالوں کے درمیان
خوفناک جھڑپیں۔
و اور جب موت کا قرض اپنے پورے عروج پر پہنچ گیا تو عمران اور
اس کے ساتھیوں کا کیا حشر ہوا؟
و ناقابل تسخیر مجرموں کا انجام کیا ہوا — کیا وہ تسخیر کر لئے گئے یا —؟
و بے پناہ ایکشن، اعصاب شکن سپنس اور لمبے مزے والے قہقہوں
سے بھر پور ناول۔۔
و شائع ہو گیا ہے — آج ہی طلب فرمائیے۔

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان